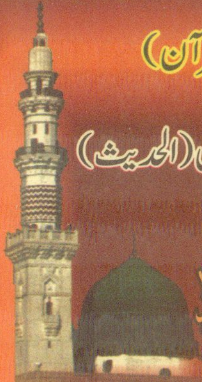
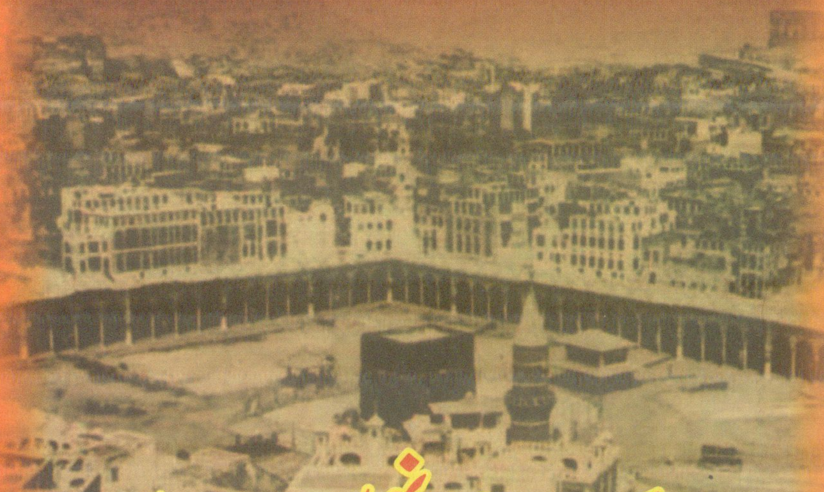


وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم (القرآن)

میں اتمامِ مکارمِ اخلاق وکمالِ محاسنِ افعال کے لئے بھیجا گیا ہوں (الحدیث)

# عَبَسَ وَتَوَلّٰی

## کا صحیح مفہوم ومعنی



رسولِ کریم ﷺ نے نہیں کیا تھا بلکہ
عبس وتولی کافر نے کیا تھا

بندہ رسول کریم ﷺ کرنل (ر) محمد انور مدنی

# غصہ اور رضامندی کی حالت بر حق ہے

# مجھ سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا

فرمان رسول کریم ﷺ

قارئین کرام۔ خلاف اولیٰ کہنے والوں کے لئے مشعل ہدایت۔ غور کریں۔ رسول کریم ﷺ سے صحابہ کرام بہت بڑا گروہ حدیثوں کا اخذ کرتا تھا۔ امام احمد بن حنبل نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے کہ "میں جو کچھ رسول کریم ﷺ سے سنتا تھا۔ اسکو لکھ لیا کرتا تھا۔ اور اس سے میرا مقصد اس کا حفظ کرنا تھا۔ لیکن قریش نے مجھ کو اس سے روکا کہ تم جو کچھ رسول کریم ﷺ سے سنتے ہو اسکو لکھ لیتے ہو حالانکہ آپ ﷺ غصہ اور رضامندی دونوں حالتوں میں گفتگو کرتے ہیں۔ اب میں نے لکھنا چھوڑ دیا ہے"

جب رسول کریم ﷺ سے اسکا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "لکھو

**اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے مجھ سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا"**

قارئین کرام۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی خلاف اولیٰ نہ کیا کیونکہ خلاف اولیٰ حق کے خلاف ہوتا تھا۔ اور آپ ﷺ کا ہر عمل مبارک حق ہے۔ اولیٰ۔ افضل اور۔ اعلیٰ ہے۔

ق
B
38

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّکَ لعلیٰ خُلُقٍ عظیمٌ (القلم)

میں اتمام مکارم اخلاق و کمال محاسن افعال کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں۔
(حدیث شریف)

# عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی

## اُس نے تیوری چڑھائی اور مُنہ پھیرا

(کُفّار و مُشرکین کی یہ خصلتیں تھیں)

سُورۃ عَبَسَ کی ابتدائی آیات کا مخاطب کفّار کا سَردار ہے
(نہ کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم)

مذکورہ روایت کی صِحت کی پڑتال قرآنِ حکیم اور احادیث پاک کی روشنی میں

بندہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرنل (ر) مُحمّد انور مدنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم




| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | ............ | سورہ عبس کی تفسیر |
| خصوصی ذکر | ............ | سرداران کفار و مشرکین (مکہ مکرمہ) کی خصلتیں |
| تحریر | ............ | کرنل (ر) محمد انور مدنی |
| تعداد | ............ | گیارہ سو ہر بار |
| اشاعت اول | ............ | ربیع الاول ۱۴۱۸ھ جولائی ۱۹۹۷ء |
| اشاعت دوم | ............ | شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ دسمبر ۱۹۹۷ء |
| اشاعت سوم | ............ | محرم الحرام ۱۴۱۹ھ امئی ۱۹۹۸ء |
| اشاعت چہارم | ............ | جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ اکتوبر ۱۹۹۸ء |
| اشاعت پنجم | ............ | جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ ستمبر ۲۰۰۰ء |
| کمپوزنگ | ............ | محمد آصف : فون نمبر ۴۴۹۵۴۱ |
| ہدیہ | ............ | اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں دعاؤں کی مقبولیت کا متمنی۔ کیونکہ واللہ و رسولہ احق ان یرضوہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں راضی کریں۔ |

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# بسم اللہ شریف کے فیوض و برکات

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو نہایت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والے ہیں۔)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اسکے ہر حرف کے بدلے چار ہزار نیکیوں کا ثواب لکھے گا اور چار ہزار خطاؤں کو معاف فرمائے گا اور چار ہزار درجے بلند فرمائے گا (نزہتہ المجالس) اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ۱۹ حروف ہیں۔ ایک دفعہ پڑھنے سے ۷۶ ہزار نیکیوں کا ثواب ۷۶ ہزار گناہ معاف اور ۷۶ ہزار درجات کی بلندی

سُبحان اللہ میرے رَبِ کریم کی عطا کے کیا کہنے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ رب العالمین کی آخری کتاب قرآن کریم کا جوہر ہے جب کسی دل میں اُتر جاتی ہے، گھر کرلیتی ہے۔ پھر اس میں کسی اور شے کی نہ گنجائش رہتی ہے نہ ضرورت۔

جو رفعت، راحت، برکت اور عظمت اسے عطا ہے کسی دوسرے عمل کو نہیں۔

اسی میں جلال ہے اسی میں جمال۔ اسی میں ہیبت بھی ہے اور قدرت بھی، عزت بھی ہے منزلت بھی قوت بھی ہے جبروت بھی۔ بسم اللہ کی "ب" کے نقطے کی برکت فیض کے چشمے اُبلا کرتے ہیں اور اللہ کریم کی ہر مخلوق خاکی ہو یا آبی، نوری ہو یا ناری، فیض یاب ہوتی ہے جب یہ نازل ہوئی تو شیطان نے اپنے سر پہ خاک ڈالی۔ اور اس پر پتھر برسائے گئے۔ اللہ رب العالمین نے اپنی عزت اور جلالت کی قسم کھائی کہ جس کام میں بھی میرا یہ برکت والا نام لیا جائے گا برکت ہو گی۔ جس بیمار پہ پڑھا جائے گا شفا ہو گی۔ جو اسے پڑھے گا جنت نصیب ہو گی۔

# فہرست مضامین

## حصہ اول

# فہرست مضامین

## حصہ دوم

## (قرب قیامت کی نشانیاں)

# ایک زمانہ آئے گا تم ایسی حدیثیں سنو گے جو تمہارے باپ دادا نے نہ سنی ہوں گی

آقا ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تم ایسی حدیثیں سنو گے جو تمہارے باپ دادا نے نہ سنی ہوں گی۔ عتاب والی حدیث بھی اسی طرح ہی کی لگتی ہے پھر مفسر صاحب لکھتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ عمر بھر اتنے مغموم نہ ہوئے جتنا اس سورۃ کے نزول سے ہوئے لیکن اس بات کا حوالہ نہیں دیا۔ غور کریں ان الفاظ پر "کہا جاتا ہے" یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کون کہتا ہے یا کن لوگوں نے کہا "کب کہا" وغیرہ وغیرہ۔ ایسی غیر ذمہ دارانہ بات لکھنا بہت بڑی غلطی ہے۔ اس سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔ آقا ﷺ تو محبوب الٰہی ہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اور عقل نہیں مانتی کہ محبوب ﷺ عمر بھر اس ایک واقعہ سے مغموم کر دیئے جائیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں پتھر کھائے غزوات میں کفار کے ساتھ لڑائیاں کیں۔ زخمی ہوئے خون بہا اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب سے زیادہ ستائے گئے قیامت کے دن کے سردار حاکم کائنات اور گویا کہ ان گنت خوبیاں ہیں واقعی عتاب والی حدیث ایسی ہے کہ لوگوں کے باپ دادا نے نہیں سنیں۔

**آقا ﷺ ہر ایک کی بھلائی کے خواہش مند ہیں :۔** قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ میں فرمایا "حریص علیکم" تمہاری بھلائی کا خواہش مند ہے چونکہ آپ ﷺ رحمتہ للعالمین ہیں۔ اس لئے آپ تمام انسانیت کے لئے رحمت ہیں اور رحمت تو بڑی چیز ہے اور یہی وجہ تھی کہ آقا ﷺ نے جب دیکھا کہ قوم کفار ایمان نہیں لاتی تو نہایت غمگساری کی حالت میں فرمایا۔ یرب ان ہولاء قوم لایومنوں (الزخرف) ترجمہ یا رب یہ قوم تو ایمان نہیں لاتی۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلکہ آپ ﷺ کے قول مبارک کی قسم وقیلہ یرب ان ھٰؤ لاء قوم لایومنون مجھے اپنے محبوب ﷺ کے قول کی قسم جب فرمایا یا رب یہ قوم ایمان ہی نہیں لاتی۔

# روئے سخن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
الصلوۃ والسلام علیک یا خاتم النبین

۱۔ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب ﷺ سے کلام ہے۔ یعنی ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔ (انہ لقول رسول کریم) عربی زبان میں اترا دوسری مختلف زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔ عربی الفاظ کے متبادل الفاظ کسی زبان میں مل گئے اور کہیں نہ ملے مفسرین حضرات نے اپنی ذہنی فراست اور علمی قابلیت کے مطابق اس کے ترجمے کئے۔ مختلف روایات کے حوالوں سے تشریح کی اس طرح ایک ہی آیہ کی کئی تفسیریں بن گئیں بعض مفسرین نے بلا سند روایات کے حوالے دیئے جو بظاہر قرآن حکیم سے متضاد نظر آتی ہیں اور بعض مقامات پر مفسرین حضرات سے عدم توجہی سے تسامح ہوا ہے۔

۲۔ دیکھیں سورۃ نجم کی ابتدائی آیات جو کہ آقا ﷺ نے کفار مکہ مکرمہ کے اجتماع کے سامنے تلاوت کیں اور جب سجدہ کیا تو مشرکین بھی سجدہ ریز ہوئے اس میں ان کے بتوں کا ذکر تھا لیکن اس طرف بھی ایسی غلط روایات منسوب کی گئی جو کہ سراسر شان رسالت کے خلاف ہیں (یعنی شیطان نے اپنی طرف سے کچھ الفاظ ملا دیئے) معاذ اللہ وہ الفاظ آپ ﷺ نے ادا کئے حالانکہ یہ باطل اور مردود بات ہے لیکن مفسرین حضرات نے عدم توجہی سے اپنی تفسیروں میں تحریر کیا۔

۳۔ سورہ عبس کی مختلف روایات میں غور کریں صرف اردو ترجمے نہ پڑھیں۔ عربی عبارتیں بھی غور سے پڑھیں اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا انداز تکلم بھی غور طلب ہے۔ وہ الفاظ جو قرآن حکیم میں کفار کے لئے آئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے لئے

استعمال نہیں کرے گا۔ یہی تو شان محبوبیت ہے۔ مثل اعبس . کلح . بسل . بسر. تولی اور تلھی یہ تمام الفاظ کفار کے لئے ہیں اس لئے ان میں سے کوئی ایک بھی رسول کریم ﷺ سے منسوب نہیں کرنا چاہیے۔ (امام بخاریؒ نے عبس کا ترجمہ کلح کیا ہے)

۴۔ اخلاقیات کا تقاضا یہی ہے کہ جو گفتگو پہلے ہو رہی ہو اس کو مکمل کر کے دوسرے سوالی کے سوال کا جواب دیا جائے۔ آپ ﷺ نے تو اخلاقیات کے تقاضے پورے کئے اور اپنے خلق عظیم کی مثال قائم کی۔ بلکہ دوسروں کو بھی درس دیا کہ پہلے جس کے ساتھ بات چیت ہو رہی ہو اسے مکمل کرو پھر دوسرے کے سوال کا جواب دو۔ اگر اس کے برعکس ہو کہ ابھی پہلے سے گفتگو مکمل نہیں ہوئی اسے بیچ میں چھوڑ کر دوسرے کے سوال کا جواب دینے لگ جاؤ۔ اسی اثناء میں کوئی تیسرا سوال کر ڈالے تو پھر دوسرے کو بیچ میں چھوڑ کر تیسرے کے سوال کا جواب دینے لگ جاؤ۔ ایسے تو کسی ایک کو بھی مکمل جواب نہ ملے گا۔ مجلس کے آداب و اخلاق کی مناسب سے حدیث بخاری (کتاب العلم) حاضر ہے۔ من سئل علماء وهو مشتغل فی حديثه فاتم حديثه ثم اجاب السائل.

ترجمہ :۔ جس سے علم کے بارے پوچھا گیا اور وہ پہلے ہی بات چیت میں مشغول ہو تو وہ پہلے اپنی بات مکمل کرے پھر دوسرے سائل کی طرف متوجہ ہو۔

۵۔ قارئین کرام۔ اکثر مفسرین حضرات سے اس کی تفسیر لکھتے ہوئے عدم توجہی کی بنیاد پر تسامح ہوا ہے۔ رسول کریم ﷺ کو "عابس" قرار دے کر اس کو خلاف اولی و ترک افضل کی بنا پر باعث "عتاب" لکھا ہے۔ جو کہ سراسر غلط ہے۔

۶۔ ماہنامہ السعید اپریل ۲۰۰۰ء نے تو لفظ بظاہر "خلاف اولی" ثابت کرنے کے لئے ا[illegible]ں کریم ﷺ کا ناپسندیدہ فعل قرار دیا ہے جس کا آپ ﷺ کو علم نہ تھا (معاذ اللہ۔ استغفر اللہ)۔ گویا کہ "السعید" والوں کی نظر میں رسول کریم ﷺ لاعلمی کی بنا پر ناپسندیدہ فعل کر سکتے تھے۔ امتیوں کو ایسی باتیں رسول کریم ﷺ سے منسوب کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔

ان حضرات نے تو رسول کریم ﷺ کے اعمال مبارکہ پر اپنے پیمانے بظاہر خلاف اولی۔ ترک افضل ایسے لگائے ہیں جیسے کوئی ماسٹر کسی شاگرد کے پرچے پر نمبر لگاتا ہے اور کہتا ہے فلاں فلاں جگہ غلطی ہوئی۔ (استغفر اللہ)

۷۔ قارئین کرام۔ لباس خضر میں کیسے کیسے لوگ ہیں۔ اپنے اعمال کا پتہ نہیں کہ کون سے قبول ہوں گے یا کسی میں ریاکاری تو نہیں۔ لیکن بیٹھ گئے ہیں رسول کریم ﷺ کے اعمال مبارکہ کو جانچنے۔ یہ صرف اپنی انا کی خاطر کہ چونکہ انہوں نے ترجمہ البیان میں آیات ذنب میں الفاظ صورۃ گناہ۔ بظاہر خلاف اولی اور معاف کر دیئے لکھے ہیں اس لئے بظاہر خلاف اولی کو انہوں نے ہر صورت میں ثابت کرنا ہے۔ (خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں) جہاں جہاں ایسے واقعات انہوں نے لکھے ہیں جس میں بظاہر خلاف اولی کو ثابت کیا ہے۔ ان واقعات کی سیاق و سباق اور وجوہات اگلے صفحات میں بیان کر دیا ہے تا کہ عام سادہ مسلمان گمراہ نہ ہو کہ معاذ اللہ رسول کریم ﷺ ناپسندیدہ فعل بھی کرتے تھے (معاذ اللہ۔ استغفر اللہ)

۸۔ مولانا احمد سعید کاظمی صاحب کا شرعی عدالت میں توہین رسالت کے متعلق دیا ہوا فتوی ان کے ترجمہ پر لاگو ہو رہا ہے۔ اگر فتوی درست ہے تو ترجمہ غلط ہے۔ ان کے ایک مفتی محمد اقبال سعیدی نے لفظ بظاہر کو فٹ (Fit) کرنے کے لئے اللہ تعالی اور رسول کریم ﷺ کے درمیان معاملات کے متعلق جو لکھا ہے نہایت ہی قابل اعتراض اور قابل گرفت ہے۔ جن معاملات کے متعلق رسول کریم ﷺ نے فرمایا لی وقت مع الله لایطع علیه ملك مقرب ولا نبی مرسل یہ مفتی صاحب اس پر مطلع ہیں (استغفر اللہ) موصوف سمجھتے ہیں کہ وہ چونکہ مفتی ہیں اس لئے ان کے پاس ٹھیکیداری کا لائسنس ہے جو چاہیں جس کسی کے متعلق چاہیں لکھ دیں۔ چاہے وہ اللہ تعالی اور رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس ہی نہ ہو۔

۹۔ اس ایڈیشن کے لکھنے کی اشد ضرورت بھی کیونکہ سنہہ کے ایک مولوی احمد حسین نے جو ۲۲۰ پیشکش نامی چند اوراق کا رسالہ لکھا اسمیں اس نے رسول کریم ﷺ سے یہ کلمات منسوب کر دیئے ہیں۔

(الف) رسول کریم ﷺ کی اجتہادی غلطی قرار دیا۔

(ب) رسول کریم ﷺ کے لئے "گناہ صغیرہ سہوا کرنے" سے پاک ہونے کے عقیدہ کو سراسر باطل قرار دیا۔

(ت) رسول کریم ﷺ جو کہ مظہر ربوبیت ہیں کو چہرہ اقدس پر ناگواری کے تاثرات کی وجہ سے 'معتوب' قرار دیا۔ (معاذ اللہ)

(ث) اس کے علاوہ دیگر باتیں جن کی تفصیل اگلے صفحات میں آئے گی جو موصوف نے علم کل ہونے کے زعم میں لکھی ہیں (جن سے توہین رسالت کی بو آتی ہے)۔

**۱۰۔ 'عتاب' والی بات غور طلب ہے۔**

اکثر مفسرین نے رسول کریم ﷺ کے چہرہ مبارک پہ ناگواری کے اثرات کو باعث عتاب' (معاذاللہ) قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے تو لوگوں کی حماقتوں پر کئی مواقع پر چہرہ اقدس پر غصہ کا اظہار کیا لیکن وہاں تو عتاب' نہ آیا اب حدیث لقطہ کو دیکھیں۔ کسی صحابی کے پوچھنے پر (بھولے بھٹکے اونٹ کے متعلق) رسول کریم ﷺ غصے میں آگئے اور رخسار مبارک سرخ ہو گئے۔ لیکن آپ نے فتوی یعنی حکم صادر فرمایا جو قیامت تک اٹل قانون ہے۔ تو یہاں پر بھی 'عتاب' معاذاللہ آنا چاہئے تھا۔ (مفسرین کے قاعدہ کے مطابق) نہیں ایسا نہیں۔ عتاب' کیلئے گناہ کا صدور لازم ہے اور رسول کریم ﷺ معصوم ہیں۔ اللہ تعالی بلاوجہ 'عتاب' نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے تو محبوب ﷺ کے محسنین مطہرین۔ شاکرین۔ صابرین۔ مقسطین۔ متوکلین۔ توابین۔ متقین کو اپنا محبوب قرار دیا ہے انکے لئے بخشش۔ ثواب اور انعامات کے وعدے کئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا انا حبیب اللہ تو پھر عتاب (معاذاللہ) کیسا اور کیوں ؟ امتی کو حبیب اللہ کے متعلق ایسی باتیں لکھتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔

۸۔ مفسرین حضرات نے تو رسول کریم ﷺ سے وہ بات منسوب کی جسکی کوئی حدیث نہیں۔ علامہ خازن لکھتے ہیں (قال فی نفسہ) اسی طرح ابن کثیر نے لکھا ہے (وودالنبی) کہ رسول کریم ﷺ نے چاہا کہ کاش وہ اس گھڑی رک جائیں۔۔ ایسی کوئی احادیث موجود نہیں جس میں آپ ﷺ کا ایسا فرمان مبارک ہو۔ یہ تسامح کی مثالیں ہیں۔

۹۔ قارئین کرام مفسرین حضرات کا مقام عزت ومرتبہ اپنی جگہ مسلم ہے لیکن بعض دفعہ عدم توجہی کی بنا پر فروگزاشتیں ہوئی ہیں اس لئے فوراً یہ کہہ دینا کہ مفسرین سے اختلاف جرم ہے تو یہ غلط بات ہے کیونکہ بات دلائل پر ختم ہوتی ہے یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ کہنے والا کون ہے باقاعدہ پڑھا ہوا ہے یا نہیں بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کے دلائل کیا ہیں کیا آپ ان دلائل کو رد کرنے کے لئے اپنے زیادہ وزنی دلائل لا سکتے ہیں۔ کیا آپ اسے اس کے سوالات کے جوابات دے کر مطمئن کر سکتے ہیں۔ یہی اخلاقیات کا طریقہ ہے اور علمیت کا راستہ بھی یہی ہے۔

فقط مخلص

بندہ درگاہ رسول کریم ﷺ

کرنل (ر) محمد انور مدنی

# قرآن پاک کی سمجھ

## (اللہ تعالیٰ جب کسی کے لئے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔ تو)

ا۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ قرآن کا ایک ظاہری معنی ہے اور ایک باطنی پھر اس باطن کے سات باطن ہیں۔ قرآن پاک کی لغت عام لغت سے بلند ہے اور مختلف ہے اس لئے کہ یہ محبّ کا اپنے محبوب ﷺ سے کلام ہے۔ جس کا انداز اور جس کے راز و نیاز محبّ اور حبیب ہی جانتے ہیں۔ یہ قرآن پاک عربی میں اترا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مادری زبان بھی عربی ہی تھی لیکن اس کے باوجود قرآن پاک کی تعلیم آقا ﷺ سے ہی سیکھتے تھے وہ اس لئے کہ آپ ﷺ ہی معلم قرآن ہیں۔ سورہ بقرہ کی سمجھ کے لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سالہا سال لگ گئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی کا بڑا حصہ اس طرح گذارا ہے۔ کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن سے پہلے ایمان سیکھتا تھا اور جو بھی سورت حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوتی تھی۔ ہر ایک اس کے حلال و حرام کو ایسے سیکھتا تھا جیسے تم قرآن کو سیکھتے ہو اور جہاں وقف کرنا مناسب ہوتا تھا اس کو بھی سیکھتا تھا پھر میں اب ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو ایمان سے پہلے قرآن حاصل کر لیتے ہیں اور سورۃ فاتحہ شروع سے آخر تک ساری پڑھ لیتے ہیں اور انہیں پتا نہیں چلتا کہ سورۃ فاتحہ کن کاموں کا حکم دے رہی ہے اور کن کاموں سے روک رہی ہے اور اس سورت میں کون سی ایسی آیت ہے۔ جہاں جا کر رک جانا چاہئے اور سورت فاتحہ کو ردی کھجور کی طرح بکھیر دیتا ہے یعنی جلدی جلدی پڑھتا ہے حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو صحابہ ہمیں پڑھاتے تھے انہوں نے ہمیں بتایا کہ وہ حضور ﷺ سے دس آیات پڑھتے اور اگلی دس آیات تب پڑھتے جب پہلی دس آیات میں جو علم و عمل ہے اسے اچھی طرح جان لیتے چنانچہ ہم علم و عمل دونوں سیکھتے۔ علمائے کرام جانتے

ہیں کہ حروف مقطعات صرف اللہ تعالیٰ اور ہمارے آقا علیہ صلی اللہ کے درمیان رازونیاز ہیں۔

۲۔ اگرچہ قرآن پاک کی لغت بہت بلند اور مختلف ہے لیکن عربی زبان کے کچھ الفاظ کی وضاحت مروج کتب لغات سے بھی ہوتی ہے اور ان کی وضاحت مستند اور معتبر ہے علاوہ ازیں یہ اصول اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ بات جس ہستی کے متعلق کی جاتی ہے اس کے مرتبہ اور حیثیت کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے جیسا کہ قرآنی الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کچھ الفاظ کا معاملہ ہے پھر کیا وجہ ہے کہ حضور علیہ صلی اللہ کے بارے میں کچھ الفاظ کا ترجمہ کرتے ہوئے آپ علیہ صلی اللہ کی عظمت و مرتبت کا خیال نہ رکھا جائے انسان کے باطن میں ایک کمپیوٹر نصب ہے وہ فوراً اپنے تحت الشعور سے مناسبت رکھنے والے معنی کو اٹھاتا ہے اور اس طرح ایک ہی آیت کے مختلف معانی اور تفسیریں بن جاتی ہے۔ اندر کے باطن سے میری مراد یہ ہے کہ ایمان کی بنیاد جو قرآنی آداب کے مطابق آقا علیہ صلی اللہ کے بارے میں ہر مومن میں لازمی ہے۔ اگر کسی کے تحت الشعور میں وہ بنیاد نہیں ہے تو گویا وہ اپنے ایمان کے بنیادی تقاضوں سے ہی محروم ہے۔ یا آشنا نہیں یا غافل تجاہل عارفانہ برت رہا ہے۔ اگر قرآن پاک سے وہ معانی و مفاہیم دوسری آیات میں ثابت اور واضح ہوتے ہیں تو پھر ان کا انکار سنگین جرم بن جاتا ہے بلکہ جہنم مقدر بن جاتا ہے۔ بعض تفاسیر پڑھنے سے مجھے ایسا تاثر ملا کہ آقا علیہ صلی اللہ کی صفات حمیدہ میں لوگوں نے تضاد بیانی سے کام لیا اور بعض موقعوں پر بخل بھی کیا۔

۳۔ قرآن پاک کی تفسیر کرنے والے بتائیں کہ وہ تفسیر بالرائے کو کیوں قبول نہیں کرتے اسی لئے ناں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس میں انسانی رائے کا دخل بے جا ہے۔ مفسرین یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ صلی اللہ کے بارے میں خود آداب سکھاتا ہے۔ ایسے مفسرین جو تعظیم نبوی کے مقامات میں ایمانی و قرآنی تقاضوں کو فراموش کر دیتے ہیں وہ قرآن فہمی کا دعویٰ کرنے میں غلط ہیں اسی لئے اہل ایمان کو ایسی تفسیر داں

سے وہ کچھ حاصل نہیں ہوتا جو قرآن پاک کا مدعا ہے اور ایمانی تقاضوں کے مطابق ذہانت والے ایسی تفسیروں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

مروجہ علوم میں تفسیر اور اصول تفسیر باقاعدہ الگ قواعد و ضوابط کے ساتھ پڑھائے جاتے ہیں میرا سوال مفسرین سے یہ ہے کہ وہ بتائیں کہ ان علوم میں کہیں کوئی قاعدہ ایسا ہے جس میں تحقیر و توہین یا شان رسالت کے منافی و نامناسب بات کرنے کی گنجائش ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اہل تفسیر میری بات کو دیوانے یا مجذوب کی بڑ کہہ دیں۔ میں یہی کہوں گا کہ محبت رسول کے بغیر قرآن فہمی بے سود ہے بلکہ قرآن پاک سمجھ ہی نہ آئے گا۔

۴۔ قرآن پاک کے ظاہری معنی پر علماء مطلع ہوتے ہیں اور باطنی معانی سے صوفیائے کرام خبردار ہیں یا ظاہر وہ جو نقل سے معلوم ہو اور باطن وہ جو کشف سے معلوم ہو۔ پھر ہر ظاہر اور باطن کی ایک حد ہے جہاں سے اطلاع ہے۔ یعنی قرآن پاک کے ظاہر و باطن معلوم کرنے کے علیحدہ مقامات ہیں چنانچہ ظاہر قال سے اور باطن حال سے ہے۔ یا ظاہر نحو سے باطن فنا اور محو سے یا ظاہر کتابوں سے اور باطن کسی کی نظیر سے۔ یاد رہے صوفیائے کرام وہ لوگ ہیں جو شریعت و طریقت کے جامع ہوں نبی کریم ﷺ کے پروانے ہوں۔ آپ ﷺ کے دین کے سچے مبلغ ہوں آپ ﷺ کے فرمان مبارک "علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔" کی روشن تصویر ہوں۔ خبردار رہو کہ اس مقام پر دین فروش جاہل مولوی نمود و نمائش کے دلدادہ. وغیرہ ایسے قماش کے لوگ مراد نہیں۔

## اللہ تعالیٰ کا اندازِ کلام

قرآن حکیم کو بڑے غور و فکر سے پڑھیں تو معلوم ہو گا کہ یہ محب اور حبیب ﷺ کے درمیان گفتگو ہے جس میں محب زیادہ تر بول رہا ہے اور محبوب ﷺ سن رہے ہیں۔

# خاص آقا ﷺ کے متعلق آیاتِ قرآن پاک

کسی آیت جس میں آقا ﷺ کا ذکر مبارک ہے یا کوئی خاص لفظ آپ ﷺ سے منسوب ہے کو سمجھنے سے پہلے مندرجہ ذیل باتیں جاننا ضروری ہیں۔

(الف) اللہ تعالیٰ کس بات کے متعلق اپنے محبوب ﷺ سے گفتگو کر رہا ہے۔

(ب) یہ بات کن سیاق و سباق میں ہو رہی ہے۔

(ت) زیرِ بحث آیات یا الفاظ کا شانِ نزول کیا ہے۔

(ث) کیا اسی طرز کی گفتگو قرآن پاک کے کسی اور مقام پر ہوئی ہے۔

(ج) کہیں مفسر دونوں جگہوں کی تشریح کرتے ہوئے ایسی تاویلیں تو نہیں کر رہا جن کا آپس میں تضاد ہو۔

(ح) زیرِ بحث الفاظ کے لغت میں کیا معنی ہیں؟

(خ) کیا انسانی لغت کے یہ معنی آقا ﷺ کی شانِ اقدس میں توہین و تنقیص کا موجب تو نہیں؟ اگر کوئی ایسی بات نظر آ رہی ہو تو پھر سمجھو کہ الفاظ کے یہ معنی غلط منسوب کر رہے ہو؟

(د) اگر ایک عربی لفظ کے جتنے بھی معنی انسانی لغت میں ہوں اور وہ ظاہری استعمال سے توہین و تنقیص ظاہر کرتے ہوں تو پھر اس لفظ کے معنی اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ ہی جانتے ہیں۔ عام انسان چاہے کتنا بڑا مدعی علم ہو۔ نہیں جانتا۔ نہ جان سکتا ہے

(ذ) ایسے الفاظ کی بحث میں پڑنے سے پہلے یاد رکھنا چاہئے کہ کہیں آقا ﷺ کی شانِ رسالت میں بے ادبی تو نہیں ہو رہی۔

# قرآن حکیم میں تفکر و تدبر

ا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کو متقیوں کے لئے ہدایت بنایا۔ اسے مینارہ نور بنایا ایک حرف کی تلاوت پر کم از کم دس نیکیوں کا وعدہ فرمایا۔ اس پر غور و فکر کرنے کو منبع انوار بنایا۔۔۔ انسان کو قوموں کی اصطلاح سے خطاب فرمایا۔ جنہوں نے اس سے ہدایت پائی ان کو قوم مومنیں۔ قوم یفقھون ۔ قوم یعقلون ۔ قوم یعلمون ۔ قوم یوقنون ۔ قوم الصالحین کا خطاب دیا۔ جنہوں نے انکار کیا انہیں قوم المجرمین ۔ قوم الخاسرون ۔ قوم عادون ۔ قوم تفتنون ۔ قوم تجھلون اور ایسے ہی منفی القابات دیئے اور سب انسانیت کے لئے فرمایا کہ اس میں تفکر و تدبر کرو اور جو قومیں ایسا کرتی ہیں ان کے بارے میں فرمایا۔ قوم یتفکرون ۔ قوم یذکرون کہا۔

۲۔ اسی بنا پر لازم ہے کہ قرآن حکیم کی آیات مقدسہ پر غور و فکر کیا جائے۔ شان الوہیت اور شان رسالت کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔۔۔ قرآن حکیم چونکہ عربی زبان میں ہے۔ جس کی فصاحت وبلاغت بلند وبالا ہے اس کا ترجمہ کرتے وقت اردو زبان میں ایسے الفاظ تلاش کئے جائیں جو عربی کی زبان کی فصاحت وبلاغت کو قائم رکھیں۔

۳۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ان تمام باتوں کا انحصار انسان کے اندر کے باطن کے ساتھ ہے۔ اگر اس میں رسول کریم ﷺ کے لئے عشق ہے تو پھر پورا قرآن ہی آپ ﷺ کی شان میں قصیدہ لگے گا اور اگر باطن میں خباثت ہے تو پھر یہ خباثت خسارے کی طرف لے جائے گی۔۔۔ (ولا یزید الظالمین الاخسارا)

# مفسّرین کے متعلق

☆ احادیث کی چھان بین

☆ راوی حضرات کی اغلاط وغیرہ

☆ مفسرین حضرات کا تسامح

☆ ترجمہ کرتے وقت عربی سے عربی

لغت کی کم فہمی اور نتیجتاً غلط ترجمہ

# ترجمہ اور تفسیر کرتے وقت

یہاں تک جو بحث کی گئی ہے اس تمام کا خلاصہ بطور اعادہ ذکر کیا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرنا منع ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو ہر طرح ایذا دینا خواہ قول سے ہو یا فعل سے حرام ہے۔

ایسے الفاظ جن میں گستاخی کا شائبہ بھی پایا جائے وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے لئے استعمال کرنے ناجائز ہیں۔

ایسے الفاظ جن کے معنی تو درست ہوں لیکن کفار ان کا غلط معنی لے کر ناجائز فائدہ اٹھائیں، ان الفاظ کا استعمال اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے لئے ناجائز ہے۔

کلمات ادب استعمال کرنا فرض ہے جن الفاظ میں ترک ادب کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا منع ہیں۔

اردو ترجمہ کرتے وقت تفاسیر کے اقوال اور ادب پر دلالت کرنے والے اقوال کے مطابق ترجمہ کرنا ضروری ہے۔

ایسے عربی الفاظ جو اردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں انہیں ترجمہ میں لاتے وقت دیکھا جائے کیا یہی الفاظ اردو میں استعمال ہو کر مفہوم کو بدلنے کا سبب تو نہیں بن رہے۔

وہ عربی الفاظ جو اردو میں استعمال نہیں ہوتے ان کو ترجمہ میں استعمال کرنے سے عبارت کا مفہوم نہیں بدلے گا البتہ تفسیر کی ضرورت پیش آئے گی۔

بعض اوقات ایک ہی لفظ عربی کا ترجمہ اسی وقت مفہوم کو واضح کرے گا جب اردو زبان کے مختلف الفاظ ترجمہ میں لائے جائیں گے۔ اردو کا ایک ہی لفظ استعمال کرنے سے یا مفہوم واضح نہیں ہوگا یا مفہوم بدل جائے گا۔

انبیاء کرام معصوم ہیں تمام صغائر و کبائر گناہوں سے پاک ہیں۔

اجماع امت سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء کرام سے کبھی بھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ یعنی صغیرہ گناہ بھی سہواً بھی سرزد نہیں ہوا۔

## نتیجہ

ا۔ جب رب کہے کہ میرے نبیوں پر شیطان غالب نہیں آسکتا انبیاء کرام بھی فرمائیں کہ ہم گناہ کا ارادہ بھی نہیں فرماتے شیطان بھی کہے کہ پیغمبروں پر میرا داؤ نہیں چلتا۔ اب جو شخص ان کو گنہگار مانے وہ شیطان سے بھی بدتر ہے لہذا جو حدیثیں ایسی ملیں جن سے پیغمبروں کے گناہ ثابت ہوں وہ قابل قبول نہیں۔

۲۔ نبی کو جھوٹا کہنے سے راوی کو جھوٹا کہنا بہتر ہے۔ اس لئے کہ روایات کی سند کی پرکھ بہت ضروری ہے۔ جہاں ایک جگہ پر ایک راوی ایسی بات کرتا ہے جو اوصاف حمیدہ کے منافی ہے مگر کسی اور مقام پر ایسی بات ہو جو فضائل حمیدہ کو اجاگر کرے تو حسنِ ظن کا تقاضا بلکہ عقیدہ ہی یہی ہونا چاہئے کہ رسول کریم ﷺ کے فضائل مبارک والی روایت قبول کریں اور دوسری کو چھوڑ دیں۔۔۔۔

۳۔ رسول کریم ﷺ کے فضائل کے لئے ظنی دلیلیں بھی قابل قبول ہیں۔

# غلط روایات اور غلط تشریح کی گئی احادیث میں علمائے اکرام و مصنفین پر تنقید کرنا واجب ہے

شاگرد بڑے Profeser سے دلائل کی روشنی میں اختلاف کرنے کا شرعی حق رکھتا ہے اور اس کی کتاب کی غلطی یا بالشافہ خود اس کی غلطی ظاہر کرنے کا مجاز ہے دنیائے اسلام میں دور حاضر کے فرقہ وارانہ ذہنیت کے مالک ایسے لوگ موجود اس نظریے میں مبتلا ہیں کہ اپنے پسندیدہ علمائے اکرام اور ان کی تقاریر و تصانیف کو کلیتہ اغلاط سے پاک سمجھتے ہیں اور ان کے کسی قول میں بھی مسترد ہونے کا امکان نہیں مانتے اگر کوئی شخص ان لوگوں کے نظریے کے خلاف عقیدہ حق کا اظہار کرے تو یہ لوگ حقیقت ہونے کے باوجود ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے حالانکہ امام شافعی حنفی اور علامہ آلوسی حنفی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روایوں' گواہوں اور مصنفین پر جرح و تنقید کرنا نا صرف جائز بلکہ واجب ہے کیونکہ اس میں شریعت کی حفاظت ہے اور حضرت عباس دوری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے بھی یحیی بن معین رحمتہ اللہ علیہ کو فرماتے سنا ہے جو شخص یہ دعوئی کرے اس سے حدیث میں خطا نہیں ہوئی وہ کذاب ہے اور حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ جو شخص خود کو خطا سے مبرا سمجھے وہ پاگل ہے اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایسا کون شخص ہے جو خطا نہیں کرتا (بحالہ الاداب الشرعیتہ ج ۲ ص ۲۶) مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ المکرمتہ طبعہ اولی ۱۴۱۷ء امام حنفی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے میری زندگی کی قسم تصنیف و تالیف میں خطرہ لغزش سے انسان کا محفوظ رہنا بہت مشکل ہے اور یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے بے شک بھول چوک انسانیت کے خصائص سے ہے اور خطا و لغزش آدمیت کی علامت ہے (حوالہ در مختار ج ا ص ۹۶ ـ ۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' طبع اولی ۱۴۱۵ء)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں انبیاء کرام علیھم السلام کوئی بشر معصوم نہیں اور غیر معصوم سے کوئی نہ کوئی کلمہ غلط یا بیجا صادر ہونا

کچھ کا لمعدوم نہیں (حوالہ فتوی رضویہ ج۶، ص ۲۸۳ مکتبہ رضویہ)

امام الاحرامین عبدالمالک بن عبداللہ الجوینی الشافعی رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۴۷۸ فرماتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کوئی ایک نغزشوں سے معصوم نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے درگزر فرمانے والا ہے پھر کیسے کسی عام شخص کے لئے عصمت تسلیم کی جائے (حوالہ کتاب الارشاد ص ۱۷۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، طبعہ اول ۱۴۱۶ء)

حدیث میں ہے کہ حضور سید الکونین ﷺ نے فرمایا عالم کی لغزش سے بچو اور اس کے رجوع کا انتظار رکھو۔ اسے استاد امام مسلم حسن بن علی حلوانی ابن عدی، بہقی اور اشتال، ش عسکری نے حضرت عمر بن عوف منی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایات کیا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں عالم سے لغزش ہوتی ہے تو وہ اس سے رجوع کر لیتا ہے اور اس کی خبر شہروں شہروں پہنچ کر لغزش اس سے منقول رہ جاتی ہے۔

رب کائنات کا پاکیزہ مقدس کتاب قرآن حکیم کے سوا کوئی کتاب اغلاط و اختلاف سے پاک نہیں (امام شافعی حنفی رحمتہ اللہ علیہ، حوالہ درالمختار ج، ص ۱۰۵، مطبوعہ دارلکتاب العلیم بیروت طبعہ ۱۴۱۵) خطیب بغدادی علیہ رحمتہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کتاب کی ۷۰ مرتبہ بھی تصحیح کی جائے تب بھی اس کتاب میں ضرور خطا پائی جائے گی اللہ تعالیٰ اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ اس کی کتاب آسمانی صحیفہ کے سوا کوئی کتاب صحیح ہو (حوالہ موضح اوہام) بوالتعریق ج ۱، ص ۶)

صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور آئمہ کرام و خطبا ملت کے علمائے اکرام و مصنفین کے غلط روایات اور غلط احادیث پر تنقید کرنے کے بارے میں چند قوال پڑھے رب کائنات سے دعا ہے جمیع امت مسلمہ کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور امت رسول ﷺ کو اسلاف کے طریقے پر ہمیشہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

## ضروری ہے کہ احادیث بخاری و مسلم کی صحت کی پڑتال ہو آپ کے غور و فکر کے لیے عرض ہیں

1- آپ صرف اور صرف بخاری اور مسلم میں آنے والی احادیث کو جزو ایمان ہی نہ بنا لیں اور دوسری کتب احادیث جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں میں آنے والی اس کے برعکس احادیث کو اس لیے ضعیف اور کمزور نہ قرار دے دیں کہ وہ بخاری و مسلم میں کیوں موجود نہیں۔

2: ایک مثال حاضر ہے۔ بخاری شریف میں ایک روایت بھی ایسی موجود نہیں جس میں نماز میں رفع یدین کرنے کی نفی کی گئی ہو بلکہ اس کے برعکس تمام تر روایات میں یہی ایک بات ہے کہ رفع یدین کرنا ضروری ہے حالانکہ دوسرے محدثین مثلاً ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ابی شیبہ، الطبرانی، الطحاوی، الحاکم۔ البیہقی میں ان احادیث کا ناسخ موجود ہے اور یہ کہ ترک رفع یدین ضروری ہے۔

3: قرآن مجید سے متعارض روایات وہ تمام روایات جن میں سید الانبیاء ﷺ کے اوصاف حمیدہ، ذات اقدس، کمالات و جمالات و معجزات اور والدین کریمین دادا محترم حضرت عبدالمطلب عم محترم حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معاذ اللہ کافر و مشرک ثابت کیا گیا ہے اور وہ جن میں رسول کریم ﷺ کا جادو اثر بتایا گیا ہے خواہ وہ کسی بھی کتاب حدیث میں ہوں نا قابل قبول ہیں اور راوی کو جھوٹا قرار دینا چاہیے۔ اس قسم کی روایات سے بخاری شریف اور مسلم شریف بھی مبرا نہیں۔ کیونکہ یہ قرآن مجید سے متعارض ہیں۔ اس سے بڑی اور مثال کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمائے۔و اذکر ابراھیم انه کان صدیقا نبیا (مریم) اور ابراہیم کا ذکر کرو صدیق یعنی سچا نبی تھا۔ لیکن امام بخاری نے یہ خلاف قرآن حدیث کو صحیح قرار دیا۔ ”حضرت ابراہیم نے تین جھوٹ بولے تھے“ (استغفر اللہ)

# بخاری مسلم فاضل بریلوی کی نظر میں

ایسے ہی شاہ احمد رضا خاں بریلویؒ ارشاد فرماتے ہیں

آخر بخاری و مسلم کا علم محیط نہ تھا، کیا جو کچھ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے امت مرحومہ تک پہنچایا۔ اس سب کا علم بخاری، مسلم کو حاصل نہ تھا، خود اصحابہ کرام جو گاہ بہ گاہ سفر و حضر میں دائما بارگاہ عرش جاہ حضور رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر رہتے یہاں تک کہ حضرات خلفائے اربعہ و حضرت عبداللہ ابن مسعود وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ کے کل اقوال و افعال پر ہمیں اطلاع ہے، کتب احادیث پر جسے نظر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ بعض باتیں ان حضرات پر بھی مخفی رہیں۔ تا بدیگرے چہ رسد، پھر بخاری، مسلم وغیرہ کیونکر علم کل کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اگر وہ نفی کریں بھی تو اس کا محصل صرف اپنے علم کی نفی ہوگا یعنی ہم کو نہیں معلوم۔ (صفحاح اللجین صفحہ 34/33)

لاکھوں حدیثیں علماء اپنے سینوں میں لے گئے کہ اصلاً تدوین میں بھی نہ آئیں، امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔ امام مسلم کو تین لاکھ، پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں آئیں۔

خود شیخین "بخاری و مسلم" وغیرہ سے منقول ہے کہ ہم سب احادیث صحاح کا استیعاب نہیں چاہتے ورا گر ادعائے استیعاب فرض کیجئے تو لازم آئے کہ افراد بخاری امام مسلم اور افراد مسلم امام بخاری اور صحاح افراد سنن اربعہ دونوں اماموں کے نزدیک صحیح نہ ہوں اور اگر ادعا کو آگے بڑھائیے تو یوں ہی صحیحین کی متفق علیہ حدیثیں جنہیں امام نسائی نے مجتبی میں داخل نہ کیا ان کے نزدیک حلیہ صحت سے عاری ہوں۔ (صفاح اللجین صفحہ 31/32)

# فاضل بریلوی مزید فرماتے ہیں کہ

اجلہ رواۃ بخاری و مسلم بے وجہ و جیہہ و دلیل ملزم کوئی مردود و خبیث کوئی متروک الحدیث مثل امام بشر بن بکر بیلسی و محمد بن فضیل بن غزوان کوفی و خالد بن مخلد ابوالہشیم بجلی مبالیہ تو بخاری و مسلم کے خاص خاص رجال بے مساغ و مجال پر فقط مواخذہ ہے۔

اس سے بڑھ کر سنیے یہ نذیر حسین دہلوی" کی حدیث دانی نے صحاستہ کے ردو ابطال کے لیے اقوال سبعہ واضح فرمائے جس راوی کو تقریب میں صندوق رمی باتشیع، یا صداوق متشیع یا ثقہ یغرب، یا صدوق، حصی یا صدوق بہم، یا صدوق لہ اوہام لکھا ہوں وہ سب ضعیف و مردود الروایت و متروک الحدیث ہیں۔

حالانکہ باقی صحاح در کنار خود صحیحین میں ان اقسام کے راوی دو چار نہیں دس بیس نہیں، سینکڑوں ہیں۔ چھ قاعدے تو یہ ہوئے اور ساتواں یہ جس سند میں کوئی راوی غیر منسوب واقع ہوا ہو۔

مسلمانو! حضرت کے یہ اقوال سبعہ پیش نظر رکھ کر بخاری و مسلم کو سامنے لائیے اور جو جو حدیثیں ان مخترع محدثات پر رد ہوتی جائیں کاٹتے جائیں اگر دونوں کتابیں آدھی تہائی

(الفضل الموہبی ص 23 از فاضل بریلوی)

# حضرت عمرؓ اور روایات کی چھان بین

## قارئین کرام!

۱۔ حضرت عمرؓ نے روایت حدیث کو ممنوع قرار دے دیا اور اپنے اس حکم کا نفاذ بڑی شدت سے کیا تاہم بعض ایسے موضوعات پر روایت کا سلسلہ جاری رہا جن کے متعلق حضرت عمرؓ لوگوں کو روایت سے نہیں روک سکتے تھے۔ جب کوئی رسول کریم ﷺ کی کوئی حدیث یا سنت ان کے سامنے پیش کرتا تھا تو وہ اس کی تصدیق کرتے تھے۔ روایت حدیث کو اس اندیشے کی بناء پر روکا تھا کہ اس طرح روایت کا سلسلہ بڑھ جائے گا کچھ لوگوں کو ان کی مصلحت وضع احادیث پر مجبور کرے گی۔ لیکن سیاسی اور غیر سیاسی اغراض کے تحت موضوعہ حدیثوں کی یہ بھرمار ہو گئی کہ اکثر کو کتاب اللہ کے منافی دیکھ کر مسلمان کانپ اٹھے۔ بنو امیہ کے دور میں جعلی حدیثوں کو روکنے کی جتنی کوششیں کی گئی سب بیکار گئیں بلکہ روز بروز اضافہ ہوتا گیا پھر عباسی دور میں رسول کریم ﷺ کی وفات کے تقریباً دو صدی بعد مامون کا زمانہ آیا تو یہ جعلی حدیثیں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو گئیں۔ آپ جانتے ہیں امام بخاری کو چھ لاکھ سے زیادہ حدیثیں ملیں۔ جن میں سے چار ہزار سے زیادہ صحیح ثابت نہ ہو سکیں۔ امام ابو داؤد نے پانچ لاکھ حدیثیں جمع کیں جن میں سے چار ہزار آٹھ سو صحیح نکلیں۔

۲۔ حضرت عمرؓ کا اندیشہ یہ تھا کہ لوگ کتاب اللہ کو چھوڑ کر احادیث کی طرف ڈھل جائیں گے اس لئے آپ نے احتیاط برتی۔ آپ مجمع عام میں جس میں اکثر صحابہ موجود ہوتے تھے۔ پکار کر کہتے کہ اس مسئلے کے متعلق کسی کو حدیث معلوم ہے؟

۳۔ سند اور روایت کے متعلق حضرت عمرؓ نے یہ مقدم اصول قائم کیے۔

(الف) روایت کا بالفظ ہونا ضروری ہے۔

(ب) خبر واحد میں تائیدی شہادت کی حاجت ہے۔

(ت) محض راوی کا ثقہ ہونا روایت کے لئے کافی نہیں۔

(ث) خبر واحد ہمیشہ قابل حجت نہیں ہوتی۔

(ج) روایت کے اعتبار میں موقع اور محل کی خصوصیات کا لحاظ شرط ہے۔

## قارئین کرام!

۱۔ حضرت عمرؓ روایات کے معاملے میں بہت شدت سے چھان بین کرتے تھے۔

۲۔ اس کے باوجود آج بھی ایسی حدیثیں ملتی ہیں جو ہمارے باپ دادا نے نہیں سنیں۔ واقعی پیارے رسول کریم ﷺ کا فرمان مبارک حق ہے۔ آپ صاحب کلی علم غیب ہیں۔ چنانچہ ان کو کتاب اللہ پر پرکھنا بہت ضروری ہے۔ خصوصاً جب رحمۃ للعالمین رؤف رحیم ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور ذات اقدس سے متعلق ہوں۔

۳۔ بخاری شریف میں تو یہ حدیث بھی ہے کہ حضور 'اپنی جوئیں مارا کرتے تھے' استغفر اللہ۔ جس ہستی کا پسینہ خوشبوؤں سے زیادہ معطر ہو۔ جس کا گزر کسی گلی سے ہو جائے تو بعد میں گزرنے والے خوشبو سونگھ کر اندازہ کریں کہ یہاں سے محبوب ﷺ کا گزر ہوا ہے۔ جس کے جسم اقدس پر مکھی نہ بیٹھے وہاں جوؤں کا کیا کام۔ (محدثین نے اسے رد کیا ہے)

۴۔ بندہ پچھلے کئی سالوں سے ایک کتاب بنام خوشبوئے محبوب لکھنا چاہ رہا ہے لیکن جو خوشبو مبارک سونگھی ہے وہ بیان نہیں کر سکتا۔ مدینہ منورہ میں دو سال قیام کے دوران تمام عطاروں کی دکانوں پر گیا لیکن خوشبوئے محبوب نہ ملی۔ اس دنیا کے کسی بھی عطار کے پاس ایسی خوشبو نہیں۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کی خوشبو جنت کی خوشبو ہے۔

# حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی اخذِ روایت میں احتیاط

۱۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا روایت حدیث کے بارے میں طریقہ یہ تھا کہ آپ احادیث لینے میں (احتیاطاً) بہت زیادہ شدت سے کام لیتے تھے۔آپ صرف ایسی روایت بیان کرنا مناسب سمجھتے تھے جو بالکل اسی طرح یاد ہو جس طرح پہلی مرتبہ سنی ہو۔

(امام طحاوی' مقام ابو حنیفہ ص ۱۳۴ بحوالہ الجواہر جلد ۱)

۲۔ وہ کسی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی روایت کو بھی جبکہ اسے زبانی یاد نہ ہو روایت کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔(الکفایہ)

۳۔ ابو عصمہ نے حضرت امام سے دریافت کیا کہ آپ مجھے کن لوگوں سے روایت لینے کا حکم کرتے ہیں تو فرمایا "ہر اس معتبر ثقہ شخص سے اگرچہ وہ جماعت سے ہٹا ہوا ہو سوائے شیعہ کے کہ ان کا اصل عقیدہ یہ ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کو گمراہ ثابت کریں۔" (حاشیہ ابو حنیفہ ص ۱۶۳ بحوالہ الکفایہ فی علم الروایہ بحوالہ عبد اللہ بن مبارک)

۴۔ اخذ روایت میں امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ قاضی ابو یوسف رضی اللہ عنہ کی تائید کی ہے کہ شیعہ سے روایت قبول نہ کی جاوے۔ (خطیب بغدادی بحوالہ مذکور بالا)

۵۔ امام وکیع بن الجراح رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "بلاشبہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے حدیث میں وہ احتیاط کی ہے جو اور کسی نے نہیں کی۔"

(مقام ابی حنیفہ ص ۱۳۴ بحوالہ مناقب امام صدر الائمہ جلد ۱)

۶۔ امام عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے۔ "امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ علم کے حاصل کرنے میں بڑے سخت محتاط اور حدود الٰہیہ کی بے حرمتی پر بے حد مدافعت کرنے والے تھے

اور وہ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو ثقہ راویوں سے مروی ہوتی تھیں اور آنحضرت ﷺ کے آخری فعل کو لیا کرتے تھے۔

(مقام ابو حنیفہ ص ۱۳۳ بحوالہ الانتقاء لابن عبد البر)

۷۔ امام عبد الوہاب شعرانی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

جو حدیث آنحضرت ﷺ سے منقول ہو اس میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ یہ شرط لگاتے تھے کہ عمل سے پہلے دیکھ لیا جاوے کہ راوی حدیث سے صحابی تک پرہیز گاروں کی ایک خاصی جماعت اسے نقل کرتی ہے، پھر وہ قابل عمل ہو گی۔"

(میزان الکبریٰ جلد ا، مقام ابو حنیفہ ص ۱۳۴)

۸۔ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب اور رائے نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ سخت مذہب ہے اور عمل اس کے خلاف پایا ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ بخاری و مسلم کے ان رواۃ کی تعداد جو شرط مذکور پر پورے اترتے ہوں نصف تک بھی پہنچے۔" (مقام ابو حنیفہ ص ۱۳۵ بحوالہ تدریب الراوی)

# حدیثوں کے راویوں کی اقسام

## فرمان مولائے کائنات شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم

بعض چیزیں رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط طور پر کیسے منسوب ہو جاتی ہیں تو اس کی بڑی وجہ وہ کذاب اور وضاع راوی ہیں جو اپنی محدثیت کی دکان چمکانے کے لیے طرح طرح کی حدیثیں گھڑ کے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے رہے۔ لیکن ایسی رواتیوں کا اسماء الرجال کے ذریعے بآسانی پتہ چلایا جاسکتا ہے البتہ کچھ روایتیں ایسی ہوتی ہیں کوئی بھی راوی کذاب نہیں ہوتا اس کے باوجود ان کی نسبت رسول ﷺ کی طرف درست نہیں ہوتی اور اس کا سبب باب مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ حدیثوں کے راوی تین قسم کے ہوا کرتے ہیں۔

الف۔ وہ مخلص مومن جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہا اور آپ ﷺ کی گفتگو کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھا۔

ب۔ وہ اعرابی جو کسی باہر کے قبیلے سے آیا اور رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا مگر اس کا صحیح مطلب نہ سمجھ سکا اور اپنے قبیلے میں واپس جا کر جو کچھ سمجھا تھا اس کو اپنے الفاظ میں بیان کردیا، جس کی وجہ سے مفہوم میں تبدیلی واقع ہوگئی۔

ج۔ وہ منافق جس کا نفاق ظاہر نہیں تھا۔ اس نے جھوٹ اور افتراء کے طور پر بات گھڑی اور اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف (بالواسطہ یا بلاواسطہ) منسوب کردیا۔ سننے والے نے اس کو سچا مومن سمجھتے ہوئے اس کی بات پر یقین کرلیا اور اس کی روایت کو دوسروں کے سامنے ذکر کردیا۔ اس طرح وہ جھوٹی روایت پھیل گئی۔

قسم دوم اور قسم سوم میں یہ فرق تو ضرور ہے کہ ایک کو غلط فہمی ہوئی۔ دوسرے نے

جان بوجھ کر شرارت کی لیکن بہر صورت ان کی روایات کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا بالیقین غلط ہے۔ خواہ بعد کے راوی کتنے ہی ثقہ اور مستند کیوں نہ ہوں۔ اس لیے روایات کو کتاب اللہ پر پیش کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی روایات قرآن کے مطابق ہوئی تو وہ بالیقین رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے۔ جس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا ہر مومن کے لیے ضروری ہے اور اگر قرآن کے خلاف ہوئی تو وہ کسی غلط فہمی یا نفاق کا شاخسانہ ہے اور اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف باطل ہے اور قابل قبول نہیں۔ حاصل یہ کہ رسول اللہ کی حدیث کبھی بھی قرآن کے خلاف نہیں ہوتی، نہ ہو سکتی ہے۔

# حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک

میرے بعد تمہارے پاس بیشتر روایات پہنچیں گی۔ جب بھی کوئی روایت تمہارے سامنے آئے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب پر پیش کرنا جو کتاب اللہ کے موافق ہو اس کو قبول کر لو۔ یقیناً اس کا انتساب میری طرف درست ہوگا اور جو قرآن حکیم کے معارض و مخالف پائی جائے اس سے اس کو رد کر دینا۔ یقین کرو میں بری ہوں۔

نوٹ: فرمان نبی ﷺ سے اور بڑی کوئی کسوٹی نہیں جس سے روایات کو پرکھا جا سکے ان حضرات کے لیے مشعل راہ ہے جو اندھا دھند ہر روایت کو مان لیتے ہیں کہ جی یہ بخاری یا مسلم میں لکھا ہے۔

# راوی حضرات کی خطائیں۔ ایک بہت بڑی مثال

## احادیث میں اپنی طرف سے اضافہ

تمام روائتوں میں سب سے زیادہ صحیح رہایات وہ سمجھی جاتی ہیں جو صحیح بخاری میں ہیں اور صحیح بخاری کی جملہ روایات کے ایک راوی ہشام ہیں اور ہشام کے شاگردوں میں سب سے معتبر، معتمد اور مستند سفیان ابن عینیہ ہیں۔

ہر غلطی اور لغزش سے منزہ اور پاک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ راوی خواہ کتنا ہی سچا اور مستند کیوں نہ ہو، اس سے کہیں نہ کہیں غلطی اور بھول چوک ہو ہی جاتی ہے۔ ثقہ اور معتبر راوی بھی انسان ہی ہوتے ہیں اس لیے ان کو غلطی لگ جانا نہ صرف ممکن ہے بلکہ اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جہاں صورتحال ایسی ہو کہ ثقہ راوی کی روایت کو تسلیم کرنے سے شان رسالت پر حرف آتا ہو تو پھر تحفظ شان رسالت کو مقدم سمجھنا چاہیے اور اس روایت کو سراسر من گھڑت قرار دینے میں تامل نہیں کرنا چاہیے۔ اسی بنا پر تو کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ ہم پیغمبروں کو سچا قرار دیں اور اس روایت کے راویان کو جھوٹا کہہ دیں۔

## حضرت سفیان ابن عینیہ

بہت ہی جلیل القدر ہستی ہیں۔ ثقہ ہیں، ثبت ہیں، حجت ہیں، حافظ ہیں، امام ہیں۔ غرضیکہ ایک مستند اور معتمد راوی کے لیے جتنے بھی الفاظ کتب اسماء الرجال میں مستعمل ہیں وہ سب ان کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ بڑی بڑی مقتدر اور راہنما ہستیاں ان کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ اور ان کے فضائل و مناقب میں اسماء الرجال والے کہتے ہیں کہ کثیرہ جدا یعنی بہت زیادہ ہیں۔ علم حدیث کا ایک بحر ذخار تھے جس سے ایک دنیا سیراب و فیضیاب ہوئی، تاہم رواجت حدیث میں ان سے خطائیں بھی سرزد ہوتی رہتی تھیں۔ اس سلسلے میں علامہ ذہبی نے جو کچھ لکھا ہے اس کا ترجمہ مولانا احمد رضا خان حضرت بریلوی کے حوالے سے پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں

یہ ہیں محدثین کے امام الائمہ سفیان ابن عیینہ، جنہوں نے زہری سے روایت میں بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی۔ امام احمد فرماتے ہیں۔ مجھ میں اور علی ابن مداینی میں مذاکرہ ہوا کہ زہری سے روایت میں ثابت ترکون ہے۔ علی نے کہا ''سفیان ابن عیینہ'' میں نے کہا۔ ''امام مالک'' کہ ان کی خطا سفیان کی خطاؤں سے کم ہے۔ قریب بیس احادیث ہیں جن میں سفیان نے غلطی کی۔ پھر انہوں نے اٹھارہ گنا دیں اور ان سے کہا۔ ''آپ مالک کی خطائیں بتائیں؟'' وہ دو تین حدیثیں لائے۔ پھر جو میں نے خیال کیا تو سفیان نے بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے۔ ''ذکر فی المیزان با ایں ہمہ امام سفیان کے ثقہ، ثبت، حجت ہونے پر علمائے امت کا اجماع ہے۔'' ان کی خطاؤں کا تناسب کچھ زیادہ ہے کیونکہ زہری سے انہوں نے کل تین سو کے لگ بھگ روایتیں لی ہیں اور ان میں انہوں نے بیس سے زیادہ خطائیں کی ہیں۔ اس طرح ان کی خطاؤں کا تناسب سات فیصد کے قریب بنتا ہے۔ حالانکہ یہ زہری کی روایتوں کے سب سے پختہ حافظ مانے جاتے ہیں۔ جبکہ ہشام کی روایتوں میں ان کا اثبت اور احفظ ہونا اسماء الرجال والوں نے کہیں بیان نہیں کیا۔ تو اپنے جس استاد کی روایتوں کے یہ انتہائی پختہ حافظ ہیں۔ اگر اس کی روایات میں ان کی خطاؤں کا تناسب سات فیصد ہے تو جن اساتذہ کی روایات، میں ان کا پختہ ہونا کہیں مذکور نہیں۔ مثلاً ہشام...... ان کی روایات میں ان کی خطاؤں کا تناسب نہ جانے کیا ہوگا؟

# احادیث میں ردوبدل (اضافہ) کی مثال

## سفیان ابن عینیہ کا کارنامہ

امام بخاری کتاب الدعوات میں ایک حدیث اس سند کے ساتھ لائے ہیں۔

حدثنا علی ابن عبد اللہ قال حدثنا سفیان قال حدثنا سمی، عن ابی صالح، عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ ﷺ یتعوذ من جھد البلاء ودرک الشقاء و سوء القضاء و شماتۃ الاعدا:

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (چار چیزوں سے) پناہ مانگا کرتے تھے۔ سخت مصیبت سے، بدبختی لاحق ہونے سے، بری تقدیر سے اور دشمنوں کی شماتت سے۔ اس حدیث کے راوی سفیان ابن عینیہ ہیں اور وہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد نہایت معصومیت سے اعتراف کرتے ہیں۔

قال سفیان ان الحدیث ثلث، زدت انا واحدۃ لا ادری ایتھن ھی

سفیان نے کہا...... حدیث میں صرف تین چیزوں کا ذکر ہے۔ ایک میں نے بڑھا دی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کون سی ہے۔

سبحان اللہ! کوئی پوچھے کہ چلیں مان لیا زمانہ گزر جانے کے بعد آپ کو یاد نہیں رہا کہ آپ نے کون سا اضافہ کیا لیکن سوال یہ ہے کہ پہلے اضافہ کیا ہی کیوں تھا؟

اس سوال کا جواب علامہ کرمانی دیتے ہیں سوال و جواب انہی کی زبانی سنیے

”ان قلت: کیف جازلہ ان یخلط کلامہ بکلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،حیث لا یفرق بینھا ؟“

قلت: ما خلط اشتبہ علیہ تلک الثلاثۃ بعینھا و عرف الھا کانت ثلثہ

من هذه الاربعة، فذكر الاربعة تحقيقا لرواية تلك الثلاثة قطعا اذلا مخرج منها"

(اگر تم اعتراض کرو کہ سفیان کے لیے یہ بات کیسے جائز ہوگئی کہ وہ اپنے کلام کو رسول اللہ ﷺ کے کلام میں اس طرح غلط ملط کر دیں کہ دونوں میں فرق ہی نہ کیا جا سکے۔ تو میں جواب دوں گا کہ انہوں نے غلط ملط نہیں کیا، بلکہ ان پر تینوں کی تعیین مشتبہ ہوگئی تھی لیکن وہ جانتے تھے کہ وہ تین انہی چار میں سے تھیں، اس لیے انہوں نے چار کو ذکر کر دیا تا کہ تین چیزیں یقینی طور پر ان میں آجائیں کیونکہ ان سے نکلنے کی اور کوئی صورت ہی نہیں تھی۔

اگر سفیان کو یہ پتہ نہ ہوتا کہ میں نے کونسی چیز کا اضافہ کیا ہے تو یہ جواب چل جاتا مگر مصیبت یہ ہے کہ صحیح اسماعیلی میں سفیان کی جو روایت مذکور ہے اس وضاحت میں موجود ہے کہ اضافی چیز "شماتة الاعداء"!

"وقد اخرج الاسماعيلى الحديث من طريق عمرو عن سفيان فبين فيه ان الخصلة المزيدة هى شماتة الاعداء"

(اور اسماعیلی نے اس حدیث کو عمر کے واسطے سے سفیان سے روایت کیا ہے اور اس میں وضاحت کی ہے کہ جس صفت کا ازالہ کیا گیا ہے وہ شماتت الاعدا ہے)

اب اس الجھن کا کیا حل ہو کہ ایک روایت میں اضافہ شدہ چیز کا تعین موجود ہے۔ جبکہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق سفیان کہتے ہیں "میں نہیں جانتا کہ وہ کونسی چیز ہے" اس کا جواب علامہ قسطلانی نے یہ دیا ہے

"ولعل سفيان كان اذا حدث ميزها ثم طال عليه الامر، يطرء عليه النسيان، فحفظ بعض من سمع تعيينها منه قبل ان يطرء عليه النسيان ثم كان بعد ان خفى عليه تعيينها يذكر كونها مزيدة مع ابهامها"

ہوسکتا ہے کہ سفیان پہلے جب یہ حدیث بیان کرتے ہوں تو اپنے اضافے کو واضح کر دیتے ہوں، پھر لمبے عرصے بعد ان پر نسیان طاری ہو گیا تو جن لوگوں نے نسیان طاری ہونے سے پہلے ان کی زبان سے اضافے کی تعیین سنی تھی۔ انہوں نے اس کو یاد رکھا۔ مگر بعد میں سفیان پر وہ تعیین مخفی ہو گئی اس لیے وہ کسی غیر معین چیز کا اضافہ بیان کرنے لگے حاصل یہ کہ پہلے ان کو اپنے اضافے کا پتہ تھا اس لیے اسماعیلی کی روایت میں اس کی تعیین موجود ہے۔ بعد میں نسیان کی وجہ سے ان کے ذہن میں اضافہ معین نہ رہا۔ اس لیے بخاری کی روایت میں کسی ایک مبہم اضافے کا ذکر ہے۔

اس طرح تعین اور ابہام کا تعارض تو رفع ہو گیا مگر ہمارا سوال مزید مستحکم ہو گیا کہ جس زمانے میں ان کو یہ معلوم تھا کہ یہ میرا اضافہ ہے اسی وقت اس کو انہوں نے نکال کیوں نہ دیا؟ اگر بات یہیں تک رہتی تو پھر بھی خیر تھی مگر انہوں نے مزید ظلم یہ کیا کہ کچھ عرصے بعد اضافے کے بارے میں بتائے بغیر ان چاروں چیزوں کو یقینی طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا شروع کر دیا۔ اس بات کا اعتراف علامہ کرمانی کو بھی ہے مگر ان کے پاس اس کا جواب کوئی نہیں ہے۔

روی البخاری عنه فی کتاب القدر الحدیث و ذکر فیه الاربعة مستند الی رسول الله ﷺ جزما بالا ن تردد ولا شک ولا قول بزیادة

(بخاری میں کتاب القدر میں سفیان ہی سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ مگر اس میں چاروں چیزوں کو یقینی طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہاں سفیان نے نہ تو کسی تردد اور شک کا اظہار کیا ہے اور نہ یہ بتایا ہے کہ ایک میں نے زیادہ کی ہے)

علامہ کرمانی نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہی حدیث ہے اور اسی سند

کے ساتھ اس کو سفیان نے بیان کیا ہے۔ البتہ اس کے ابتدائی الفاظ میں تھوڑا سا تغیر کر دیا ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ پناہ مانگا کرتے تھے۔ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پناہ مانگا کرو" سے بدل دیا ہے۔ باقی تمام الفاظ وہی ہیں۔ حدیث مع السند ملاحظہ فرمائیے۔

حدثنا مسدد قال حدثنا سفیان عن سمی، عن ابی صالح عن ابی هریرة عن النبی ﷺ نعوذ بالله من جهد البلاء و درک الشفاء و سوء القضاء و شماتة الاعداء○

اس حدیث میں سفیان نے پورے دھڑلے سے چاروں باتیں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ جن میں سے ایک بالیقین ان کی اپنی تیار کردہ ہے اسی لیے ہم نے کہا کہ سفیان حدیث میں من پسند اضافے کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ الفاظ میں، وہ جان بوجھ کر یا بھول کر اضافہ کر دیتے ہیں۔

قارئین کرام!

یہ صرف ایک مثال تھی جو ایک راوی کے متعلق ایک حدیث پاک میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا یا ردو بدل کرنا تھی۔ ایسی بے شمار مثالیں ملیں گی جن کو مفسرین حضرات نے اپنی تفسیروں میں جگہ دی اس لیے یہ لازم ہو جاتا ہے کہ روایت واحادیث کی پڑتال قرآن حکیم پر کی جائے۔

## غلط روایت کی ایک اور مثال

### روایت ہے کہ

حضرت ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو جزیہ سے معاف کردیا تھا اور معافی کی دستاویز لکھوادی تھی۔

### روایت کی چھان بین

ملا علی قاری اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ روایت مختلف وجوہ سے باطل ہے۔

1: اس معاہدہ پر سعد بن معاذؓ کی گواہی بیان کی جاتی ہے حالانکہ وہ غزوہ خندق میں وفات پاچکے تھے۔

2: دستاویز میں کاتب کا نام معاویہ ہے حالانکہ وہ فتح مکہ میں اسلام لائے۔

3: اس وقت تک جزیہ کا حکم ہی نہیں آیا تھا جو جنگ تبوک کے بعد آیا۔

4: دستاویز میں تحریر ہے کہ یہودیوں سے بیگار نہیں لی جائے گی۔ حالانکہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بیگار کا رواج ہی نہ تھا۔

5: خیبر والوں نے اسلام کی سخت مخالفت کی تھی۔ ان سے جزیہ کیوں معاف کیا جاتا۔

6: عرب کے دور دراز حصوں میں جزیہ معاف نہیں ہوا حالانکہ ان لوگوں نے مخالفت اور دشمنی نہیں کی تھی تو خیبر والے کیونکر معاف ہوسکتے تھے۔

7: اگر جزیہ ان کو معاف کردیا گیا تو یہ اس بات کی دلیل تھی کہ وہ اسلام کے دوست ہیں اور واجب الرعایہ ہیں حالانکہ چند روز کے بعد خارج البلد کردیئے گئے۔

### قارئین کرام!

اس طرح کی سینکڑوں مثالیں ملیں گی جہاں گھڑی ہوئی حدیثوں۔۔۔نے فتنے کو سہارا دیا۔

# کچھ مفسرین کی غلطیوں کے متعلق

## امام حضرت احمد رضا خاں صاحب کا فرمان (فتاویٰ رضویہ ج 9 ص 75)

## "نہ تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب"

### حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے فرمایا

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ رسول کریم ﷺ سب سے زیادہ قرآن سمجھنے والے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو معلم کا خطاب کیا۔ (یعلمھم الکتاب و الحکمہ) صحابہ کرام جن کی مادری زبان عربی تھی وہ بھی قرآنی آیات کے متعلق رسول کریم سے ہی پوچھا کرتے تھے۔ بعد کے زمانے مختلف علمائے کرام نے تفسیریں لکھیں اور کئی معاملات میں عدم توجہی کی وجہ سے رسول ﷺ کی طرف غلط باتیں منسوب کر گئے۔ امام العلماء الربانین قبلۃ الاولیاء المکاشفین حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے فرمایا۔

و منه علم تنزیه الانبیاء مما نسب الیهم المفسرون من الطامات مما لم یجی فی کتاب الله و هم یزعمون انهم فسروا کلام الله فی ما اخبر به عنهم نسال الله العصمت فی القول و العمل فلقد جاء و ابا کبر الکبائر..... الخ (فتوحات مکیه)

ہر مفسر کے لیے ضروری ہے کہ اسے حضرات انبیاء علیہم السلام کی طرف ہلاکت خیز باتیں منسوب کرنے سے بچنے کا علم ہونا چاہیے وہ اس علم کے نہ ہونے کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ ہم قرآن کی تفسیر کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ نبیوں کی شان میں بدگوئی کر کے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے قول و عمل سے بچائے۔

ایسے ہی شقی ائمہ و مفسرین کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا: انما اخاف علی امتی الائمه المضلون ○ (کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق للمناوی علی ہامش الجامع الصغیر للسیوطی ص 76)

شریعت کی حفاظت کیا ہے سابقہ مفسرین حضرات معصوم نہ تھے انہوں نے بھی غلطیاں کی ان کی تقلید ضروری نہیں کیونکہ عقائد میں تقلید لازم نہیں

قارئین کرام!

قرآن حکیم کی آیات کی تفسیر صدیوں سے لکھی جارہی ہے۔ تفسیر لکھنے والے علمائے حق بھی تھے اور علمائے سوء بھی تھے اور ہیں۔ یہ لوگ نہ تو معصوم تھے کہ ان سے غلطی نہ ہوتی ہو اور نہ ہی انہیں ہر بات کی سمجھ ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ہر انسان کا مقیاس ذہانت کا سٹینڈرڈ مختلف ہوتا ہے۔ کسی کا اوسط درجہ کسی کا اوسط درجہ سے زیادہ اور کسی کا اوسط درجہ سے کم بلکہ کم تر ہوتا ہے۔ ان مفسرین کی اغلاط کی مثالیں لکھنے سے پہلے ایک بات ضروری ہے جسے سمجھنا چاہیے۔

سمجھ کی بات:

بندہ پر یہ اعتراض بھی ہوا کہ میں (بقول معترضین) نے اکابر علماء سے آیات ''ذنب'' سوہ عبس کی تشریح ''روایت سحر اور ایمان ابوطالب'' پر اختلاف کیا ہے، جو کہ ان معترضین کے نزدیک قابل قبول بات نہیں۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ عقائد میں تقلید لازم نہیں یہ اپنی اپنی سمجھ کی بات ہے۔ بڑے بڑے علماء نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا۔ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے ایسی تشریحات کو تطفل (بچپنے) سے تعبیر کیا ہے۔ خصوصاً عربی لغات کے متعلق۔ اگر امام شامی رحمہ اللہ کی وہ تطفلات لکھیں حضرت امام احمد رضا بریلوی نے نشان زدہ کیں تو کئی صفحات درکار ہیں۔ (فتاوی رضویہ) اس لیے اختلاف کرنا کوئی جرم نہیں (ہاں اگر رسول کریم ﷺ کی شان اقدس میں منفی طرز کا اختلاف ہو جیسے نانوتوی، گنگوہی، تھانوی، دہلوی اور دیگر...... نے کیا اور کفر کے مرتکب ہوئے تو جرم ہے) اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ اپنے دلائل سے بات کریں اور دوسرے کو قائل کریں۔

# مفسرین کی اغلاط کی مثالیں

## مفسر رازی کے متعلق

شیخ مجدد الدین بغدادی نے خواب میں رسول کریم ﷺ سے پوچھا اور آپ ﷺ نے فرمایا ھو رجل معتوب ٥

حضرت مولانا غلام مہر علی صاحب اپنی کتاب ''معرکۃ ذنب اور جوابات رضویہ'' کے صفحہ 37 پر حوالے دے کر لکھتے ہیں۔

مثالی رازی مولوی احمد سعید شاہ کاظمی اور ہم چنیں مفسرین خازن وابن کثیر کس باغ کی مولی ہیں، ان کے امام المفسرین فخر الدین اصلی رازی بھی اپنی تفسیر کبیر میں جس کی اقتدا میں کاظمی صاحب بھی حضور ﷺ کی طرف مغفرت ذنب بسوء ظن خلاف اولیٰ منسوب کر کے لغزش میں آئے۔ غالباً ایسے ہی خلاف اولیٰ وغیرہ نازیبا الفاظ بولنے کی وجہ سے معتوب بارگاہ رسالت ہو چکے ہیں۔ علمائے اسلام میں سب سے بڑا یہ مفسر تفسیر کبیر لکھ کر اپنی ساری عمر کے ضیاع پر روتا رہا آخر ہوا۔

حضرت شیخ مجدالدین بغدادی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ..نے فخر الدین رازی کے متعلق پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

''ھو رجل معتوب'' وہ عتاب میں ہے (دستور العلماء ص 10)

حضرت پڑھاروی ''نبراس'' میں لکھتے ہیں کہ کسی عالم نے امام رازی کو روتا دیکھ کر وجہ دریافت کی تو رازی صاحب نے کہا:

''ابکی علی ضیاع العمر'' اپنی عمر کی بربادی پر رو رہا ہوں۔ کہ میں نے عمر بھر جو مسئلے اپنی سمجھ اور دلائل سے قائم کیے تھے اب معلوم ہوا کہ وہ سب غلط تھے۔ (نبراس ص 108)

یہ ہے ان مفسرین کا امام المفسرین ! جن کے حوالوں پر سعیدی مولویان کا گروہ حضور تاجدار حسن ازل ﷺ کو ترک افضل و خلاف اولیٰ نا بہتر و ناپسندیدہ کاموں کا مرتکب ٹھہرا رہا ہے جو کہ بایں جرم سب کے سب بوجہ شناعت قول ہذا معتوب و مردود بارگاہ رسالت ہو چکے ہیں۔ اس لیے مفسرین کی موافق عظمت مصطفی ﷺ بات تو مان لی جائے مگر مخالف عقل و شرع و مخالف مناسبت نبوت کوئی بات نہ مانی جائے۔ یہ گروہ مفسرین خادم علم گروہ بھی ہے مگر خطرناک بھی۔ خود تفسیر جلالین میں کچھ ایسی خطرناک باتیں درج ہیں کہ جن سے ہر مؤدب مومن کا دل کانپ جاتا ہے۔ راوی کی عمر ضائع ہوگئی اور اس کے مقتدی رازی داروں بننے والے کاظمی صاحب کی عمر بھی ضائع ہوگئی اور مزید حادثہ یہ کہ سنی مسلمانوں کو گستاخ رسول بنانے کا دروازہ کھول گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون o حضور ﷺ کے کسی بھی فعل مبارک کو خلاف اولیٰ لکھنے والے کسی بھی مفسر کو ہم مفسر نہیں بلکہ مقصر کہتے ہیں

امام قرطبی:

اور خود کاظمی صاحب بڑے بڑے مفسرین کا رد کر چکے۔ دیکھیے وہ ہر جگہ تفسیر ''قرطبی'' کے گیت گاتے تھے مگر ہاروت و ماروت کے ذکر میں صرف قرطبی و صاحب روح المعانی ہی نہیں بلکہ دنیا کے اجلہ مفسرین کو تساہل و غلطی کا مرتکب قرار دے کر ان کے اقوال سے اس طرح برات کا اظہار کر رہے ہیں۔

''ہم امام قرطبی کی تاویل کو ان کے تساہل پر محمول کرتے ہیں۔ اجلہ علماء محدثین و مفسرین سے تساہل ہوا ہے۔ (ماہنامہ السعید نومبر 2000 ص 15)

دیکھیے امام قرطبی نے وما انزل علی الملکین کے ما کے نافیہ اور ملکین سے حضرت جبرائیل و میکائیل مراد ہونے کی تفسیر گھڑی تو صاحب روح المعانی نے اسے کم علمی اور قلیل بضاعتی قرار دیا۔ اب کاظمی صاحب قرطبی کو معہ اجلہ محدثین و مفسرین تساہل (ڈنڈی) قرار دے کر انہی کی ناک کاٹ رہے ہیں اور صاحب روح المعانی کو بھی نالائق گفتگو کا مرتکب لکھ رہے ہیں۔

# مولوی علاء الدین خازن اور سورۃ عبس کی تفسیر

## اور مولوی علاء الدین خازن لکھتے ہیں

حتی ظهرت الكراهة فی وجه رسول الله ﷺ لقطعه كلامه و قال فی نفسه يقول هولاء الصناديد انما اتبعه الصبيان و العبيد و السفلة فعبس و وجهه و اعرض عنه و اقبل علی القوم الذين كان يكلمهم فانزل الله هذه الا يات معاتبة لرسول الله ﷺ ٥

یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور میں ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوئے اس وجہ سے کہ انہوں نے ان کی بات کاٹی تھی۔ آپ نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بڑے لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ کے پیروکار، غلام اور کمتر قسم کے لوگ ہیں۔ اس وجہ سے آپ کے چہرہ پر ترش روئی کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ نے ان سے منہ موڑا اور قوم سے ہم کلام رہے ہیں اس پر یہ آیات بطور رسول اللہ ﷺ پر عتاب کے اتریں۔ (لباب التاویل ج 7 ص 208)

## وقال فی نفسه

آپ ﷺ نے اپنے دل میں کہا (قال کا فاعل رسول کریم ﷺ بتا رہے ہیں) مفسر نے رسول کریم ﷺ سے ایسی بات منسوب کی جو آپ ﷺ نے نہیں کی۔

سوال: یہ الفاظ مفسر نے کیوں کہے۔ کیا رسول اللہ ﷺ کا دل پڑھ لیا؟ کیا اس معاملے کے متعلق رسول کریم ﷺ کی کوئی حدیث پاک ہے؟ کوئی عالم ایسی کوئی حدیث تو بتائیں۔

جواب: رسول کریم ﷺ کا کوئی ایسا فرمان جس میں آپ ﷺ نے بتایا کہ میں نے اپنے جی میں یہ بات کہی۔ مفسر نے یہ بات اپنی طرف سے گھڑی ہے اور روز قیامت اسے جواب دینا پڑے گا کہ اس نے رسول کریم ﷺ سے بات کیوں منسوب کی جو آپ ﷺ نے نہیں فرمائی اس کی سزا کیا ہے؟

## مفسر ابن کثیر اور سورہ عبس کی تفسیر

مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں:

وو د النبی ﷺ ان لو کف ساعة تلک لیتمکنمن مخاطبة و لک الرجل طمعا و رغبة فی ھدایته و عبس فی وجه ابن ام مکتوم و اعراض عنه و اقبل علی الاخر فانزل اللہ تعالیٰ (عبس و تولی)

اور رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ کاش، وہ اس گھڑی رک جائیں تا کہ اس شخص سے گفتگو کرنا ممکن ہو اس کی ہدایت میں حرص اور رغبت رکھتے ہوئے اور رسول اللہ نے ابن ام مکتوب کے سامنے ترشروئی ظاہر کی اور اس سے منہ موڑا اور دوسرے شخص کی طرف متوجہ وئے اس پر عبس وتولی آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر القرآن العظیم ص 470 ج 4)

مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں ودالنبی رسول کریم ﷺ نے چاہا کاش وہ اس گھڑی رک جائیں

سوال: لفظ چاہا کس بنا پر لکھا مفسر کو کیسے معلوم ہو گیا کہ رسول کریم ﷺ کیا چاہتے ہیں؟ پھر اس گھڑی رک جائیں۔ حیرت ہے مفسر یہ الفاظ رسول کریم ﷺ کے قول مبارک کے بغیر اپنی طرف سے لکھ رہا ہے۔ کوئی عالم کوئی ایسی حدیث بتا سکتے ہیں جس میں رسول کریم ﷺ کا ایسا فرمان مبارک ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا ہو کہ "میں نے تمنا کی"

### قارئین کرام عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں!

اکثر مفسرین سے عدم توجہی کی وجہ سے تسامح ہوا ہے۔ اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں مفسرین حضرات تو ایک آیہ کے کئی قول لکھ جاتے ہیں اور بعض اپنے ذہن سے جو کچھ لکھتے ہیں ضروری نہیں وہ قابل قبول ہوں۔ خصوصاً رسول کریم ﷺ اپنے دل میں "کیا چا۔ ہتے تھے" یا "نفس میں کیا کہا" کی حدیث کی غیر موجودگی میں ایسے الفاظ نہیں لکھنے جائیں۔ یہ معاملہ تیز تلوار پر چلنے کے مترادف ہے بلکہ جس نے رسول کریم سے ایسی بات منسوب کیا جو آپ ﷺ نے نہیں کہی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

## حضرت عمرؓ نے زجر شدید فرمایا تھا نہ قتل کیا تھا

(فتاوی رضویہ جلد 8 ص 392 اشاعت جون 1995)

امیر المومنین ایک شخص کو جو تلاوت بکثرت کرتا زجر شدید فرمایا

قارئین کرام!

دیکھا مفسرین حضرات کی اغلاط میں کتنی لاپرواہی نظر آتی ہے۔ ایک امیر المومنین پر بھی بہتان لانے سے باز نہیں آئے اور بہتان بھی قتل کرنے کا

## سورۃ نجم کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے لاپرواہی دکھائی

سورۃ نجم کے نزول کے لیے سال کا تعین کرنے کی بے سند روایات لکھی گئی ہیں۔ پھر حرم شریف کے صحن میں ایک مجمع عام کے سامنے اس کی تلاوت اور آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سجدہ۔ حاضرین نے جن میں کافر۔ جن و انس اور جمیع مسلمان سب شامل تھے۔ بعض مفسرین نے اس میں تلک الغرانیق العلی والے من گھڑت اور جھوٹے قصے کو بھی بیان کیا ہے یعنی جب و منات الثالثۃ الاخری پڑھا تو شیطان نے کچھ کلمات ملا دیئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ منفی تاثر ہے حالانکہ رسول شیطانی کلمات کے خلط سے محفوظ ہوتا ہے۔

قارئین کرام

رسول کریم ﷺ کی شان اقدس بیان کرنا تلوار پر چلنے کے مترادف ہے۔ مفسر لوگ لکھتے وقت ذرہ بھر احتیاط نہیں کرتے نہ ایسی باتیں لکھ کر وہ اپنی منزل جہنم بنا رہے ہیں۔

# سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

# پر الزامات

(سورۃ عبس پڑھنے والے امام مسجد کو قتل کر دیا)

## قارئین کرام!

اس قسم کے کئی واقعات مفسرین نے بلا اسناد لکھے ہیں جو کہ ضعیف ہیں اور قصہ کہانی ہیں اور قصوں اور کہانیوں سے مذہب نہیں بنتے بلکہ نصوص قطعیہ اور قرآن وحدیث سے بنتے ہیں۔ (روح البیان سورۃ الحج آیۃ من کان یظن۔ کی تفسیر سے متعلق)

## سوالات

ا۔ کیا وہ اڑھائی سطروں میں لکھا ہوا بلا سند واقعہ غیر مستند ہونے کے باعث قبول کر لینا چاہیے؟ مفسر نے لفظ "یقال" لکھا ہے "یقال" سے تو بات نہیں بنتی۔

۲۔ کیا سیدنا فاروق اعظم کے خلاف بدمذہبوں نے ایسے من گھڑت واقعات آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو داغدار (معاذ اللہ) کرنے کے لئے نہیں لکھے؟

۳۔ کیا اس طرح کا ایک اور واقعہ جو آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی طرف منسوب ہے جس میں اس پاکیزہ دور میں اس قسم کے بدکاری کے واقعات کو ایک صحابی سے منسوب کرنا درست معلوم ہوتا ہے۔ جس میں کوئی سند نہیں۔

## حقیقت یہ ہے کہ

ان واقعات کا ذکر نہ تو کسی سیرت کی کتاب میں ہے اور نہ تواریخ کی کتابوں میں؟ خصوصاً سیدنا فاروق اعظم کی شان میں لکھی ہوئی کتابوں میں کہیں نہیں۔ نہ ہی ان کے واقعات میں شامل ہے؟

## اصل وجہ

بد مذہبوں نے ایسے واقعات گھڑے اور یہودیوں نے ان کی پشت پناہی کی کہ ایک خلیفہ وقت مسجد کے امام کو قتل کر دیتا ہے اس قرآن کے پڑھنے پر جس کے ایک ایک لفظ پہ دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ گویا کہ یہ ایک سازش تھی جس کا مقصد صرف یہ تھا امیر المومنین سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کردار کو منفی ظاہر کیا جائے۔ (معاذ اللہ)

۲۔ دین اسلام خصوصاً قرآن حکیم کی آیات کے متعلق منفی تاثر پیدا کیا جائے۔

۳۔ یہ بتایا جائے کہ رسول کریم ﷺ پہ (معاذ اللہ) عتاب ہوا تھا وغیرہ وغیرہ۔

## نوٹ

ا۔ کوئی ہے جو ایسی سند بتائے کہ یہ واقعہ کس سن میں ہوا۔ کس شخص نے یہ رپورٹ دی کہ کس مسجد میں کونسا امام 'سورہ عبس' پڑھتا تھا۔ پھر کب اور کیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا جبکہ وہ خود سربراہ حکومت تھے؟ ایسے واقعات کے بتانے کے لئے تمام تفاصیل بہت ضروری ہوتی ہیں۔ ورنہ لوگوں کے ذہن میں برا تاثر پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ اسی طرح دوسرے واقعہ یعنی آپ ؓ کے بیٹے کے اس فعل قبیح کے متعلق بھی کہیں کوئی تفصیل نہیں ملتی جسے یہودیوں نے گھڑ کر مشہور کر دیا۔ تاکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات اور اولاد کے متعلق منفی تاثر پیدا ہو۔

## قارئین کرام!

ا۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین و مصنفین کی تحریروں کو اندھا دھند قبول کرنا ضروری نہیں جو انہوں نے سن سنا کر اپنی کتابوں میں بغیر سند کے لکھ دیں۔

۲۔ ایسی باتیں نہ کریں جو رسول کریم ﷺ قرآن حکیم اور صحابہ کرام کے ... کا باعث بنیں اور دشمنان اسلام اس سے فائدہ اٹھائیں۔

# صحیح تاریخ شہادت حضرت عمرؓ معلوم نہیں

قارئین کرام!

حضرت عمرؓ پر کس دن حملہ کیا گیا اور وہ کس دن دفن ہوئے روایات اس سلسلے میں مختلف ہیں۔

۱۔ پہلی روایت کہتی ہے کہ وہ بدھ کے دن زخمی ہوئے اور جمعرات کے دن ۲۷ ذی الحج کو دفن کئے گئے۔

۲۔ دوسری روایت کہتی ہے کہ بدھ کے دن ان پر حملہ کیا گیا اور اتوار کے دن یکم محرم الحرام ۲۴ھ کی صبح ان کی تدفین ہوئی۔

۳۔ تیسری روایت کا بیان ہے کہ انہوں نے ۲۶ ذی الحج کو وفات پائی۔

۴۔ اور بھی روایات ہیں جن میں ان کی تاریخ وفات ۸ یا ۱۰ محرم الحرام ۲۴ھ بیان کی گئی ہے۔

قارئین کرام!

۱۔ اتنی عظیم ہستی جنہیں دنیا جانتی تھی اور ہے ان کے متعلق مورخین نہیں جانتے کہ صحیح تاریخ شہادت کون سی ہے اور لوگ ان کی طرف قصہ کہانی بنا کر امام مسجد کے قتل کی ذمہ داری منسوب کر رہے ہیں جس کے متعلق کسی کتاب میں ایسے واقعہ کا ذکر ہی نہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ایسے مولویوں کو ہدایت دے۔

# احادیث میں ردوبدل (اضافہ) کی مثال

## سفیان ابن عیینہ کا کارنامہ

امام بخاری کتاب الدعوات میں ایک حدیث اس سند کے ساتھ لائے ہیں۔

حدثنا علی ابن عبداللّٰہ قال : حدثنا سفین' قال : حدثنا سمی' عن ابی صالح' عن ابی هريرة قال : كان رسول اللّٰه ﷺ يتعوذ من جهد البلاء' ودرك الشقاء وسوء القضاء وشماتة الاعداء۔

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (چار چیزوں سے) پناہ مانگا کرتے تھے۔۔۔ سخت مصیبت سے' بدبختی لاحق ہونے سے' بری تقدیر سے اور دشمنوں کی شماتت سے۔) اس حدیث کے راوی۔ سفیان ابن عیینہ ہیں اور وہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد نہایت معصومیت سے اعتراف کرتے ہیں۔

قال سفیان : الحديث ثلث' زدت انا واحدة' لا ادرى ايتهن هى

سفیان نے کہا۔۔۔ "حدیث میں صرف تین چیزوں کا ذکر ہے۔ ایک میں نے بڑھادی' میں نہیں جانتا کہ وہ کون سی ہے۔"

سبحان اللہ! کوئی پوچھے کہ چلیں مان لیا' زمانہ گزر جانے کے بعد آپ کو یاد نہیں رہا کہ آپ نے کون سا اضافہ کیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ پہلے اضافہ کیا ہی کیوں تھا؟

اس سوال کا جواب علامہ کرمانی دیتے ہیں۔ سوال وجواب انہی کی زبانی سنئے!

"ان قلت : كيف جازله ان يخلط كلامه بكلام رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم بحيث لايفرق بينهما؟"

قلت : ماخلط' اشتبه عليه تلك الثلاثه بعينها و عرف انها كانت ثلثه من هذه الاربعه' فذكر الاربعه تحقيقا لروايه تلك

## ۳۔ سورۃ نجم

سورۃ نجم کے نزول کے لئے سال کا تعین کرنے کی بے سند روایات لکھی گئی ہیں۔ پھر حرم شریف کے صحن میں ایک مجمع عام کے سامنے اس کی تلاوت اور آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد رسول ﷺ نے سجدہ کیا۔ حاضرین نے جن میں کافر۔ جن وانس ہمع مسلمان سب شامل تھے۔ بعض مفسرین نے اس میں تلک الغرانیق العلے' والے من گھڑت اور جھوٹے قصے کو بھی بیان کیا ہے یعنی جب ومنتوا لثالثۃ الاخری پڑھا توشیطان نے کچھ کلمات ملادیئے۔۔۔۔ اس سے ظاہر ہے کہ منفی تاثر ملتا ہے حالانکہ پیغمبر شیطانی کلمات کے خلط سے محفوظ ہوتا ہے۔

## ۴۔ تاویلیں (قرآنی آیات کے خلاف)

مفسرین حضرات نے مختلف مقامات پر تاویلیں کرتے وقت ایسی اصلاحیں استعمال کی ہیں۔ جو قرآن کریم کے ہی خلاف ہیں۔ مثلاً 'خلاف اولیٰ' ترک افضل وغیر ہم۔ رسول کریم ﷺ تو خود اعلیٰ۔ اول اور افضل ہیں۔ قرآن حکم ہے آپ ﷺ حاکم ہیں۔ آپ ﷺ کا قول و فعل ہی شریعت ہے مگر مفسرین نے یہ پیمانے بنا کر رسول کریم ﷺ کے افعال مبارکہ کو ناپنا شروع کر دیا۔۔۔۔ ایک اور اصطلاح استعمال کی حسنات الابراء سیات المقربین۔۔۔۔ اب یہ ایک تو قرآن وحدیث میں نہیں اور دوسرے یہ کہ یہ ایک دوسرے سے متضاد ہیں کیونکہ مقرٔبین بھی تو ابرار ہی ہوتے ہیں۔ اگر ابرار کو ایک ثواب ملے تو مقربین کو دوگنا ملے گا وہاں 'سیئہ' کا کیا کام۔؟

نوٹ :۔ ان کے علاوہ قرآن حکیم میں کئی مقامات پر مفسرین کرام سے عدم توجہی سے تسامح ہوا ہے۔

(ہو سکتا ہے کہ سفیان پہلے جب یہ حدیث بیان کرتے ہوں تو اپنے اضافے کو واضح کر دیتے ہوں، پھر لمبے عرصے بعد ان پر نسیان طاری ہو گیا، تو جن لوگوں نے نسیان طاری ہونے سے پہلے ان کی زبان سے اضافے کی تعیین سنی تھی انہوں نے اس کو یاد رکھا، مگر بعد میں سفیان پر وہ تعیین مخفی ہو گئی اس لئے وہ کسی غیر معین چیز کا اضافہ بیان کرنے لگے) حاصل یہ کہ پہلے ان کو اپنے اضافے کا پتہ تھا اس لئے اسماعیلی کی روایت میں اس کی تعیین موجود ہے، بعد میں نسیان کی وجہ سے ان کے ذہن میں اضافہ معین نہ رہا اس لئے بخاری کی روایت میں کسی ایک مبہم اضافے کا ذکر ہے۔

اس طرح تعیین اور ابہام کا تعارض تو رفع ہو گیا مگر ہمارا سوال مزید مستحکم ہو گیا کہ جس زمانے میں ان کو یہ معلوم تھا کہ یہ میرا اضافہ ہے اسی وقت اس کو انہوں نے نکال کیوں نہ دیا۔۔۔؟

اگر بات یہیں تک رہتی تو پھر بھی خیر تھی مگر انہوں نے مزید ظلم یہ کیا کہ کچھ عرصے بعد اضافے کے بارے میں بتائے بغیر ان چاروں چیزوں کو یقینی طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا شروع کر دیا۔ اس بات کا اعتراف علامہ کرمانی کو بھی ہے مگر ان کے پاس اس کا جواب کوئی نہیں ہے۔

"روی البخاری عنه فی کتاب القدر الحدیث و ذکر فیه الاربعه مسندا الی رسول اللہ ﷺ جزما بالأن ردولا شک ولا قول بزیادة"

(بخاری نے کتاب القدر میں سفیان ہی سے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ مگر اس میں چاروں چیزوں کو یقینی طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہاں سفیان نے نہ تو کسی تردد اور شک کا اظہار کیا ہے، نہ یہ بتایا ہے کہ ایک میں نے زیادہ کی ہے)

علامہ کرمانی نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہی حدیث ہے اور اسی سند کے ساتھ اس کو سفیان نے بیان کیا ہے' البتہ! اس کے ابتدائی الفاظ میں تھوڑا سا تغیر کر دیا ہے' یعنی "رسول اللہ ﷺ پناہ مانگا کرتے تھے" کو "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پناہ مانگا کرو!" سے بدل دیا ہے۔ باقی تمام الفاظ وہی ہیں۔ حدیث مع السند ملاحظہ فرمائیے!

حدثنا مسدد' قال : حدثنا سفیان' عن سمی' عن ابی صالح' عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال : نعوذ و باللّٰه من جهد البلاء' و درك الشقاء و سوء القضاء' وشماتة الاعداء

اس حدیث میں سفیان نے پورے دھڑلے سے چاروں باتیں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دی ہیں' جن میں سے ایک بالیقین ان کی اپنی تیار کردہ ہے۔ اسی لئے ہم نے کہا کہ سفیان حدیث میں من پسند اضافے کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ الفاظ میں وہ جان بوجھ کر یا بھول کر اضافہ کر دیتے ہیں۔

## قارئین کرام!

یہ صرف ایک مثال تھی جو ایک راوی کے متعلق ایک حدیث پاک میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا یا ردوبدل کرنا تھی۔۔۔۔ ایسی بے شمار مثالیں ملیں گی جن کو مفسرین حضرات نے اپنی تفسیروں میں جگہ دی اس لئے یہ لازم ہو جاتا ہے کہ روایت و احادیث کی پڑتال قرآن حکیم پر کی جائے۔

# مفسرین کی اغلاط کی مثال

(حوالہ تفسیر نعیمی۔ سورۃ الحجر آیت قال یآ بلیس مالک الا تکون مع السجدین)۔

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں تفسیر ابن عباس ان خرافات سے بھری ہوئی ہے۔

**کونسی خرافات:** لکھتے ہیں ابلیس نے جب سجدہ نہ کیا اس کا منظر نامہ یہ تھا۔" یہاں تفسیر ابن کثیر نے۔ تفسیر ابن عباس سے عجیب روایت نقل کی۔ فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا تو خبر دی میں بشر کو پیدا کرنے والا ہوں تم سب اسکو سجدہ کرنا۔ تمام ملائکہ نے انکار کر دیا کہ ہم نہیں کریں گے۔ رب تعالیٰ نے ایک آگ بھیجی جس نے تمام فرشتوں کو جلا کر ہلاک کر دیا۔ پھر دوسرے فرشتے پیدا کیے۔ اور ان کو حکم سجدہ دیا تو سب فرشتوں نے سمعنا واطعنا کہا ہم نے اطاعت کی مگر ان نئے فرشتوں میں صرف ابلیس منکر ہوا تو یہ استغفار ہوا جواباً ابلیس نے کہا کہ میں ایسا کم عقل نہیں ہوں کہ ایسے بشر کو سجدہ کروں جس کو تو نے خمیرے گارے کی حقیر مٹی سے پتلا بنایا۔ تفسیر ابن عباس کی یہ روایت قطعاً غلط اور اسرائیلی لغویات سے ہے یہی نہیں تفسیر ابن عباس ان خرافات سے بھری ہوئی ہے اسی لئے یہ تفسیر محققین کے نزدیک نامقبول ہے۔

قارئین کرام۔ دیکھا کیسی کیسی لغویات ان تفسیروں میں مفسرین نے بغیر پڑتال کیئے ہوئے لکھ دی ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ایک زمانہ آئے گا تم ایسی باتیں سنو گے جو تمہارے باپ دادا نے نہ سنی ہوں گی۔ انہیں قرآن پر پرکھنا۔

علامہ کرمانی نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہی حدیث ہے اور اسی سند کے ساتھ اس کو سفیان نے بیان کیا ہے' البتہ! اس کے ابتدائی الفاظ میں تھوڑا سا تغیر کر دیا ہے' یعنی "رسول اللہ ﷺ پناہ مانگا کرتے تھے" کو "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پناہ مانگا کرو!" سے بدل دیا ہے۔ باقی تمام الفاظ وہی ہیں۔ حدیث مع السند ملاحظہ فرمایئے!

حدثنا مسدد' قال : حدثنا سفیان' عن سمی' عن ابی صالح' عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال : نعوذ باللّٰہ من جھد البلاء' و درک الشقاء و سوء القضاء' وشماتۃ الاعداء

اس حدیث میں سفیان نے پورے دھڑلے سے چاروں باتیں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دی ہیں' جن میں سے ایک بالیقین ان کی اپنی تیار کردہ ہے۔ اسی لئے ہم نے کہا کہ سفیان حدیث میں من پسند اضافے کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ الفاظ میں وہ جان بوجھ کر یا بھول کر اضافہ کر دیتے ہیں۔

## قارئین کرام!

یہ صرف ایک مثال تھی جو ایک راوی کے متعلق ایک حدیث پاک میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا یا ردوبدل کرنا تھی۔۔۔۔ ایسی بے شمار مثالیں ملیں گی جن کو مفسرین حضرات نے اپنی تفسیروں میں جگہ دی اس لئے یہ لازم ہو جاتا ہے کہ روایت واحادیث کی پڑتال قرآن حکیم پر کی جائے۔

# غلط روایت کی ایک اور مثال

## روایت ہے کہ

حضرت ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو جزیہ سے معاف کر دیا تھا اور معافی کی دستاویز لکھوادی تھی۔

## روایت کی چھان بین

ملا علی قاری نے اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ روایت مختلف وجوہ سے باطل ہے۔

۱۔ اس معاہدہ پر سعد بن معاذؓ کی گواہی بیان کی جاتی ہے حالانکہ وہ غزوہ خندق میں وفات پاچکے تھے۔

۲۔ دستاویز میں کاتب کا نام معاویہ ہے حالانکہ وہ فتح مکہ میں اسلام لائے۔

۳۔ اس وقت تک جزیہ کا حکم ہی نہیں آیا تھا جو جنگ تبوک کے بعد آیا۔

۴۔ دستاویز میں تحریر ہے کہ یہودیوں سے بیگار نہیں لی جائے گی۔ حالانکہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بیگار کا رواج ہی نہ تھا۔

۵۔ خیبر والوں نے اسلام کی سخت مخالفت کی تھی۔ ان سے جزیہ کیوں معاف کیا جاتا۔

۶۔ عرب کے دور دراز حصوں میں جزیہ معاف نہیں ہوا حالانکہ ان لوگوں نے مخالفت اور دشمنی نہیں کی تھی تو خیبر والے کیونکہ معاف ہو سکتے تھے۔

۷۔ اگر جزیہ ان کو معاف کر دیا گیا تو یہ اس بات کی دلیل تھی کہ وہ اسلام کے دوست ہیں اور واجب الرعایہ ہیں حالانکہ چند روز کے بعد خارج البلد کر دیئے گئے۔

## قارئین کرام!

اس طرح کی سینکڑوں مثالیں ملیں گی جہاں گھڑی ہوئی حدیثوں نے فتنے کو سہارا دیا۔

# شریعت کی حفاظت کیا ہے سابقہ مفسرین حضرات معصوم نہ تھے انہوں نے بھی غلطیاں کیں ان کی تقلید ضروری نہیں کیونکہ عقائد میں تقلید لازم نہیں

قارئین کرام:

قرآن حکیم کی آیات کی تفسیر صدیوں سے لکھی جارہی ہے تفسیر لکھنے والے علمائے حق بھی تھے اور علمائے سوء بھی تھے اور ہیں۔ یہ لوگ نہ تو معصوم تھے کہ ان سے غلطی نہ ہوتی ہو اور نہ ہی انہیں ہر بات کی سمجھ ہونا ضروری ہے کیونکہ ہر انسان کا مقیاس ذہانت کا سٹینڈرڈ مختلف ہوتا ہے۔ کسی کا اوسط درجہ کسی کا اوسط درجہ سے زیادہ اور کسی کا اوسط درجہ سے کم بلکہ کم تر بھی ہوتا ہے۔ ان مفسرین کی اغلاط کی مثالیں لکھنے سے پہلے ایک بات ضروری ہے جسے سمجھنا چاہیے۔

سمجھ کی بات:

بندہ پر یہ اعتراض بھی ہوا کہ میں (بقول معترضین) نے اکابر علماء سے آیات "ذنب" سورہ "عبس" کی تشریح اور "روایت سحر" پر اختلاف کیا ہے جو کہ ان معترضین کے نزدیک قابل قبول بات نہیں۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ عقائد میں تقلید لازم نہیں یہ اپنی اپنی سمجھ کی بات ہے۔ بڑے بڑے علماء نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا۔ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے ایسی تشریحات کو تطفل (بچپنے) سے تعبیر کیا ہے۔ خصوصاً عربی لغات کے متعلق۔ اگر امام شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ تطفلات لکھیں حضرت امام احمد رضا بریلوی نے نشان زدہ کیں تو کئی صفحات درکار ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ) اس لیے اختلاف کرنا کوئی جرم نہیں (ہاں اگر رسول کریم ﷺ کی شان اقدس میں منفی طرز کا اختلاف ہو جیسے نانوتوی گنگوہی، تھانوی، دہلوی اور دیگر ...... نے کیا اور کفر کے مرتکب ہوئے تو جرم ہے) اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ اپنے دلائل سے بات کریں اور دوسرے کو قائل کریں۔ یہ نہیں کہ دلائل میں کمزوری ہو تو پھر مقابلہ کی بجائے گالی دے دیں کہ کر بل تو شیعہ ہے۔ یہ آپ اپنے منصب کی توہین کر رہے ہیں۔ خدارا اس راہ پر نہ چلیں۔ ہوش سے کام لیں۔ دیکھیں لکھتا کیا ہے؟ دلائل کی بنیاد قرآن و احادیث ہے کہ نہیں۔ دلائل میں کتنا وزن ہے۔

# مفسرین کی اغلاط کی مثالیں

## ۳۔ مفسر رازی کے متعلق:

حضرت مولانا غلام مہر علی صاحب اپنی کتاب ''معرکۃ ذنب اور جوابات رضویہ'' کے صفحہ ۳۷ پر حوالے دے کر لکھتے ہیں۔

مثالی رازی مولانا مولوی احمد سعید شاہ صاحب کاظمی اور ہم چنیں مفسرین خازن وحقی، جمل و صادی تو کس باغ کی مولی ہیں، ان کے امام المفسرین فخر الدین اصلی رازی بھی اپنی تفسیر کبیر میں جس کی اقتداء میں کاظمی صاحب بھی حضور ﷺ کی طرف مغفرت ذنب، بسوء ظن خلاف اولیٰ منسوب کر کے لغزش میں آئے غالباً ایسے ہی خلاف اولیٰ وغیرہ نازیبا الفاظ بولنے کی وجہ سے معتوب بارگاہ رسالت ہو چکے ہیں، علمائے اسلام میں سب سے بڑا یہ مفسر تفسیر کبیر لکھ کر اپنی ساری عمر کے ضیاع پر روتا رہا ہی آخر ہوا۔

حضرت شیخ مجد الدین بغدادی کہتے ہیں کہ ایک میں نے فخر الدین رازی کے متعلق پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

''ھو رجل معتوب'' وہ عتاب میں ہے۔ (دستور العلماء ضمیمہ ص۱۰)

حضرت پرہاروی ''نبراس'' میں لکھتے ہیں کہ کسی عالم نے امام رازی کو روتا دیکھ کر وجہ بکا دریافت کی تھی تو رازی صاحب نے کہا:

'' ابکی علی ضیاع العمر '' اپنی عمر کی بربادی پر رو رہا ہوں کہ میں نے عمر بھر جو مسئلے اپنی سمجھ اور دلائل سے قائم کیے تھے اب معلوم ہوا کہ وہ سب غلط تھے۔ (نبراس ص ۱۰۸)

یہ ہے ان مفسرین کا امام المفسرین! جن کے حوالوں پر سعیدی مولوی خصوصاً اللہ بخش نے حضور تاجدار حسن ازل ﷺ کو ترک افضل و خلاف اولیٰ نابہتر و ناپسندیدہ کاموں کا مرتکب ٹھہرا رہا ہے جو کہ بایں جرم سب کے سب بوجہ شناعت قول ہذا معتوب و مردود بارگاہ رسالت ہو چکے ہیں۔

اس لیے مفسرین کی موافق عظمت مصطفیٰ ﷺ بات تو مان لی جائے مگر مخالف عقل وشرع ومخالف مناسبۃ نبوۃ کوئی بات نہ مانی جائے۔ یہ گروہ مفسرین خادم علم گروہ بھی ہے مگر خطرناک بھی۔ خود تفسیر جلالین میں کچھ ایسی خطرناک باتیں درج ہیں کہ جن سے ہر مئودب مومن کا دل کانپ جاتا ہے، راضی کی عمر ضائع ہوگئی اور اس کے مقتدی رازی دوراں بننے والے کاظمی صاحب کی عمر بھی ضائع ہوگئی اور مزید حادثہ یہ کہ سنی مسلمانوں کو گستاخ رسول بنانے کا دروازہ کھول گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حضور ﷺ کے کسی بھی فعل مبارک کو خلاف اولیٰ لکھنے والے کسی بھی مفسر کو ہم مفسر نہیں بلکہ مقصر کہتے ہیں۔

۴۔امام قرطبی:

اور خود کاظمی صاحب بڑے بڑے مفسرین کا رد کر چکے۔ دیکھئے وہ ہر جگہ تفسیر ''قرطبی'' کے گیت گاتے تھے مگر ہاروت و ماروت کے ذکر میں صرف قرطبی وصاحب روح المعانی ہی نہیں بلکہ دنیا کے اجلہ مفسرین کو تساہل و غلطی کا مرتکب قرار دے کران کے اقوال سے اس طرح برأت کا اظہار کر رہے ہیں:

''ہم امام قرطبی کی تاویل کو ان کے تساہل پر محمول کرتے ہیں۔ اجلہ علماء محدثین ومفسرین سے تسائل ہوا ہے'' (ماہنامہ ''السعید، نومبر ۲۰۰۰ء ص ۱۵)

دیکھئے امام قرطبی نے وماانزل علی الملکین کے ما کے نافیہ اور ملکین سے حضرت جبرائیل و میکائیل مراد ہونے کی تفسیر گھڑی تو صاحب روح المعانی نے اسے کم علمی اور قلیل البضاعتی قرار دیا۔ اب کاظمی صاحب قرطبی کو معہ اجلہ محدثین ومفسرین تساہل (ڈنڈی مار) قرار دے کر اس کی ناک کاٹ رہے ہیں اور صاحب روح المعانی کو بھی نالائق گفتگو کا مرتکب لکھ رہے ہیں۔

# علاء الدین خازن اور سورۃ عبس کی تفسیر

۶۔ اور مولوی علاء الدین خازن لکھتے ہیں:

حتی ظهرت الكراهة فی وجه رسول الله ﷺ لقطعه كلامه و قال فی نفسه يقول هولاء الصناديد انما اتبعه الصبيان والعبيد و السفلة فعبس وجهه و اعرض عنه واقبل على القوم الذين كان يكلمهم فانزل الله هذه الا يات معاتبة لرسول الله ﷺ

یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور میں ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوئے اس وجہ سے کہ انہوں نے ان کی بات کاٹی تھی۔ آپ نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بڑے لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ کے پیروکار بچے، غلام اور کمتر قسم کے لوگ ہیں۔ اس وجہ سے آپ کے چہرہ پر وئی کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ نے ان سے منہ موڑا اور قوم سے ہم کلام رہے اس پر یہ آیات بطور رسول اللہ ﷺ پر عتاب کے اتریں۔ (لباب التاویل ج ۷ ص ۲۰۸)

(۱) امام علاء الدین اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ (سورۃ عبس کی تفسیر)

وقال فی نفسہ:

آپ ﷺ نے اپنے دل میں کہا (قال کا فاعل رسول کریم ﷺ بتا رہے ہیں) مفسر نے رسول کریم ﷺ سے ایسی بات منسوب کی جو آپ ﷺ نے نہیں کی۔

سوال:۔ یہ الفاظ مفسر نے کیوں لکھے۔ کیا رسول کریم ﷺ کا دل پڑھ لیا؟ کیا اس معاملے کے متعلق رسول کریم ﷺ کی کوئی حدیث پاک ہے؟ کوئی عالم ایسی کوئی حدیث تو بتائیں۔

جواب۔ رسول کریم ﷺ کا کوئی ایسا فرمان نہیں جس میں آپ ﷺ نے بتایا کہ میں نے اپنے جی میں یہ بات کہی۔ مفسر نے یہ بات اپنی طرف سے گھڑی ہے اور روز قیامت اسے جواب دینا پڑے گا کہ اس نے رسول کریم ﷺ سے بات کیوں منسوب کی جو آپ ﷺ نے نہیں فرمائی۔ اس کی سزا کیا ہے؟

# ۷۔ مفسر ابن کثیر اور سورۃ عبس کی تفسیر

مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں:

وود النبی ﷺ ان لو کف ساعۃ تلک لیتمکن من مخاطبۃ ذلک الرجل طمعا و رغبتہ فی ھدایتہ و عبس فی وجہ ابن ام مکتوم و اعراض عنہ و اقبل علی الآخر فانزل اللہ تعالیٰ (عبس وتولیٰ)

اور رسول ﷺ نے چاہا کہ کاش وہ اس گھڑی رک جائیں تاکہ اس شخص سے گفتگو کرنا ممکن ہو اس کی ہدایت میں حرص اور رغبت رکھتے ہوئے اور رسول اللہ نے ابن ام مکتوم کے سامنے ترشروئی ظاہر کی اور اس سے منہ موڑا اور دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہوئے اس پر (عبس وتولیٰ) آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر القرآن العظیم ص ۴۷۰ ج ۴)

۲۔ مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں وود النبی رسول اکرم ﷺ نے چاہا کاش وہ اس گھڑی رک جائیں۔

سوال: لفظ چاہا کس بنا پر لکھا مفسر کو کیسے معلوم ہو گیا کہ رسول کریم ﷺ کیا چاہتے ہیں؟ پھر اس گھڑی رک جائیں۔ حیرت ہے مفسر یہ الفاظ رسول کریم ﷺ کے قول مبارک کے بغیر اپنی طرف سے لکھ رہا ہے۔ عالم کوئی ایسی حدیث بتا سکتے ہیں جس میں رسول کریم ﷺ کا ایسا فرمان مبارک ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا ہو کہ ”میں نے تمنا کی“۔

قارئین کرام عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔

اکثر مفسرین سے عدم توجہی کی وجہ سے تسامح ہوا ہے۔ اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں مفسرین حضرات تو ایک آیہ کے کئی قول لکھ جاتے ہیں اور بعض اپنے ذہن سے جو کچھ لکھتے ہیں ضروری نہیں وہ قابل قبول ہوں خصوصاً رسول کریم ﷺ اپنے دل میں ”کیا چاہتے تھے“ یا ”نفس میں کیا کہا“ کی حدیث کی غیر موجودگی میں ایسے الفاظ نہیں لکھنے چاہیں۔ یہ معاملہ تیز تلوار پر چلنے کے مترادف ہے بلکہ جس نے رسول کریم سے ایسی بات منسوب کی جو آپ ﷺ نے نہیں کہی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

# ابوالبرکات نسفی: (مدارک التنزیل)

آیت کریمہ عفا اللہ عنک لم اذنت (پارہ ۱۰ رکوع ۱۳) کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

وقیل شیئا لعلهما رسول الله علیه وسلم ولم یؤ مربهما اذنه للمنافقین واخذ الفریة من الاساری فعاتبه الله وفیه دلیل جواز الاجتهاد للانبیاء علیهم السلام لانه علیه السلام انما فعل ذلک بالا جتهادو انما عوتب مع ان له ذلک لترکه الافضل وهم یعاتبون علی ترک الافضل.

ترجمہ۔ اور کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو کام کیے حالانکہ آپ کو ان کے کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ ایک منافقین کو ترک جہاد کی اجازت دے دینا اور دوسرا بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں رہا کر دینا۔ اور اس قول میں اس بات کی دلیل موجود کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دو کام اپنی رائے سے کئے ہیں اور انبیاء پر عتاب اس وجہ سے کیا جاتا ہے کہ وہ افضل کو چھوڑ کر مفضول کو اختیار کرتے ہیں۔

(مدارک التنزیل ص ۱۲۸ ج ۲)

قارئین کرام:

موصوف رسول کریم ﷺ پر بہتان لگا رہے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے دو کام کیے حالانکہ ان کے کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ (استغفر اللہ) یہ بات بہت خطرناک ہے کہ لکھنے والا کی منزل جہنم۔ رسول کریم ﷺ نے بار بار فرمایا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ (الاعراف ۲۰۳)

۲۔ یہ چند مثالیں لکھی گئیں تا کہ آپ کو پتہ جائے کہ مفسرین حضرات نے بھی بڑی بڑی غلطیاں کیں بلکہ رسول کریم ﷺ سے ایسی باتیں منسوب کی گئی جو آپ ﷺ نے نہیں فرمائی۔

## اور کیا کیا تمہیں سمجھاؤں ...... مولوی جی!

# راوی حضرات کی خطائیں۔ ایک بہت بڑی مثال

## احادیث میں اپنی طرف سے اضافہ

تمام روایتوں میں سب سے زیادہ صحیح روایات وہ سمجھی جاتی ہیں جو صحیح بخاری میں ہیں اور صحیح بخاری کی جملہ روایات کے ایک راوی ہشام ہیں اور ہشام کے شاگردوں میں سب سے معتبر، معتمد اور مستند سفیان ابن عیینہ ہیں۔

ہر غلطی اور لغزش سے منزہ اور پاک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ راوی خواہ کتنا ہی سچا اور مستند کیوں نہ ہو، اس سے کہیں نہ کہیں غلطی اور بھول چوک ہو ہی جاتی ہے۔ ثقہ اور معتبر راوی بھی انسان ہی ہوتے ہیں اس لئے ان کو غلطی لگ جانا نہ صرف ممکن ہے بلکہ اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جہاں صورت حال ایسی ہو کہ ثقہ راوی کی روایت کو تسلیم کرنے سے شان رسالت پر حرف آتا ہو تو پھر تحفظ شان رسالت کی مقدم سمجھنا چاہئے اور اس روایت کو سراسر من گھڑت قرار دینے میں تامل نہیں کرنا چاہئے۔ اسی بنا پر تو کیا اس سے یہ بہتر نہیں ہے کہ ہم پیغمبروں کو سچا قرار دیں اور اس روایت کے راویاں کو جھوٹا کہہ دیں۔

## حضرت سفیان ابن عیینہ

بہت ہی جلیل القدر ہستی ہیں۔ ثقہ ہیں، ثبت ہیں، حجت ہیں، حافظ ہیں، امام ہیں۔ غرضیکہ ایک مستند اور معتمد راوی کے لئے جتنے بھی الفاظ کتب اسماء الرجال میں مستعمل ہیں وہ سب ان کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ بڑی بڑی مقتدار و راہنما ہستیاں ان کے شاگردوں میں شامل ہیں اور ان کے فضائل و مناقب کے بارے میں اسماء الرجال والے کہتے ہیں کہ "کثیرۃ جدا" یعنی بہت ہی زیادہ ہیں۔ علم حدیث کا ایک بحرِ ذخار تھے جس سے ایک دنیا سیراب و فیض یاب ہوئی، تاہم روایت حدیث میں ان سے خطائیں بھی سرزد

ہوتی رہتی تھیں۔ اس سلسلے میں علامہ ذہبی نے جو کچھ لکھا ہے اس کا ترجمہ احمد رضا خاں حضرت بریلوی کے حوالے سے پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

یہ ہیں محدثین کے امام الائمہ سفیان ابن عیینہ، جنہوں نے زہری سے روایت میں بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی۔۔۔۔ امام احمد فرماتے ہیں۔ مجھ میں اور علی ابن مدینی میں مذاکرہ ہوا کہ زہری سے روایت میں ثابت تر کون ہے اعلیٰ نے کہا۔ "سفیان ابن عیینہ" میں نے کہا۔۔۔ "امام مالک" کہ ان کی خطا سفیان کی خطاؤں سے کم ہے۔ قریب بیس احادیث ہیں جن میں سفیان نے خطا کی۔ "پھر انہوں نے اٹھارہ گنا دیں اور ان سے کہا۔۔۔ "آپ مالک کی خطائیں بتائیں؟" وہ دو تین حدیثیں لائے۔ پھر جو میں نے خیال کیا تو سفیان نے بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے۔ "ذکرہ فی المیزان بااین ہمہ امام سفیان کے ثقہ، ثبت، حجت ہونے پر علمائے امت کا اجماع ہے۔" ان کی خطاؤں کا تناسب کچھ زیادہ ہی ہے کیونکہ زہری سے انہوں نے کل تین سو کے لگ بھگ روایتیں لی ہیں اور ان میں انہوں نے بیس سے زیادہ خطائیں کی ہیں' اس طرح ان کی خطاؤں کا تناسب سات فیصد کے قریب بنتا ہے حالانکہ یہ زہری کی روایتوں کے سب سے پختہ حافظ مانے جاتے ہیں۔ جبکہ ہشام کی روایتوں میں ان کا اثبت اور احفظ ہونا اسماء الرجال والوں نے کہیں بیان نہیں کیا۔ تو اپنے جس استاد کی روایتوں کے یہ انتہائی پختہ حافظ ہیں' اگر اس کی روایات میں ان کی خطاؤں کا تناسب سات فیصد ہے تو جن اساتذہ کی روایات میں ان کا پختہ حافظ ہونا کہیں مذکور نہیں۔۔۔ مثلاً ہشام۔۔۔ ان کی روایات میں ان کی خطاؤں کا تناسب نہ جانے کیا ہوگا۔۔۔!

# نزول سورہ عبس

نام :۔ اس سورت کا نام عبس ہے جو اس سورت کا پہلا کلمہ ہے۔ اس میں ایک رکوع بیالیس آیات' ایک سو تیس کلمات اور پانچ سو تینتیس حروف ہیں۔

نزول :۔ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

## مختلف روایات میں سے ایک روایت جو عموماً لکھی جاتی ہے

ا۔ مفسرین حضرات نے اس سورت کے شان نزول کے حالات لکھے ہیں کہ

الف۔ بارگاہ حضور ﷺ میں شیبہ' عتبہ' پسران ربیعہ' امیہ بن خلف' ابوجہل اور ولید بن مغیرہ اور دیگر روسائے قریش حاضر تھے۔ حضرت ﷺ بڑی دلسوزی اور محویت سے انہیں کفر و شرک کے اندھیروں سے نکالنے کی سعی فرما رہے تھے۔ "حریص علیکم" کی شان اپنے پورے جوبن پر تھی۔ دریں اثناء عبداللہ ابن ام مکتوم حاضر ہوئے نابینا ہونے کی وجہ سے محفل کا رنگ نہ دیکھ سکے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھلایا اس میں سے مجھے بھی سکھایئے۔

## بات صرف اتنی تھی

ا۔ کہ سورہ عبس کا شان نزول حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے۔ اور بس

۲۔ رسول کریم ﷺ کی گفتگو کافروں کے ساتھ جاری تھی کہ بیچ میں ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف توجہ نہ کی اور اپنی بات چیت جاری رکھی

۳۔ یہی اخلاقیات کا تقاضا تھا۔ کہ جس سے پہلے گفتگو ہو رہی ہے اس کو مطمئن کر کے پھر دوسرے مسائل کے ساتھ بات ہو۔

۴۔ صحابی کی آمد پر کفار نے تیوری چڑھایا منہ پھیرا عبس و تولی کفار کے متعلق ہے۔

## روایت نمبر ۱

امام ترمذی متوفی ۲۷۹ نے جو روایت نقل کی ہے وہ مندرجہ ذیل ہے آپ نے اس کی صحت کے متعلق بتایا ہے کہ یہ حسن غریب ہے اس کے بعد فرمایا ہے کہ باقی تمام روایات عروہ سے ہیں جو کہ مرسل ہیں۔

## سورہ عبس (ابواب التفسیر ص ۵۳۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۲۵۷ حدثنا سعید بن یحیی بن سعید الاموی قال ثنی ابی قال هذا ما عرضنا علی هشام بن عروه عن عروه عن ابیه عن عائشته قالت انزل عبس و تولی فی ابن ام مکتوم الاعمی اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجعل یقول یا رسول اللہ ارشدنی وعند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجل من عظماء المشرکین فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرض عنه ویقبل علی الاخر ویقول اتری بما قول باسا فیقول لا ففی هذا انزل هذا حدیث حسن غریب ور وی یعضبهم هذا الحدیث عن هشام بن عروه عن ابیه قال انزل عبس و تولی فی ابن ام مکتوم ولم یذکر فیه عن عائشته

## تفسیر سورہ عبس

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے "عبس و تولی" حضرت ام مکتوم نابینا رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے یارسول اللہ! مجھے ہدایت فرما اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکین کا ایک بڑا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ نہ کی اور دوسری طرف مشغول رہے اور فرمایا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس میں حرج سمجھتے ہو۔ اس نے کہا سورت پر یہ سورت نازل ہوئی۔ یہ حدیث حسن غریب ہے لوگوں نے اسے بواسطہ ہشام بن عروہ، حضرت عروہ میں روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "عبس و تولی" حضرت ام کے بارے میں نازل ہوئی۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کا واسطہ ذکر نہیں کیا۔

## روایت نمبر۲

(در منثور ج ٦ ص ٣٥) عن ابی حاتم عن الحکم تعلیم دین میں غنی اور فقیر کا کوئی امتیاز نہیں چنانچہ رسول کریم ﷺ پر سورہ عبس اتار کر اللہ پاک نے ایسے لوگوں پر عتاب فرمایا جو غنی اور فقیر میں امتیاز رکھنا چاہتے ہیں (حوالہ ابن مندر ابن ابی حاتم شعب الایمان بیہقی)

## روایت نمبر۳

جوالہ امام مالک (موطاء مالک کتاب القرآن ص ۱۹۲) عروہ سے روایت کی ہے اور صرف حضرت ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے تعلق بتایا ہے۔ پوری عبارت ایسے ہے۔ (متوفی ۱۷۹ھ)

٨ وحدثنی عن مالک عن هشام عروه عن ابیه انه قال انزلت عبس و تولی فی عبد الله بن ام مکتوم جاء الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فجعل یقول یا محمد استد نینی وعند النبی صلی الله علیه وسلم رجل من عظماء المشرکین فجعل النبی صلی الله علیه وسلم یعرض عنه ویقبل علی الاخر' ویقول یاابا فلان هل تری بما اقول باسا فیقول لا والدماء ماری بما تقول باسا فانزلت عبس و تولی ان جاءه الاعمی

عروہ بن زبیر سے رویات ہے کہ سورہ عبس حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے۔ اے محمد! مجھے اپنے نزدیک جگہ دیجئے اور نبی کریم ﷺ کے پاس اس وقت مشرکین کا ایک سردار بیٹھا تھا۔ پس نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف توجہ نہ کی اور دوسرے کی جانب متوجہ رہے اور فرماتے اے ابوفلاں! کیا جو میں کہتا ہوں اس میں کوئی برائی ہے؟ وہ کہتا کہ بتوں کی قسم جو آپ کہتے ہیں مجھے اس میں کوئی برائی نظر نہیں آتی۔ پس سورہ عبس نازل ہوئی۔

نوٹ:۔ یعرض عنه کا ترجمہ "منہ پھیر لیا" یہاں موزوں نہیں بلکہ "توجہ نہ کی" موقع کی مناسبت سے بالکل موزوں ہے

## روایت نمبر ۴

حضرت امام بخاری نے جلد دوم میں سورہ عبس کی تفسیر جو کی ہے وہ ایسے ہے (متوفی ۲۵۶)

## امام بخاری کی تفسیر سورہ عبس

۔ امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ جو کہ ایک عظیم محدث ہیں نے سورہ عبس کی تفسیر میں لفظ عبس کی تفسیر کلح کی ہے۔ یہ ان کی علمیت کی بلندی ہے کہ ایک لفظ میں پوری سورۃ کی تفسیر کر دی۔ کلح کا لفظ کفار کے لئے ہے یہ ایک تیوری چڑھانے کا ایسا برا انداز ہے کہ ماتھے پر بل ڈال کر اوپر والا ہونٹ اوپر اور نیچے والا ہونٹ نیچے ہو تو دانت نظر آجاتے ہیں اور پورا چہرہ کرخت شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جیسے عبوس الاسد یعنی شیر اپنے شکار پر حملہ کرنے کے وقت کرتا ہے سورہ مومنین میں کالحون' کے متعلق اللہ تعالیٰ کے فیصلے دیئے ہیں یعنی کہ کفار جہنمی' گمراہ اللہ کی آیات کو جھٹلانے والے اور دوزخ سے اللہ کو پکاریں گے اور اللہ کہے کا اخسو ''دھتکارے رہو'' میں تم سے بات نہ کروں گا۔

## دیگر روایات

مستدرک حاکم' ابن منذر' ابو یعلیٰ' ابن حبان' ابن جریر' مجاہد' معروق اور ضحاک وغیرھم سے مذکور ہیں جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں ہے اور تابعین سے منسوب ہونے کی وجہ سے مرسل ہیں اس کے ساتھ ساتھ ان میں صرف یہ ہے کہ سورہ عبس حضرت ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے متعلق ہیں۔ اور بس۔

# یعرض عنہ

۱۔ حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں رسول کریم ﷺ کے متعلق یعرض عنہ آیا ہے۔ (موطاء مالک اور ترمذی)

۲۔ لغت میں اعرض کا مطلب ہے توجہ نہ کرنا۔ (AVOID) احتراز کرنا' گریز کرنا' درگزر کرنا' کنارہ کرنا' بچ کے رہنا' پرہیز کرنا' کالعدم کر دینا۔

# غور کریں

۱۔ الفاظ عبس و تولی کا کسی روایت میں ذکر نہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایسا کیا ہو۔

۲۔ ہاں سورہ کا نام ایسے مذکور ہے۔ انزلت عبس و تولی فی عبداللہ بن ام مکتوم یعنی حضرت عبداللہ بن مکتوم رضی اللہ عنہ کے متعلق سورہ عبس و تولی نازل ہوئی۔

۳۔ کس نے عبس و تولی کیا یعنی 'عابس' کون ہے۔ اس کی تفصیل تفسیر بالقرآن کے اصول پر اگلے صفحات میں پڑھیں۔

۴۔ امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے سورہ عبس کی تفسیر میں۔

(الف) اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔

(ب) کلح ترجمہ کر کے قائل ہوئے کہ یہ کافر کے لئے ہے۔

۵۔ ہر روایت میں صرف واقعہ کا ذکر ہے یہ تو ذکر نہیں کہ رسول کریم ﷺ نے عبس و تولی کیا عتاب والی بات کہاں سے آئی؟

۶۔ کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ نے خود یہ کہا ہو کہ مجھے فلاں نے بتایا کہ جب تم آئے تھے تو آپ ﷺ نے عبس و تولی کیا تھا اور نہ ہی وہ خود دیکھ سکتے تھے (نابینا ہونے کی وجہ سے)

# راویان۔ روایت کی صحت کی پڑتال

## حضرت عروہ بن زبیر

متوفی ۹۴ھ تابعی (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۸۹)

ہشام بن عروہ سے مروی ہے کہ یوم الحرہ (۶۴ھ) کو میں نے کتب فقہ جو ان کی تھیں جلا ڈالیں اس کے بعد وہ کہا کرتے کہ ان کتب کا میرے پاس ہونے سے زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ میرے پاس مال میرے اہل کے برابر ہو۔

یہ روایت مرسل ہے

(طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۳۳۸)

## روایت نمبر ۱

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی ﷺ قریش کے لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ جن میں عتبہ بن ربیعہ اور قریش کے چند باوجاہت لوگ تھے آپ ﷺ ان لوگوں سے فرمارہے تھے کہ یہ خوب نہیں۔ اگر میں یہ لاؤں اور وہ لاؤں، وہ لوگ کہہ رہے تھے کہ خونوں کی قسم ہاں ہاں۔ ابن ام مکتوم آئے آپ ان لوگوں میں مشغول تھے۔ انہوں نے کچھ دریافت کیا۔ آپ نے ان کی طرف توجہ نہ کی سورۃ عبس نازل ہوئی۔

## نکات

۱۔ حضرت عروہ نے اپنی کتب ۶۴ھ میں جلا ڈالیں۔ اب یہ صرف زبانی کلام چلتا تھا۔ ۹۴ھ میں فوت ہوئے۔ ہشام بن عروہ (۶۱ھ سے ۱۴۶ھ) اس کی روایت کرتے ہیں اور وہ بغداد میں دفن ہیں۔

# روایات پر بحث (عتاب کے حوالے سے)

ا۔ سورہ عبس کی تشریح میں جس انداز سے رسول کریم ﷺ کو معتوب (معاذ اللہ) قرار دیا گیا ہے عبس اور لھو (معاذ اللہ) سے منسوب کیا گیا ہے وہ مندرجہ ذیل وجوہات کی وجہ سے رد ہو جاتی ہیں۔

ا۔ راوی حضرات کا مقام (STATUS)

ب۔ روایات کے متن میں تضاد

## دلائل کی تفصیل

### ا۔ راوی حضرات کا مقام

ا۔ جتنی بھی مختلف روایات ہیں سوائے ایک کے تمام کی تمام تابعین سے ہیں مثلاً عروہ بن زبیر چنانچہ تکنیکی طور پر یہ "مرسل" روایت بن جاتی ہے اور امام مسلم کے فرمان کے مطابق مرسل روایت محدثین کے نزدیک حجت نہیں۔ خصوصاً ایسے جو کہ اخلاق نبوت ﷺ سے متعلق ہوں۔

۲۔ جو روایت ترمذی میں حضرت عائشہ کی طرف منسوب ہے وہ روایت حسن غریب ہے گویا کہ امام ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ) سے پہلے کی تمام روایات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر مبارک نہیں اندازہ کریں کہ پونے تین صد سال گزر چکے ہیں کہ اس روایت میں ایک صحابیہ کا ذکر ہوا۔ اسی وجہ سے یہ غریب ہے صحیح نہیں۔

نوٹ :۔ لغت میں لفظ غریب کے بہت معانی ہیں مثلاً مشکوک مرتاب (Doublful) ۔ خلط (Confused) ۔ غیر واضح (Vague) ۔ ملتبس ۔ مبہم (Vague) ۔ غیر مانوس غموض (Low)

### ب۔ روایات کے متن میں تضاد

ا۔ جب ہم حضرت عروہ بن زبیرؓ کے حالات پڑھتے ہیں تو آپ کے فرزند ہشام نے بتایا ہے کہ واقعہ حرہ کے دن آپ کے والد نے تمام کتب جلا ڈالیں نہیں یہ واقعہ

۶۴ھ میں ہوا تھا اور حضرت عروہ کا انتقال ۹۴ھ میں ہوا اور ہشام کا انتقال ۱۴۶ھ میں ہوا۔ یہ مدنظر رکھنا بہت ضروری ہے۔

۲۔ سب سے پہلی جو حدیث ملتی ہے وہ امام مالک بن انس ؒ متوفی ۱۷۹ھ کی موطاء میں ہے جس کا ذکر پچھلے صفحات میں ہوا پھر امام بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) نے اپنی صحیح میں یہ واقعہ درج ہی نہیں کیا اور پھر امام ترمذی (متوفی ۲۵۶ھ) نے ایک روایت نقل کی۔ جسے غریب بتایا جب ان تمام واقعات اور وقت کو دیکھیں تو درج ذیل صورت حال ہے۔

۱۔ مشرکین کا ایک سردار بیٹھا تھا۔

۲۔ حضرت ام مکتوم آئے اور نزدیک بیٹھنے کے لئے جگہ مانگی دوسری روایت میں ہے مجھے علم سکھایئے۔

۳۔ آپ ﷺ نے صحابی کی طرف توجہ نہ کی اس مشرک کی طرف متوجہ رہے۔

۴۔ اے ابوفلاں کیا جو میں کہتا ہوں اس میں کوئی برائی ہے۔

۴۔ مشرک کہتا ہے کہ بتوں کی قسم آپ جو کہتے ہیں مجھے اس میں کوئی برائی نظر نہیں آتی۔

۵۔ پس سورہ عبس نازل ہوئی۔

## کہاں ہے عتاب والی بات

بیان تو ان روایتوں میں کہیں بھی عتاب کا ذکر نہیں تو پھر رسول کریم ﷺ سے کیوں منسوب کیا جا رہا ہے؟

## محدثین اور مفسرین کی تحریروں میں تضاد

ایک سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ کہیں بھی حدثین اور مفسرین کی تحریروں میں یکسانیت نہیں مل رہی بلکہ تضاد ہی تضاد ہے۔ کہیں بھی "عتاب" والی بات پر اتفاق نظر نہیں آ رہا۔ صرف ایک چیز جو مشترک ہے وہ یہ کہ "سورہ عبس" حضرت ابن مکتوم ؓ کے متعلق ہے حیرت کی بات ہے کہ عتاب' کی بات آپ ﷺ سے کیونکر منسوب کی گئی ہے۔

# اللہ تعالیٰ کے تکلم کے مختلف انداز

الف۔ سب سے زیادہ مقامات پر ہمارے آقا ﷺ سے بلاواسطہ Direct خطاب ہے۔ مثلاً انظر کیف ضربولک الامثال (حبیب دیکھ کیسی کیسی مثالیں آپ کے متعلق بناتے ہیں)۔ ہزاروں خطابات ہیں۔

ب۔ ہمارے آقا ﷺ کا ذکر بالواسطہ طریقے Indirect سے مثلاً وماھو علی الغیب بضنین (اور محمد ﷺ غیب بتانے میں بخیل نہیں۔)

ت۔ عموماً خطابات میں الفاظ ک۔ کم۔ انت اور انتم (واحد اور جمع دونوں ہیں)

## ث۔ کفار مکہ مکرمہ کے متعلق مختلف انداز تکلم

۱۔ آپ ﷺ سے فرمانا کہ آپ کہہ دیں (قل یایھاالکفرون)

۲۔ کفار مکہ مکرمہ جو کہتے تھے مثلاً (قالو مال ھذا الرسول یاکل الطعام)

۳۔ کفار مکہ مکرمہ اپنے متعلق جو کہتے تھے (ان کا دلیضلنا عن الھتنا لولا ان صبرنا علیھا)

۴۔ کفار مکہ مکرمہ سے خطاب ہے اور آقا ﷺ سن رہے ہیں۔ سورۃ عبس کی ابتدائی آیات میں ایسا ہے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ یہاں قرآن حکیم میں سے دیگر مثالیں ہیں۔ سورۃ عبس پڑھنے سے پہلے انہیں پڑھنا ضروری ہے۔

# قارئین کرام۔ لغت کا مطالعہ کریں

تفسیر روح البیان پ ۲۹ ص ۲۷۷

ثم عبس ۔ پھر تیوری چڑھائی۔ (ماتھے پر شکن ڈالنا)

وبسر ۔ اور منہ بگاڑا۔ (دونوں آنکھوں کے درمیان کا حصہ سمیٹ کر اسے گندی طرح بنا کر روسیاہ ہونا یعنی منہ بگاڑنا۔

روح البیان پ ۲۹ ص ۲۲۸ (قیامۃ)

وجوہ یومئذ باسرۃ ٥ تظن ان یفعل بھا فاقرۃ ٥ (۷۵/۲۴)

اور بعض منہ اس روز "بگڑے ہوئے ہوں گے" یعنی سخت تیوری والے سیاہ کہ ان پر سرور (خوشی) کا ہرگز کوئی نشان نہ ہوگا اور یہ کافروں و منافقوں کے ہوں گے ٥ وہی سیاہ منہ والے توقع رکھیں گے کہ ان کے ساتھ وہ کی جائے گی جو کمر کو توڑ دے گی۔

باسرہ = کالحۃ عابسۃ شدید العبوس۔ (سیاہ بڑے ترش رو)

# بسور ۔ شیر کو کہتے ہیں

لغات القرآن (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۵۷ طبع مصر قدیم

'عبس' ماتھے پر بل ڈالنے کے لئے ہوتا ہے۔ اگر ترش روئی میں دانت ظاہر ہو تو 'کلح' اور اگر منہ بنانے کا فکر و اہتمام بھی ہو تو اس کے 'بسر' اور جو تیوری پر بل ڈالنے کے ساتھ 'غصہ' ہو تو پھر 'بسل' کہتے ہیں۔

## پہلی مثال :۔ ابو جہل سے بات چیت (لک) بلاواسطہ

فلا صدق ولا صلی ولکن کذب وتولی ثم ذھب الی اھله یتمطی اولی لک فاولی ثم اولی لک فاولی (سورۃ القیمۃ)

ترجمہ :۔ نہ اس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی۔ بلکہ اس نے (حق کو) جھٹلایا اور اس سے منہ پھیر لیا۔ پھر گیا گھر کی طرف نخرے کرتا ہوا۔ تیری خرابی آگئی اب آگئی پھر تیری خرابی آگئی اب آگئی۔

ابو جہل جو منکرین نبوت اور منکرین قیامت کا سربراہ اور نمائندہ تھا اس کا ذکر ہو رہا ہے اور اس کے ہم مسلک جو ان عیوب میں اس کے برابر کے شریک ہیں ان کے کردار پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ فرمایا نہ اس نے قرآن کی تصدیق کی اور نہ اس نے اپنے پروردگار کے حضور کبھی نماز ادا کی' بلکہ ان کا یہ ہر روز کا معمول بن گیا ہے کہ جب حضور ﷺ قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے ہوتے تو یہ دوسرے کفار کی طرح اس مجلس میں آبیٹھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتا ہے۔ پھر بڑے حقارت آمیز انداز سے منہ موڑنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم تو خیال کر رہے تھے کہ بڑی حکیمانہ باتیں ہوں گی' یہاں آکر وقت ہی برباد کیا۔ سوائے من گھڑت قصوں کے ان کے کلام میں اور کیا رکھا ہے۔ چلو چلیں وقت نہ ضائع کرو۔

وہاں سے بڑبڑاتا ہوا اٹھتا ہے اور گھر روانہ ہوتا ہے' لیکن اس کی رفتار عام قسم کی رفتار نہیں ہوتی اس میں غرور ہے نخوت ہے' بے پروائی ہے' بے نیازی ہے غرور تو اس بات پر کہ اس نے آج محفل میں خوب باتیں کیں' ان کے کلام کے خوب بخیے ادھیڑے' عبارت آرائی کا اثر جو سامعین کو مسحور کر رہا تھا اس کو توڑ کر رکھ دیا اور بے پروائی اس لئے کہ اس کے ہوتے ہوئے ان کی دال نہیں گلے گی چند روز تک اگر یہ ان کی محفل میں حاضر ہوتا رہا تو کوئی بھی ان کے نزدیک نہیں آئے گا' ان کی محفل سونی ہو جائے گی۔

علماء لغت کہتے ہیں کہ اس میں دھمکی اور تہدید ہے یعنی تیری مہلت کی مدت ختم ہونے والی ہے' تیری بربادی کی گھڑی قریب آگئی ہے۔

قتادہ سے منقول ہے کہ ابوجہل ایک روز بڑی متکبرانہ چال چلتا آرہا تھا۔ فخر دو عالم علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کا ہاتھ پکڑا' اس کو جھنجھوڑا اور پھر فرمایا اولیٰ لک فاولیٰ ثم اولیٰ لک فاولیٰ وہ بدبخت کہنے لگا کہ آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں۔ آپ اور آپ کا رب' میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ ان دو پہاڑوں کے درمیان جتنے لوگ آباد ہیں' میں ان سب سے زیادہ معزز ہوں جب بدر کا دن آیا تو وہ مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ لایعبد اللہ بعد ھذا الیوم ابدا آج کے بعد اللہ تعالیٰ کی ہرگز پرستش نہیں کی جائے گی۔ اس وقت وہ بات پوری ہوئی جو اللہ تعالیٰ کے رسول نے فرمائی تھی۔ وہ قتل کر دیا گیا اور اس کی عزت و سرداری سب خاک میں مل گئی۔

## دوسری مثال :۔ ابوجہل کی لاپرواہی اور منہ پھیرنے کی۔

ان راہ استغنی (اس پر کہ اس نے خود کو غنی سمجھ لیا) سورۃ علق لرء یت ان کذب وتولی (العلق)

یہ آیہ ابوجہل کے متعلق ہے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کا کیا خیال ہے کہ جو غنی ہوتا ہے وہ سرکش ہوتا ہے۔ تو پھر ہمارے لئے جبال مکہ سونے اور چاندی کے بنا دیں۔ ہم ان سے کچھ حاصل کر لیں۔ پھر ہم سرکشی چھوڑ کر اپنا دین چھوڑ کر آپ کے دین میں داخل ہو جائیں گے۔ اس پر جبریل علیہ السلام تشریف لائے تو عرض کی اگر آپ چاہیں تو ہم کر دیں پھر بھی اگر ایمان نہ لائے تو ہم ان سے وہی کریں گے جو اصحاب مائدہ سے کیا اس لئے آپ ﷺ ان پر دعا سے باز رہے اور رحمت کی بنا پر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

## تیسری مثال :- ولید بن مغیرہ کی روگردانی (منہ پھیرنے کی)

افرءیت الذی تولی ۔واعطی قلیلا (النجم)

ترجمہ :- کیا آپ نے ملاحظہ فرمایا جس نے روگردانی کی اور تھوڑا سا مال دیا پھر کنجوس بن گیا بعض علمائے تفسیر نے لکھا ہے کہ یہ آیت ولید ابن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ولید حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں اکثر حاضر ہوتا اور آیات قرآنی سنا کرتا جنہیں سن کر وہ بے اختیار کہہ اٹھتا کہ بخدا یہ کلام بڑا سرسبز ہے۔ اس کی شاخیں پھولوں سے لدی ہیں۔ اس کی رونق و شگفتگی دل موہ لینے والی ہے۔ نہ یہ جادو ہے اور نہ شعر

اس کے احباب اور رشتہ داروں کو جب ان باتوں کا پتہ لگا تو انہیں یہ فکر ہوئی کہ کہیں وہ اسلام قبول کرنے کا برملا اعلان نہ کردے' چنانچہ اس کا ایک بے تکلف دوست اس کے پاس آیا اور اسے بڑی لعنت ملامت کی کہ تم اپنے آباؤ اجداد اور اپنے بڑوں کے مذہب کو چھوڑ رہے ہو اور ایک نیا دین اختیار کر رہے ہو۔ بڑے شرم کی بات ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے عذاب قیامت سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ اس دوست نے کہا کہ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم اتنا مال مجھے دے دو تو قیامت کے روز میں تمہارے حصے کا عذاب بھی اپنے سر پر اٹھا لوں گا' چنانچہ ولید نے اسلام لانے کا ارادہ ترک کر دیا اور جس مال کا وعدہ اس ضامن سے کیا تھا اس میں سے کچھ تو اسے دے دیا بقیہ دینے سے مکر گیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہیں کہ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے حق قبول کرنے سے منہ پھیر لیا پھر اپنے ضامن کو پورا معاوضہ بھی نہ دیا۔ یہ شخص کتنا احمق ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ روز حساب کوئی شخص اس کے حصے کا عذاب برداشت کرے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ کتنا بڑا بخیل ہے کہ جتنا مال دے کر اپنی جان بخشی کروانے کا اس نے سودا کیا تھا' وہ بھی اس نے پورا ادا نہیں کیا حماقت اور بخل دونوں عیب اس میں پائے جاتے ہیں۔

چوتھی مثال :۔ (عبس) تیوری چڑھائی۔ کس نے؟ ولید بن مغیرہ نے منہ بسورا (عبس)

انہ فکر و قدر فقتل کیف قدر ثم قتل کیف قدر ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر و استکبر (المدثر)

ترجمہ :۔ اس نے غور کیا اور پھر ایک بات طے کر لی اس پر پھٹکار اس نے کتنی بری بات طے کی۔ اس پر پھر پھٹکار کیسی بری بات اس نے طے کی۔ پھر دیکھا پھر منہ بسورا اور ترش رو ہوا پھر پیٹھ پھیری اور غرور کیا۔ (ضیاء القرآن)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنی دعوت کا آغاز کئے چند ماہ ہی گزرے تھے کہ حج کا موسم آگیا۔ اس موقع پر ہر سال عرب کے اطراف واکناف سے لوگ یہاں جمع ہوتے۔ اپنے اپنے رسم و رواج کے مطابق پوجاپاٹ کیا کرتے۔ اہل مکہ کو اب یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ ابھی تک تو ان کی دعوت مکہ مکرمہ تک محدود تھی جو کسی کے جی میں آیا کہہ دیا اب بیرونی قبائل کے لوگ آرہے ہیں۔ وہ اس نئے داعی کے بارے میں ضرور پوچھیں گے اگر ہم سب نے کوئی متفقہ جواب نہ دیا تو وہ ہمارا مذاق اڑائیں گے۔ اس لئے انہوں نے سوچا کہ ایک میٹنگ بلائی جائے اور اس میں طے کر لیا جائے کہ بیرونی لوگ اگر ان کے بارے میں پوچھیں تو انہیں کیا متفقہ جواب دیا جائے چنانچہ دارالندوہ میں ان کا اجتماع ہوا ولید نے ہی گفتگو کا آغاز کیا اور لوگوں کو اس مجلس کے انعقاد کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا اس نے کہا کہ ہمیں چاہئے کہ ہم سب ایک بات پر متفق ہو جائیں اور جو شخص بھی ان کے بارے میں پوچھے سب ایک ہی جواب دیں چنانچہ بعض لوگوں نے کاہن کا لفظ تجویز کیا ولید بولا بخدا وہ کاہن نہیں ہیں۔ کاہنوں کے بے جوڑ بے ربط فقرے میں نے بارہا سنے ہیں قرآن کو بھلا ان سے کیا نسبت دوسرے لوگ کہنے لگے کہ انہیں مجنون کہنا چاہیے ولید نے اس کی بھی تردید کی اور کہا اگر تم نے ایسی بیہودہ بات کی تو وہ لوگ تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ چند لوگوں نے کہا کہ ان کے لئے مناسب لفظ

شاعر ہے ولید سے نہ رہا گیا کہنے لگا تم شعر کی تمام اصناف سے واقف ہو۔ کیا قرآن کی کسی آیت پر ان میں سے کسی صنف کا اطلاق ہو سکتا ہے جو لوگ اب تک گفتگو میں شریک نہیں ہوئے تھے وہ کہنے لگے اور کوئی لفظ ان کے لئے موزوں نہیں البتہ ہم انہیں بڑے اطمینان سے ساحر کہہ سکتے ہیں ولید نے کہا دوستو! جادوگروں کی غلیظ زندگی اور ناپاک کردار کو بھلا مکارم اخلاق کے اس حسین و جمیل پیکر سے کوئی نسبت ہو سکتی ہے؟ ان الفاظ میں سے کوئی لفظ بھی اگر تم نے استعمال کیا تو بیرونی مہمان تم پر بدگمان ہو جائیں گے اور اسے جھوٹی تہمت خیال کریں گے پھر کہنے لگا وان الحلاوة وان علیہ لطلاوة وان اعلاہ لمثمر وان اسفلہ لمغدق وانہ لیعلو ولا یعلٰی علیہ بخدا اس کلام میں بڑی مٹھاس ہے' اس کی جڑیں بہت گہری ہیں' اس کی ٹہنیاں پھلوں سے لدی ہیں' یہ ہر ایک سے اونچا ہے اور کوئی اس سے اونچا نہیں ہو سکتا۔ ولید یہ کہہ کر مجلس سے اٹھا اور گھر چلا گیا۔ مجمع میں شور مچ گیا کہ ولید صابی ہو گیا۔ ابو جہل نے کہا ٹھہرو یہ مشکل میں حل کر دیتا ہوں چنانچہ بڑی افسردہ شکل بنا کر اس کے پاس گیا۔ ولید نے پوچھا خیر تو ہے؟ بڑے غمگین نظر آرہے ہو۔ ابو جہل نے کہا اب غمزدہ ہونے کے بغیر چارہ ہی کیا ہے۔ قریش کے لوگ تیرے لئے گھر گھر سے چندہ جمع کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ولید بھوکا ہو گیا ہے' اس لئے (حضورؐ کا اسم گرامی لے کر) اس کی طرف اور ابوبکر کی طرف راغب ہو گیا ہے تاکہ وہ اس کی مالی امداد کریں کم ظرف تھا فوراً مشتعل ہو گیا کہنے لگا لات و عزیٰ کی قسم! میرے جیسا رئیس اعظم محمد ﷺ اور ابوبکر کے ٹکڑوں کا محتاج نہیں ہو سکتا۔ لیکن ان کے بارے میں جو الفاظ تم کہتے ہو وہ غلط ہیں پھر بڑے غور سے سوچنے لگا یوں معلوم ہوتا تھا گویا بحر فکر میں غوطہ زنی کر رہا ہے تاکہ آپؐ کے لئے کوئی موزوں لفظ نکال لائے۔ کافی دیر تک اسی حالت میں رہا اور آخر کار کہنے لگا کہ ہم اسے ساحر کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس نے بھائی کو بھائی سے' بیٹے کو باپ سے جدا کر دیا ہے۔

وہ اس بارے میں غور و فکر کرنے لگا کہ اس نبی مکرم کے لئے کون سا لفظ تجویز کیا جائے کاہن، شاعر، مجنون یا ساحر طویل غور و خوض کے بعد اس نے طے کر لیا کہ انہیں ساحر کہنا درست ہے۔ ایسی سمجھ اور ایسی عقل پر پھٹکار کہ کتاب کی خوبیوں کو پوری طرح جاننے اور صاحب کتاب کے مکارم اخلاق کو تسلیم کرنے کے باوجود وہ ایسا لفظ منہ سے نکالنے کا فیصلہ کرتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے اس کا اپنا ضمیر بھی اس کو ملامت کر رہا ہے وہ انتہائی ذہنی کش کمش میں مبتلا ہے اور اس کے آثار، اس کے چہرے پر صاف نمایاں ہو رہے ہیں۔

آخری اعلان سے پہلے ایک مرتبہ پھر رعونت سے مجمع پر نگاہ ڈالتا ہے۔ پھر اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں۔ پھر وہ منہ بسورتا ہے چہرے کو کرخت بناتا ہے۔ پھر غرور و تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے اور کہتا ہے۔ ان ھذا الا سحر کہ یہ جادو ہے اور اس کتاب کا لانے والا جادو گر ہے پھر لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے کہتا ہے کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں اس کا رواج قدیم زمانے سے چلا آیا ہے۔ ان کو بھی کسی بڑے جادو گر نے یہ چیزیں سکھا دی ہیں اور گھر گھر میں جو انتشار و افتراق پیدا ہو گیا ہے یہ اسی جادو کا کرشمہ ہے۔

## مزید مثالیں

مندرجہ بالا چار مثالوں کے علاوہ بھی قرآن حکیم میں بہت ساری ایسی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کفار سے ڈائریکٹ بات چیت کر رہا ہے اور آقا ﷺ سن رہے ہیں۔

الف۔ اکفار کم خیر من اولئکم ام لکم براءۃ فی الذبر (۵۴، ۴۳ القمر)

ترجمہ:۔ کیا تمہاری قوم کے کفار بہتر ہیں ان سے یا تمہارے لئے معافی لکھ دی گئی ہے آسمانی نوشتوں میں

ب۔ فکیف تتقون ان کفر تم یوما یجعل الولدان شیبا (۷۳، ۱۷ المزمل)

## نتیجہ یہ نکلا

سورۃ عبس پڑھنے سے پہلے یہ مطالعہ کرنا ضروری تھا کہ وہ الفاظ جنہیں مفسرین نے رسول کریم ﷺ سے منسوب کئے ہیں۔ کیا وہ قرآن حکیم میں اور جگہ آئے ہیں اور کن کے متعلق ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کفار مکہ مکرمہ کے سرداروں ابو جہل اور ولید بن مغیرہ سے ڈائریکٹ مخاطب ہو کر بات کر رہا ہے۔ یعنی لفظ "ک" (کاف) کے ساتھ۔

۲۔ اس تکلم میں بھی صیغہ ماضی (غائب) ہی ہے مثلاً عبس وتولیٰ

۳۔ تولیٰ یعنی منہ پھیرا یہ سردار ان کفار مکہ کا طریقہ تھا۔ بلکہ وہ تو رسول کریم ﷺ کی دعوت حق کے جواب میں تولیٰ ہی کرتے تھے۔

۴۔ عبس یعنی تیوری چڑھائی۔ یہ لفظ سورۃ عبس کے علاوہ صرف ایک اور دفعہ سورہ المدثر میں آیا ہے اور یہ ولید بن مغیرہ کے متعلق ہے جو کہ اپنی نخوت و تکبر کی وجہ سے ایسا سٹائل رکھتا تھا۔ یعنی ولید بن مغیرہ عابس تھا۔

## قارئین کرام

آیات ذنب کا ترجمہ گناہ کر کے پھر اسکی تاویل بظاہر خلاف اولیٰ کی گئی ہے اور اسکی مثال عبس وتولیٰ بتائی ہے۔ یہ تفسیر علامہ سید احمد سعید کاظمی کی ہے۔(البیان) آپ کا فتویٰ جو شرعی عدالت میں دیا گیا ہے (توہین رسالت کے متعلق) وہ آپکے ترجمہ پر ہی لاگو ہو رہا ہے۔ پھر ماہنامہ السعید اپریل ۲۰۰۰ء میں رسول کریم ﷺ کا (عبس وتولیٰ) ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے (معاذ اللہ) اور دوسری بات جو لکھی ہے کہ اس ناپسندیدہ فعل کا رسول کریم ﷺ کو علم نہ تھا (استغفر اللہ) یعنی دو عدد سنگین غلطیاں۔

یہ ہیں لباس خضر میں وہ لوگ جو خود نہیں بدلتے قرآن کو بدل دیتے ہیں۔

# امام بخاری نے عبس کا ترجمہ کلح کیا ہے

عابس:۔ (عبس والے کے متعلق) قرآن کیا کہتا ہے۔

عربی زبان میں عبس کا مطلب کلح ہے یعنی تیوری چڑھانے کا اندازہ ایسا قبیح ہو کہ دونوں ہونٹ اوپر نیچے ہو جائیں اور دانت ظاہر ہوں (سورہ عبس ۱۰۴/۲۳) ومن خفت موازینہ فاؤلٰئک الذین خسرو انفسھم فی جھنم خلدون تلفح وجو ھھم النار وھم فیھا کالحون الم تکن ایتی تتلٰی علیکم فکنتم بھا تکذبون قالو ربنا غلبت علینا شقو تنا و کنا قوما ضالین ربنا اخرجنا منھا فان عدنا فانا ظلمون قال اخشوا فیھا ولا تکلمون

عبس: کلح I امام بخاری سے پہلے II امام ابو عبیدہ معمر بن مثنی بصری نے بھی یہی کیا ہے (۱۰۸ھ سے ۲۰۸ھ تک)

III حافظ صاحب نے فتح الباری پارہ نمبر ۱۲ ص ۲۴۹ ان کی بابت فرمایا کردہ بڑے عربی دان تھے۔

ابو جعفر احمد بن سعید داؤ دی پانچویں صدی ہجری کے شارح بخاری نے بھی عبس کا ترجمہ کلح کیا ہے۔

# عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔ عابس کافر ہے (عبس۔ کلح)

شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی عمدۃ القاری میں سورۃ عبس ورقم طراز ہیں۔

عابس کافر ہے

۱۔ فقال الداودی۔ ھو الکافر الذین کان مع رسول اللّٰہ ﷺ انتھی قیل کان ھذا ابیُ بن خلف۔

۲۔ رواہ عبدالرزاق عن معمر عن قتادہ و قیل امیہ بن خلف۔

۳۔ رواہ سعید بن منصور و رومی ابن مردویہ من حدیث عن عائشہ انہ کان یخاطب عتبہ و شیبۃ ابنی ربیعۃ وروی من وجۃ اخر عن عائشہ انہ کان فی مجلس فیہ ناس من وجوہ المشرکین فیھم ابوجھل و عتبہ فھذا یجمع الاقوال۔

## روایات کا متن کیا کہتا ہے

قارئین کرام!

یادر ہے کہ جتنی بھی روایات پڑھی گئیں ان سے یہ باتیں عیاں ہو گئی کہ :-

۱۔ سورۃ عبس و تولی کا نزول حضرت عبداللہ بن مکتوم کے متعلق ہے اور بس

۲۔ الفاظ عبس و تولی کا تعلق رسول کریم ﷺ سے ذکر نہیں کیا گیا۔

۳۔ جب عبس وتولی کا تعلق رسول کریم ﷺ سے نہیں تو پھر 'عتاب' والی بات کہاں سے آگئی۔ (مفسرین کی اپنی رائے ہے اور بس)

## عبس و تولی کا مرجع وہ کافر ہے
## (کتاب الشفاء)

قاضی القضاة الحافظ ابو الفضل عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی (چھٹی ہجری) اپنی کتاب الشفاء میں رقم طراز ہیں۔ علامہ ابو تمام فرماتے ہیں:

○ عبس و تولیٰ الا یات فلیس فیه اثبات ذنب له صلی الله علیه وسلم

○ فعل النبي صلی الله علیه وسلم لما فعل و تصدیه لذاک الکافر کان طاعة لله و تبلیغاً عنه و استئلافاله کما شرعه الله لا معصیة و ما مخالفة له

○ و قیل لراد بعبس و تولیٰ الکافر الذی کان مع النبی صلی الله علیه وسلم قاله ابو تمام

○ ا۔ عبس و تولیٰ کا مرجع وہ کافر ہے جو اس وقت حضور علیہ الصلوٰة والسلام کی معیت میں تھا اور اس نے اس وقت وہ عمل کیا تھا جس کا اظہار قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔

○ ۲۔ اس آیہ سے کہیں معلوم نہیں ہوتا کہ کہیں ارتکاب معصیت ہے یا (خاکم بدہن) حضور علیہ السلام کی جانب معصیت کی نسبت ہے۔ رہا اس کافر کی جانب منہ کر کے نہایت توجہ سے گفتگو فرمانا اس کی تالیف قلب اور اشاعت دین کے لئے غایب انہماک کا اظہار ہے اور یہ امور امور مشروعہ سے تھی لہٰذا یہ نہ تو معصیت ہے اور نہ خلاف شریعت۔

# یوماً عبوسا: (قیامت کا دن) الدھر ۱۰/۷۶

## تنگی ترشی والا

کافر کا منہ اس دن بگڑ جائے گا اور اس کی تیوری چڑھ جائے گی اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے عرق بہنے لگے گا۔ جو مثل گندھک کے ہو گا۔ ہونٹ چڑھ جائیں گے اور چہرہ سمٹ جائے گا۔ بوجہ گبھراہٹ اور ہولناکیوں کی صورت بگڑ جائے گی پیشانی تنگ ہو جائے گی۔

## العبوس الاسد

خوب تیوری چڑھانے والا شیر کیونکہ وہ شدت اور حملہ کے وقت ایسے ہی ہوتا ہے۔ یعنی جب کسی شے کو دیکھتا ہے تو ضرر رسائی کے اقسام کے وقت سختی اور تیزی سے چہرہ ترش کر لیتا ہے۔ (روح البیان پ۲۹ ص ۴۵۹)

## معلوم ہوا

کہ عابس کا چہرہ شدت غصہ سے بگڑ جاتا ہے اور خوب ڈراؤنا نظر آتا ہے اور نفرت و حقارت کی علامت ظاہر کرتا ہے۔ ایسا چہرہ کفار کا ہی ہوتا ہے۔

# لہو (تلہی کا مابہ) کفار مکہ کا وطیرہ تھا

(اسے رسول اکرم ﷺ سے منسوب کرنا سنگین بے ادبی ہے)

## لہو کے معنی

۱۔ اسم مصدر ہے۔ سنجیدگی چھوڑ کر مزاح کی طرف میلان اور جھکاؤ کسی ایسے غیر مفید کام میں مشغول ہونا جس کے شغل میں مفید کام ترک ہو جائے لعب ہے۔ یعنی لھو ایک کھیل ہے اور یہ ہر اس باطل کو کہتے ہیں جو آدمی کو نیکی سے اور کام کی باتوں سے غفلت میں ڈالے۔ کہانیاں افسانے اسی میں داخل ہیں۔ بعض جلیل القدر صحابہ اور تابعین کرام مثلاً عبداللہ بن مسعود' ابن عباس اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم نے لھو الحدیث کی تشریح غنا اور گانے بجانے سے کی ہے کیونکہ یاد الٰہی سے غافل کرنے کا یہ ایک قوی سبب ہے۔

۲۔ ہوا یہ تھا کہ کفار مکہ کی شدید مخالفت کے باوجود جب دین اسلام روز بروز پھیلتا گیا اور قرآن کریم کا حسن اعجاز لوگوں کے دل موہنے لگا تو نضر بن حارث نے ایک چال چلی۔ یہ تجارت پیشہ آدمی تھا اپنے کاروبار کے سلسلہ میں مختلف ممالک ایران عراق شام وغیرہ میں اس کی بکثرت آمدورفت تھی۔ وہاں سے وہ رستم و اسفندیار کے قصے بادشاہوں کی جنگوں کی کہانیاں اور افسانے خرید کر لے آیا۔ جب حضور اکرم ﷺ کلام الٰہی پڑھ کر سنانے لگتے تو وہ بالمقابل اپنی مجلس جماتا اور لوگوں کو دلچسپ افسانے اور بے سروپا کہانیاں سناتا جو کم فہم لوگوں کی تفریح و طبع کا باعث ہوتیں۔ اس ظالم نے فقط اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس نے کئی پری پیکر لونڈیاں بھی خرید رکھی تھیں جو رقص و سرود کے فن میں بھی ماہر تھیں۔ جب اسے پتہ چلتا کہ فلاں شخص اسلام کی طرف مائل ہو رہا ہے تو وہ ان مہوشوں کو اس کے اوپر مسلط کر دیتا۔ جو گاتیں ناچتیں اور ہر ذلیل حرکت کرتیں اور اس کے دل کو لبھاتیں۔ حتی کہ وہ حق کے حسن دلکش سے بے خبر ہو چنانچہ سورۃ لقمان میں لھو الحدیث والی آیۃ نازل ہوئی جس کا ذکر آگے آئے گا۔

۳۔ یاد رہے صرف وہ غنا حرام ہے جو فسق فجور کا باعث بنے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دے اور جو غنا ایسا نہیں۔ حرام نہیں۔ سماع کے متعلق یہی نکتہ ہے جو سمجھنا ضروری ہے۔

# لھو الحدیث کہنے والے کی سزا رسوا کن عذاب

قرآن حکیم :- ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین (۳۱/۲ لقمان)

ترجمہ :- اور کئی ایسے لوگ بھی ہیں جو بیوپار کرتے ہیں (مقصد حیات سے) غافل کر دینے والی باتوں کا تاکہ بھٹکاتے رہیں راہ خدا سے بے خبر ہو کر (اس کے نتائج بد سے) اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

نکات :- ۱۔ لھو کلام کرنے والے کا مقصد۔ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکانا ہے۔
۲۔ لھو کلام کرنے والے کو بھٹکانے کے نتائج بد سے بے خبری ہوتی ہے۔
۳۔ لھو کلام کرنے والے کا مقصد مذاق اڑانا ہوتا ہے۔

# لعب ولھو والوں کو چھوڑ دیں

قرآن حکیم :- وذر الذین اتخذوا دینھم لعبا و لھوا و غرتھم الحیوۃ الدنیا (۶/۷ انعام)

ترجمہ :- اور چھوڑ دیں (یا حبیب) جنہوں نے بنا لیا ہے اپنا دین کھیل اور ہنسی اور دھوکہ میں ڈال دیا ہے انہیں دنیوی زندگی نے۔

تشریح :- ۱۔ یہاں خطاب ہمارے آقا ﷺ سے ہے کہ یا محبوب ﷺ جن کفار نے کھیل تماشوں کو اپنا دین بنا لیا کہ انہوں نے واہیات مشغلوں کو اپنا لیا ہے اور دنیا کی زندگی نے انہیں فریب دے دیا اور وہ آخرت سے غافل ہو گئے۔ آپ ﷺ انہیں چھوڑ دیجئے۔

۲۔ کفار کی عبادت بیت اللہ شریف کے پاس تالیاں اور سیٹیاں تھیں۔ آج کل کے بعض بے دین دو نمبر پیر (لباس خضر میں ملبوس) اپنے مریدوں کو لوٹتے ہیں۔ جھوٹ، فریب، دھوکہ اور روپیہ بٹورنے کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے۔ یہ لوگ مجسم شیطان ہیں۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی طرف صرف ایک ذریعہ ہے اور وہ ہے محمد ﷺ کا راستہ۔

**بہت بڑا نکتہ :۔** ا۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے حبیب ﷺ کو ایسے لوگوں کو چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے جو **لعب و لھو** میں مبتلا ہیں۔

**بہت بڑا سوال :۔** کیا ہمارے آقا ﷺ نور مجسم رحمتہ للعالمین روٴف رحیم (میرے ماں باپ قربان) میں **لعب و لھو** جیسا وصف تھا (معاذ اللہ)

**جواب :۔** ایسا سوچنا بھی توہین رسالت ہے (استغفراللہ) کیونکہ ہمارے آقا ﷺ تو یہ ہیں۔

ا۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی

ب۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنہ

ت۔ حکم الٰہی ہے۔ **فاتبعونی** (میری یعنی محمد ﷺ کی پیروی کو)

ث۔ حکم الٰہی ہے۔ قل ھذاہ سبیلی ادھوا الی اللہ آپ کہہ دیں یہ میرا (محمد کا) رستہ ہے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں۔

**دوسرا سوال :۔** جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو فرمایا ہے کہ **لعب و لھو** والوں کو چھوڑ دیں۔ تو کیا (معاذ اللہ) آپ ﷺ ایسا طرز عمل خود اختیار کریں گے۔

**جواب :۔** نہیں ایسا سوچنا بھی توہین رسالت ہے (استغفراللہ) کیونکہ یہ تو منصب رسالت کے خلاف ہے۔

# لھو اور لبسل (لھو کفر ہے)

(الانعام ۷۰/۶) وذکر بہ ان تبسل نفس بما کسبت لیس لھا من دون الله ولی ولا شفیع وان تعدل کل عدل لا یو خذ منھا اولئک الذین ابسلوا بما کسبوا الھم شراب من حمیم و عذاب الیم بما کانوا یکفرون

اور قرآن سے نصیحت دو کہ کہیں کوئی جان اپنے کئے پر پکڑی جاوے اللہ کے سوا نہ اس کا کوئی حمایتی ہو نہ سفارشی اور اگر اپنے عوض سارے بدلے دے تو اس سے نہ لئے جائیں یہ ہیں وہ جو اپنے کئے پر پکڑے گئے۔ انہیں پینے کا کھولتا پانی اور دردناک عذاب بدلہ ان کے کفر کا۔

تفسیر روح البیان امام اسماعیل حقی بھی یہی فرماتے ہیں کہ لھو کی نسبت آپ ﷺ سے کوئی اہل ایمان نہیں مانے گا۔ (اس سے کوئی بے ایمان مراد لیتا ہے تو بے ایمان کا کیا اعتبار) لھو شان رسالت کے لائق نہیں۔

عربی :- ۱۔ لا یلیق بشانہ الرفیع ان ینسب الیہ النفعل من اللھو

۲۔ ولا یقول بہ الا .. رس

(روح البیان ۔ پ ۳۰ ص ۱۰۷)

# صحیح بخاری (کتاب العلم)

فرمان رسول کریم ﷺ

من سئل علما و هو مشتغل فی حدیثه فاتم حدیثه ثم اجاب السائل

ترجمہ :۔ جس سے علم کے بارے سوال پوچھا گیا اور وہ (پہلے سے) گفتگو میں مشغول ہے تو پہلے اپنی بات چیت مکمل کرے پھر سائل کی طرف متوجہ ہو۔

☆ صاحب خلق عظیم ﷺ نے اخلاق کی بلندیاں بتائی ہیں اور خود ان پر عمل کیا ہے اللہ تعالیٰ نے انکی زندگی کو بہترین عمل کا نمونہ قرار دے کر مومنوں کو حکم دیا کہ میرے محبوب ﷺ کی پیروی کرو۔ یہی میری محبت کی شرط ہے۔

کچھ سمجھ آئی جناب

# ابتدائی آیات کا ترجمہ اور تشریح

## سورہ عبس

**عبس :-** کلح اس نے تیوری چڑھائی کلح کا مطلب یہ ہے کہ کہ چہرے کو اس طرح بگاڑنا کہ ماتھے پر تیوری چڑھے۔ دونوں ہونٹوں کو اوپر نیچے کر کے دانت نکال کر شکل کو بہت ڈراؤنا بنا لیا جائے۔

**وتولی :-** اور اس نے سر پھیرا۔

**شان نزول :-** بارگاہ رسالت ماب ﷺ میں کفار قریش، شیبہ عتبہ، پسران ربیعہ امیہ بن خلف ابو جہل اور ولید بن مغیرہ اور دیگر روسائے قریش حاضر تھے۔ آپ ﷺ بڑی محویت سے انہیں کفر و شرک کے اندھیروں سے نکالنے کی سعی فرما رہے تھے۔ حریص علیکم " کی شان پورے جوبن پر تھی تمام کائنات کے لئے رحمت یعنی "رحمۃ للعالمین" کی رحمت کا دریائے فیض بہہ رہا تھا۔ اسی دوران ایک صحابی عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جو کہ نابینا تھے تشریف لائے اور آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر علم کی بات پوچھنے لگے۔

رسول کریم ﷺ نے صحابی کے سوال کا جواب نہ دیا اور اپنی گفتگو مبارک جاری رکھی۔ کیونکہ کفار مکہ کے ساتھ جو بات چیت ہو رہی تھی اسے مکمل کرنا تھا۔

یاد رہے حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے لیکن بہرے نہ تھے۔ وہ رسول کریم ﷺ کی گفتگو سن تو رہے تھے۔

# یہاں تک تو ٹھیک ہے لیکن

اس مداخلت بیجا پر کفار مکہ مکرمہ میں سے ایک سردار جو کہ ولید بن مغیرہ ہو سکتا ہے اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا۔ اغلب امکان اس کا اس لئے ہے کہ اس نے اسی طرح کی حرکت اس سے پہلے بھی کی جس کا ذکر سورۃ مدثر میں بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ المدثر میں بھی عبس کا لفظ آیا ہے جو کہ ولید بن مغیرہ سے ہی متعلق ہے اور پھر سورۃ نجم میں جو منہ پھیرنے (تولی) کے متعلق ذکر ہے تو وہ بھی اسی کافر کے متعلق ہے۔

## آپ ﷺ کا طرز عمل

امام مالک اور امام ترمذی کی احادیث میں یعرض عنہ کے الفاظ آپ ﷺ سے منسوب ہیں۔ مطلب یہ کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے ان کی طرف توجہ نہیں دی۔ اس لئے کہ آپ ﷺ صحابی کی آمد سے پہلے ہی سرداران کفار کے ساتھ محو گفتگو تھے۔

## اخلاقیات کا تقاضا

یہ ہے کہ جس کے ساتھ پہلے سے گفتگو جاری ہو اسے ختم کر لینے کے بعد دوسری طرف توجہ کی جائے اور یقیناً آپ ﷺ نے ایسا کر کے اخلاقیات کے تقاضے پورے کئے۔ بلکہ یہ تو آپ ﷺ کے خلق عظیم کی ایک مثال ہے۔

**کفار مکہ مکرمہ کا نفسیاتی مسئلہ :-** کفار مکہ مکرمہ چونکہ مالی طور پر امیر تھے اور نو مسلم غریب تھے۔ اس لئے یہ کفار مکہ مکرمہ آپ ﷺ سے کئی بار کہہ چکے تھے کہ جب ہم آپ ﷺ کے پاس آئیں تو ان غریبوں کو اپنی مجلس سے نکال دیجئے۔ دراصل یہ ایک نفسیاتی مسئلہ تھا جس میں کفار مکہ مکرمہ مبتلا تھے اور یہ غریب مسلمانوں کو حقیر سمجھتے تھے اور اپنی ہٹ دھرمی اور نخوت کی بناء پر دین اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ یہ بات ذہن نشین کرنا بہت ضروری ہے تب ہی ابتدائی آیات کی سمجھ آسانی سے آجائے گی۔

**بات واضح ہو گئی کہ :-** عبس وتولی کا فاعل کفار مکہ کے سرداروں میں سے ہے نہ کہ ہمارے آقا ﷺ جو کہ رؤف رحیم ہیں۔ عفو اور کریم ہونے کے ساتھ ساتھ حلیم ہیں۔ آپ ﷺ نے کسی صحابی کو دیکھ کر تیوری نہیں چڑھائی بلکہ اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ اس لئے کہ آپ اس کی آمد سے پہلے ہی بات چیت میں مشغول تھے۔ سورہ عبس کے متعلق صرف یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ حضرت ابن ام مکتوم کے متعلق ہے۔

**قارئین کرام!**

بار بار قابل غور نکتہ یہ ہے تمام روایات میں کہیں بھی ذکر نہیں کہ عبس وتولی رسول کریم ﷺ کا فعل تھا۔

بلکہ صرف یہ بات ہے کہ سورہ عبس وتولی حضرت عبد اللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے۔

# ابتدائی آیات کی تشریح

ابتدائی آیات :۔ ان جاء ہ الاعمی وما یدریک لعله یزکی اویذکر فتنفعه الذکری

ترجمہ :۔ اس پر کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ پاکباز ہو جاتا یا وہ غور و فکر کرتا تو اسے نصیحت نفع دیتی۔

اما من استغنی فانت له تصدی وما علیک الا یزکی واما من جاءک یسعی

ترجمہ :۔ لیکن وہ جو پرواہ نہیں کرتا۔ تم اس کی طرف تو توجہ کرتے ہو اور تم پر کوئی ضرر نہیں اگر وہ نہ سدھرے اور جو تمہارے پاس دوڑتا ہوا آیا۔

وھو یخشی فانت عنه تلھی

ترجمہ :۔ اور وہ ڈر بھی رہا ہے۔ تو اسے چھوڑ کر اور طرف مشغول ہو جاتے ہو۔ (یعنی کھیل اور ہنسی مذاق سمجھتے ہو)

تفسیری ترجمہ

ان آیات کا مخاطب بھی وہی کفار مکہ مکرمہ کا سردار ہے یعنی ولید بن مغیرہ جس نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر (جب ان کی طرف آئے تھے یعنی اس مجلس کی طرف) تیوری چڑھائی تھی اور منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا (نفرت کی وجہ سے) اس شخص کو بتایا جا رہا ہے کہ تمہیں کیا معلوم شاید ستھرا ہو جاتا اور اس نے جو نصیحت چاہی ہے اسے نفع دیتی تم تو ایسے لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے ہو جو اپنے آپ کو غنی سمجھتے ہیں (جیسے ابو جہل خود کو سمجھتا تھا۔ سورہ علق) اور تمہارا اس میں زیاں نہیں کہ وہ ستھرا نہ ہو جو تمہارے پاس دوڑتا ہوا آیا ہے (جاء ہ کاہ کا فاعل عبس و تولی والا ہے اور یہاں 'ک' سے مراد بھی وہی ہے اور وہ ڈر بھی رہا ہے پس تم نے (گویا کہ تم کفار لوگوں نے) دین کی باتوں کو

## حاصل کلام

۱۔ یہ ہے تمام بات چیت جو کفار کے سردار کے متعلق ہے اور اسی کافر پر عتاب ہے۔

۲۔ آقا ﷺ سے تو یہ خطاب نہیں ہے۔

نوٹ :۔ بعض مقامات پر الفاظ کا لغوی ترجمہ نہیں کیا جاتا جہاں یہ محسوس ہو کہ ان الفاظ میں سے ایسے الفاظ کے وہ معانی نکلتے ہوں جن کو اگر آقا ﷺ سے منسوب کیا جائے تو توہین و تنقیص رسالت کا پہلو نکلتا ہو اور پھر قرآن حکیم کی وہ آیات جو آقا ﷺ کی شان اقدس میں ہیں مثلاً وانک لعلی خلق عظیم (۶۸ ر ۴ القلم) سے تضاد پیدا ہو۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کے قرآن کے اعجاز کے برعکس ہے یہاں چونکہ ایک اخلاق کے خلاف واقعہ کا ذکر ہے اس لئے آقا ﷺ سے ایسے فعل کی توقع کرنا بعید از عقل ہے۔ منسوب کرنا سنگین بے ادبی ہے اور منصب رسالت کی توہین ہے۔ بلکہ آپ ﷺ نے تو عبس و تولی کیا ہی نہیں۔

## یاد رہے

آقا ﷺ نے اپنے صحابی کو منہ مبارک سے بھی کوئی ایسی بات نہ کہی تھی جسے مفسرین حضرات وجہ عتاب بتائیں۔ بلکہ آپ ﷺ تو خاموش رہے تھے اور چونکہ صحابی کی آمد سے پہلے آپ ﷺ کفار کے ساتھ محو گفتگو تھے اس لئے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی بات کی طرف متوجہ نہ ہوئے تھے (یعرض عنه) کیونکہ اخلاقیات کے تقاضے کے مطابق پہلے جس سے بات ہو رہی ہو اس سے کر کے کسی دوسرے کے سوال کا جواب دیا جاتا ہے۔

بخاری شریف (کتاب العلم) میں جو حدیث پاک اس بارے میں ہے اسے بھی ضرور پڑھیں۔

## کلا انھا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ

یقیناً یہ تو نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے اسے قبول کرے

### کلا کے معانی

کلا پر اگر وقف ہو تو اس کا معنی ہو گا۔ "ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے By no means لیکن یہاں وقف نہیں ہے تو یہ حقا کے معنی میں ہے یعنی یقیناً یہ آیات ربانی ایک تذکرہ ہے Truely, By all means, Certainly

تشریح:۔ ا۔ چونکہ مخاطب ایک کافر ہے اس لئے اس کے لئے بتایا جا رہا ہے کہ یقیناً یہ تو نصیحت ہے جو میرا محبوب ﷺ تم لوگوں کو پہنچا رہا ہے سو جس کا جی چاہے اسے قبول کرے اور اپنی بگڑی بنا لے۔

ب۔ کافروں کی تسلی کے لئے یقیناً کے معنی میں کلا کہا گیا ہے کیونکہ وہ اسے حق نہیں سمجھتے تھے اس میں شک کرتے تھے کہ یہ انسان کا بنایا ہوا کلام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے خصوصاً "یقین کروانے کے لئے" کہ میرا حبیب ﷺ یقیناً تمہیں نصیحت والا کلام بتا رہا ہے وہ کوئی "لھو" نہیں کر رہا۔

چونکہ تلھی کا لفظ استعمال ہوا اس لئے اس کا متقابل لفظ کلا یقیناً کے معنی میں ہی ہے جس کا فاعل کافر ہے

ث۔ کلا پہ چونکہ وقف نہیں ہے اس لئے یہاں "ایسا نہ چاہئے" والا معنی نہیں لگے گا۔ کیونکہ آپ ﷺ تو معلم کتاب و حکمت ہیں آپ ﷺ کو پتہ ہے کہ کیا چاہئے اور کیا نہ چاہئے اور آپ ﷺ تو مبعوث ہی مکارم اخلاق اور محاسن افعال کے اتمام اور اکمال کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

ج۔ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تو مسلمان تھے وہ یہ نصیحت تو قبول کر چکے تھے صحابی رسول تھے ان کے متعلق یہ کہنا کہ جس کا جی چاہے اسے قبول کر لے والی بات کی کوئی تک نہیں۔

# آیات میں غور و فکر

آیات میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔ چند الفاظ تو بہت اہم ہیں اور یہ بھی دیکھنا ہے کہ ان کا ترجمہ کرتے وقت قرآن حکیم کی دوسری جگہ پر ایسے ہی الفاظ و آیات ہیں تو ان سے ٹکراؤ تو نہیں۔

۱۔ عبس اس نے تیوری چڑھائی۔

۲۔ وتولی اور منہ پھیرا

۳۔ ان جاء ہ الاعمی یہاں لفظ ہ' کا فاعل بھی وہ ہے جس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا۔

۴۔ وما یدریک اور تمہیں کیا معلوم یہ بھی وہی ہے جس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا کیونکہ اسے کیا معلوم کہ آنے والا شاید پاکباز ہو۔ مقام غور یہ ہے کہ تمہیں کیا معلوم' والی بات آپ ﷺ سے منسوب کرنا آپ ﷺ کے علم مبارک میں نکتہ چینی کرنا ہے جو کہ بے ادبی اور گستاخی ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ تو صاحب کلی علم غیب ہیں اور یہاں ادراک کی بات ہو رہی ہے۔

۵۔ ایک لفظ لعل ہے جس کے معنی شاید ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں شک' کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ کیا یہ خطاب اس کے حبیب ﷺ سے ہے لیکن آپ ﷺ تو منزل یقین ہیں۔ یہاں "شک" کا تو دور دور شائبہ بھی نہیں اور نہ ہی کسی انسان کو یہ گمان کرنا چاہئے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ یہ الفاظ آپ ﷺ کے لئے نہیں ہیں بلکہ کسی اور کے لئے ہیں۔ جو شک کی بیماری میں مبتلا تھے یعنی کفار قریش۔

۶۔ دوسرا لفظ "او" ہے جس کے معنی یا' کے ہیں۔ اسے پڑھنے اور سمجھنے کے لئے پچھلی آیت کا ربط ضروری ہے۔ اکٹھا پڑھیں تو معلوم ہو گا شاید یہ پاکباز ہو یا نصیحت پائے۔ چنانچہ یہ لفظ بھی آپ ﷺ کی ذات اقدس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا آپ ﷺ تو صاحب کلی علم غیب ہیں اور اس لئے آپ ﷺ کے ہاں شاید' اور یا جیسی باتیں نہیں ہیں۔

۷۔ اس سے آگے ایک لفظ استغنی (اما من استغنی ۔ فانت لہ تصدی اور وہ جو لاپروا ہے تم اس کی طرف متوجہ ہوتے ہو۔) سورۃ علق میں بھی ان رآہ استغنی کا ذکر ہے جس سے مراد ابو جہل ہے۔ (یہ سورۃ سب سے پہلے نازل ہوئی) یعنی اے تیوری چڑھانے والے اور منہ پھیرنے والے تم اپنے جیسے کفار کو تو توجہ دیتے ہو۔

۸۔ ایک اور لفظ تلھی آیا۔ تلھی کا مادہ لھو ہے۔ بمعنی باطل کھیل اور شغل۔ آپ ﷺ کی شان کے لائق نہیں کہ آپ ﷺ میں لھو ہو (معاذ اللہ کوئی بھی عاشق رسول ﷺ یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔ ورنہ اپنا ایمان گنوا بیٹھے گا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ ان آیات کا مخاطب وہی ہے۔ جس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا۔

## صاحب تفسیر روح البیان فرماتے ہیں

یہ آپ ﷺ کی شان نہیں کہ آپ ﷺ میں لھو ہو۔ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ تو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور اسے لعب و لھو کہنا عبث امر ہے۔ کوئی بھی اہل ایمان یہ نہ مانے گا (اسے کوئی بے ایمان مراد لیتا ہے تو بے ایمان کا کیا اعتبار لھو شان رسالت کے لائق نہیں۔

نتیجہ

۱۔ یہ انکا کہ تیوری چڑھانا' منہ پھیرنا' علم نہ ہونا' شاید اور یا' والی بات لاپرواہ ہونا اور دین کو کھیل و ہنسی مذاق سمجھنا کفار مکہ مکرمہ ولید بن مغیرہ' ابو جہل اور دیگر سردارن قریش کے Character Traits تھے یعنی ان کے کردار کی خصوصی خصلت یا خاصیت تھی۔

۲۔ ایسے الفاظ آقا ﷺ کے خلق عظیم کے متضاد ہیں اور آپ ﷺ سے ان کی کوئی نسبت نہیں خصوصاً اگر کوئی لھو کی آپ ﷺ سے نسبت و اضافت کرے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ یہ منصب رسالت کے خلاف ہے۔

# غائب کی ضمیر کا فاعل ۔ کون

## غائب ضمیریں

یہ غائب ضمیریں ان شخصوں کی طرف جاتی ہیں جن کے پاس بے کس لوگوں (جو کہ حق کی تلاش میں آتے ہیں) کا آنا ان کو یعنی رؤسائے قریش کو ناگوار گزرتا تھا وہ اس لئے کہ انہوں نے یہ شرط رکھی ہوئی تھی۔ کہ جب وہ لوگ محو گفتگو ہوں تو یہ غریب لوگ نزدیک نہ آئیں۔ اس لئے وہ ترش رو اور بد اخلاق تھے۔

## عقلی دلائل

۱۔ رسول کریم ﷺ اس شخص کے لئے جو کہ نابینا ہے اپنے چہرے پر ایسے تاثرات نہیں لائیں گے کیونکہ اس سے اس نابینا شخص کو آپ ﷺ کے رویہ کا پتہ نہ چلے گا۔ اگر آپ ﷺ چاہتے تو پھر زبان مبارک سے فرما دیتے ہیں کہ میں محو گفتگو ہوں تم ابھی رکو (کیونکہ تم دیکھ نہیں سکتے)

۲۔ ہاں اگر آنے والا شخص بینا ہوتا (یعنی نابینا نہ ہوتا) تو پھر اپنے چہرے کے تاثرات سے ناگواری کا اظہار کرنا کچھ معنی رکھتا تھا لیکن اور ایسے واقعات بتائے گئے ہیں کہ ان نابینا لوگوں پر بھی آپ ﷺ نے چہرے سے ناگواری کا اظہار نہ کیا۔

۳۔ اگر آپ ﷺ کی طرف ہوتی تو پھر جا ٹوک ہوتا۔

## نوٹ

سعیدیوں کو چاہئے تھا کہ ان کے نابینا ہونے پر زور نہ دیتے بلکہ ان کے بہرہ ہونے پر زور دیتے کیونکہ سننے کا تعلق کان سے ہے نہ کہ آنکھ سے۔

## تیوری چڑھانا (عبس) اور منہ پھیرنا (تولی) والی طبیعت

یہ ایسی بری خصلتیں ہیں جو کسی اکھڑ مزاج، سرکش، برائی میں جلدی کرنے والا، مغرور، گردن کش Violent بدخلق Rude قسم کے شخص میں ہوتی ہیں قرآن حکیم سورۃ القلم میں ولید بن مغیرہ کے متعلق جو دس برائیاں مذکور ہیں ان میں "عتل" کا لفظ بھی ہے یعنی سرکش، اکھڑ مزاج، بدخلق، گردن کش، تندخو وغیرہ اسی بنا پر اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ "تیوری چڑھانے" اور "منہ پھیرنے" والا ولید بن مغیرہ ہی تھا اور اس بدکردار متکبر شخص نے پہلے بھی کسی اور مجمع میں تیوری چڑھائی تھی جس کا ذکر سورۃ المدثر میں ہے نتیجہ یہ نکلا کہ اب اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سورہ عبس میں جس شخص کا ذکر ہے وہ ولید بن مغیرہ ہی تھا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے (عتل) قرار دیا تھا۔ (عتل)

# عُتُلٌّ ہی عابس ہوتا ہے

# یعرض عنہ اور عبس و تولی دو مختلف انداز ہیں

## نتیجہ یہ نکلا

۱۔ اللہ تعالیٰ کفار مکہ مکرمہ کے سرداروں ابو جہل اور ولید بن مغیرہ سے ڈائریکٹ مخاطب ہو کر بات کر رہا ہے۔ یعنی لفظ "ک" (کاف) کے ساتھ۔

۲۔ تکلم میں صیغہ ماضی (غائب) بھی ہے مثلاً عبس و تولی۔ تلھی

۳۔ تولی یعنی منہ پھیرا سردار ان کفار مکہ کا طریقہ تھا۔

۴۔ عبس کا لفظ سورہ عبس کے علاوہ صرف ایک اور دفعہ سورہ المدثر میں آیا ہے۔ عبس کا ترجمہ کلح ہے جو بڑے بڑے اکابر علماء کرام امام بخاری نے کیا ہے اور اس کی جمع کالحون ہے۔ جو کفار لوگ ہیں اور ان کی منزل جہنم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے شکار ہوں گے۔

۵۔ احادیث (موطاء مالک اور امام ترمذی) میں واقعہ کی نسبت سے الفاظ "یعرض عنہ" آیا ہے جس کے کئی معانی ہیں لیکن یہاں "توجہ نہ دی" والے معنی بہت موزوں ہیں اس لئے کہ رسول کریم ﷺ سرداران کفار سے گفتگو کر رہے تھے کہ ایک صحابی نے مداخلت کی۔

۶۔ اخلاقیات کا تقاضا یہ ہے جو بات پہلے سے جاری ہو اسے مکمل کر کے پھر دوسرے کی طرف توجہ کی جائے۔ بالکل اسی طرح ہی آپ ﷺ نے کیا۔ (بخاری ج ا کتاب العلم ص ۱۳۲)

۷۔ درحقیقت صاحب خلق عظیم نے تو اخلاق کا یہ درس دیا کہ جو بات پہلے سے شروع ہے اسے پایہ تکمیل تک پہنچاؤ تاکہ جن کے ساتھ بات چیت ہو رہی ہے وہ مطمئن ہو جائیں۔ پھر اس کے بعد کسی دوسرے کا جو سوال ہو اس کی طرف توجہ دو۔

**نوٹ:۔** "یعرض عنہ" علیحدہ چیز ہے اور عبس و تولی مختلف ہے ان کے درمیان جو فرق ہے وہ سمجھ آجائے تو پھر سورہ عبس سمجھ آجائے گی۔

# کفار مکہ کی خصلتیں

## تیوری چڑھانا (عَبَسَ) اور منہ پھیرنا (تَوَلّٰی)

ا۔ یہ ایسی بری خصلتیں ہیں جو کسی اکھڑ مزاج، سرکش، برائی میں جلدی کرنے والا، مغرور، گردن کش Violent بدخلق Rude قسم کے شخص میں ہوتی ہیں۔ سورۃ القلم میں ولید بن مغیرہ کے متعلق جو دس برائیاں مذکور ہیں ان میں ''عُتُلٍّ'' کا لفظ بھی ہے یعنی سرکش، اکھڑ مزاج، بدخلق، گردن کش، تند خو وغیرہ۔ چنانچہ ''تیوری چڑھانے'' اور ''منہ پھیرنے'' والا ولید بن مغیرہ ہی تھا۔ اس بدکردار متکبر شخص نے کسی مجمع میں تیوری چڑھائی تھی جس کا ذکر سورۃ المدثر میں ہے۔ ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ○ ثُمَّ اَدْبَرَ وَ اسْتَكْبَرَ ○ اب اس میں کوئی شک نہیں کہ سورۃ عبس میں جس شخص کا ذکر ہے وہ ولید بن مغیرہ ہی تھا۔

## ''عتاب'' تو کافر (ولید بن مغیرہ) پر ہوا تھا

۲۔ اللہ تعالیٰ نے عتاب تو کافر پر کیا جس نے ایک صحابی کی آمد پر چہرے کی کرختگی دکھائی، پیشانی کو بیچ میں سکیڑا، دونوں ہونٹوں کو اوپر نیچے کر کے دانت ظاہر کر کے شکل کو ایسا ڈراؤنا بنایا جیسے عبوس الاسد ہوتا ہے۔ پھر منہ موڑا۔

۳۔ عَبَسَ، کَلَحَ، بَسَرَ، بَسَلَ، تَلَهّٰى، تَوَلّٰى کفار مکہ کی خصلتیں تھیں۔

نوٹ: رسول کریم ﷺ سے منسوب کرنا اسوہ حسنہ کا انکار ہے (معاذ اللہ)

(عربی گرامر سے ناسمجھ ہونے کی بنا پر لوگ ٹھوکریں کھا گئے)

# تفسیر صوفیانہ

**اللہ تعالیٰ کا انداز تکلم :-** چونکہ آپ ﷺ تو اپنے حلم کی وجہ سے خاموش رہے مگر اللہ تعالیٰ خاموش نہ رہا اور کہا کہ جسے اندھا اور غریب سمجھ کر تو نے اپنے چہرے پر تیوری چڑھائی ہے اور اسے دیکھ کر منہ پھیر لیا ہے کہ یہ کہاں سے آگیا۔ تمہیں کیا معلوم کہ شاید وہ پاکباز ہو یا نصیحت پائے۔ واقعی اس کفر کے سردار کو کیا معلوم کہ وہ (عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ پاکباز یا نصیحت پائے ہوئے ہوں۔) (یاد رہے ہمارے آقا ﷺ کو سب کچھ معلوم ہے) مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے کہہ رہا ہے کہ اندھا تو تو ہے (اے کفر کے سردار) کہ حق و صداقت سے دور ہے۔ پھر فرمایا تیری اپنی حاجت تو یہ ہے کہ اپنے جیسوں کی یا اپنے سے زائد اغنیاء کی آمد پر خوش آمدید کہتا ہے اور ان کی پوری پوری خاطر تواضع کرتا ہے۔ خواہ وہ تیری طرح کتنے ہی بداطوار ہوں اور اگر کوئی غریب نیک سیرت تیرے قریب آجائے تو ترش رو ہو کر ڈانٹتا ہے اور اس پر مزید یہ کہ ہمارے حبیب ﷺ سے بھی یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ بھی تیری طرح مسلم غربا کو ناک چڑھا کر ڈانٹا کریں اور تیرے جیسے صرف اغنیاء سے ہی اپنی مجلس کو سجایا کریں۔ ایسی توقعات ہمارے محبوب ﷺ سے نہ کرو۔ ان کی مجلس تو قرآن پاک و حدیث شریف سے مزین ہے۔ یقیناً یہ تو نصیحت ہے جس کا جی چاہے اسے قبول کر لے یعنی تم اگر اپنی بھلائی چاہتے ہو تو یہاں اس نصیحت کو جو کہ حق ہے قبول کر لو۔ یہاں ہر ایک چھوٹے بڑے کے لئے دروازہ کھلا ہے۔ اپنے اپنے درجوں میں جو کوئی آیا اسے سوال، کا حق حاصل ہے۔ کسی کو بھی روکتے یا ڈانٹتے نہیں اور یہاں سب برابر ہے امیری اور غریبی کے لحاظ سے۔ یہ آقا ﷺ کی مجلس کے ضوابط ہیں۔

**نتیجہ :-** عربی الفاظ کی گہرائیوں اور دیگر گرامر کی وضاحتوں کے بعد اللہ تعالیٰ کے انداز تکلم کے سے معلوم ہوا کہ ان آیات کا مخاطب کفار مکہ کا ایک سردار ہے نہ کہ آقا علیہ السلام کی ذات اقدس (نعوذباللہ) 'عابس' کو اللہ تعالیٰ نے غائب رکھا ہے۔ سامنے نہیں ہونے دیا پھر اسے مخاطب فرما کر خوب ڈانٹا ہے جیسے کوئی کسی کی مجرمانہ حرکت کی لوگوں سے شکایت کرتا ہے کہ اس نے یہ کیا اور ایسا کیا پھر مزید گرم ہو کر اسے مخاطب کرتا ہے کہ تو نے یہ کیا اور ایسا کیا تو اس میں مجرم کے لئے مزید ڈانٹ مراد ہوتی ہے۔

**کفار کے رویے کی وضاحت :-** کفار مکہ نے اپنے غلط رویے اور ضد (ہٹ دھرمی) کی وجہ سے اپنے آپ کو ہدایت سے محروم رکھا یہ ان کا ذاتی اور اختیاری فعل تھا اور اسی لئے جہنم کا ایندھن بن گئے۔ قرآن پاک میں فرمان الٰہی ہے ان کے متعلق جو کفار مکہ نے اپنے متعلق کہا۔

(الف) ان کا دلیضلنا عن الھتنا لولا ان صبرنا علیھا (۲۵/۴۲)

ترجمہ :- قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے خداؤں سے بہکا دیں اگر ہم اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پہ جمے نہ رہتے۔

(ب) وقالوا ان نتبع الھدی معک نتخطف من ارضنا (۲۸/۵۷)

اور کہتے اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو لوگ ہمارے ملک سے ہمیں اچک لے جائیں۔

**تشریح :-** مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہوا کہ کفار مکہ نے یہ اقرار کیا کہ "تمہارے ساتھ ہدایت" ہے لیکن ہم اپنی مرضی سے اس کی پیروی نہیں کریں گے۔ یعنی وہ بہت ہٹ دھرم تھے جانتے تھے کہ حق اور ہدایت بہت طاقتور ہے اور ان کے قدم ڈگمگانے لگے تھے لیکن پھر اپنی ضد سے انہوں نے حق اور ہدایت کو قبول نہ کیا۔ بات بات پر اللہ تعالیٰ کی ذات قرآن پاک کی آیات اور آقا علیہ السلام کی رسالت کا تمسخر اڑانا ہی کفار مکہ مکرمہ کا لھو تھا اور اسی لھو کی وجہ سے جہنم کو انہوں نے ابدی منزل بنالیا۔

# مختلف مفسرین کی رائے کا تجزیہ

جب مختلف تفسیروں کا مطالعہ کریں تو آیت ہذا کے نزول کے متعلق آقا ﷺ سے اس بات یعنی تیوری چڑھانا اور منہ پھیرنا منسوب کیا گیا ملتا ہے اور پھر کہ اللہ تعالیٰ کو یہ ناگوار ہوا تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ دوسری بات یہ کہ رسول اللہ ﷺ جب ابن ام مکتوم کو دیکھتے تو فرماتے مرحبا یہ وہ ہیں جن کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا۔

**تیسری بات :۔** کہا جاتا ہے کہ آپ عمر بھر اتنے مغموم نہ ہوئے جتنا سورۃ عبس کے نزول سے۔

**پہلی رائے عتاب والی بات :۔** (ا)۔ کسی کے کہنے پر یعنی (کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ عمر بھر اتنے مغموم نہ ہوئے) جتنا اس سورۃ کے بزول سے ہوئے کیونکہ اس میں عتاب ہے اس لئے کہ شان محبوبی کے خلاف گفتگو فرمائی۔

**حدیث کا حوالہ کہاں ہے :۔** غور طلب بات یہ ہے کہ انہوں نے کوئی حوالہ کسی حدیث پاک کا نہیں دیا کہ کون راوی ہیں اور اس حدیث پاک کا قرآن پاک کی آیات سے ٹکراؤ تو نہیں ہو رہا۔

**نکات :۔** بحث طلب باتیں یہ ہیں۔ ان پر تفصیلی بحث آگے آئے گی۔

(ا)۔ "کہا جاتا ہے" والے الفاظ۔

(ب)۔ آپ ﷺ کا عمر بھر مغموم رہے۔

(ت)۔ اس میں عتاب ہے۔

(ث)۔ شان محبوبی کے خلاف گفتگو فرمائی۔

# لفظ عتاب کی تشریح

۱۔ لفظ عتاب لغت میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً ملامت۔ خفگی اور الزام (Blame - Censure) یہ تینوں الفاظ بہت ہی سخت ہیں اور Serious بھی یعنی اندیشہ ناک

یعنی کہ جرم کی نوعیت کا اظہار کرتے ہیں جس کی وجہ سے ملامت یا خفگی یا الزام ہو۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ جس کی طرف عتاب کی نسبت کی جائے اس سے کوئی ایسا جرم سرزد ہوا ہے جو ناقابل معافی ہے اور اسی وجہ سے اس پر ملامت ہو رہی ہے خفگی کا اظہار کیا جا رہا ہے اور الزام لگایا جا رہا ہے کہ تم نے یہ جرم کیا ہے اس وجہ سے معتوب ہو۔

۲۔ کیا (معاذ اللہ) آپ ﷺ نے کوئی ایسا فعل کیا:۔ آپ ﷺ تو خاموش رہے۔ صحابی کو زبان مبارک سے کچھ نہیں فرمایا اُونہٹو کا مثلاً تمہیں نہیں پتہ کہ میں گفتگو کر رہا ہوں وغیرہ وغیرہ

۳۔ کیا اللہ تعالیٰ پہلے والا وعدہ بھول جائے گا (معاذ اللہ):۔ جیسا کہ نزول قرآن سے ظاہر ہے کہ اس سے پہلے سورہ نجم، سورہ کوثر اور الضحیٰ نازل ہوئی اللہ تعالیٰ کہے ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ یعنی راضی کرنے کے وعدے کرے۔ اس سے پہلے فرمائے۔ انّا اعطینک الکوثر یعنی خیر کثیر عطا کرے خیر کثیر میں خلق عظیم اور حکمتیں بھی شامل ہیں۔ تو پھر یہاں معتوب کرنا کیسے لگا حیرت ہے۔

# عتاب والی روایت کا تجزیہ

ا۔ کہا جاتا ہے :۔ والے الفاظ بغیر حوالہ کے لکھنا نہایت ہی غیر ذمہ دارانہ فعل ہے۔ ایسے الفاظ کبھی نہیں لکھنے چاہئیں۔ اگر ایسا لکھنے سے سادہ لوح مسلمان بھٹک گئے تو پھر ان کی ذمہ داری لکھنے والے کے کھاتے میں چلی جائے گی۔

ب۔ آپ ﷺ کا عمر بھر مغموم رہے :۔ استغفر اللہ لکھنے والے کو شاید شان محبوبیت کا پتہ ہی نہیں۔ آقا ﷺ کے لئے کائنات بنائی گئی۔ آپ ﷺ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ فرماتا آپ ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اور ان گنت صفات ہیں کیا صرف ابن مکتوم کی طرف توجہ نہ کرنے سے ساری عمر کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو مغموم کر دے۔ کیسی کم عقلی کی باتیں لکھتے ہیں یہ سعیدی حضرات۔۔۔ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور یا محبوب میں آپ ﷺ کی رضا چاہتا ہوں۔ یہ تو عشق کی باتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کہے کہ ہر آنے والی گھڑی پہلی سے بہتر ہے۔

وللا اخرۃ خیر لک من الاولیٰ (والضحیٰ) اور مفسر صاحب کہیں کہ زندگی بھر مغموم رہے (استغفر اللہ) ایسی روایت جو قرآن حکیم سے ٹکرائے اسے رد کر دینا چاہئے۔ اس آیہ سے بڑی دلیل اور کیا ہے کہ عتاب والی روایت ناقابل قبول ہے۔

# عتاب۔ کیوں؟

**ایک بہت بڑا سوال**

سوال۔ کیا رسول اکرم ﷺ کا غصہ کرنا یا چہرہ اقدس سے ناراضگی کے اثرات باعث 'عتاب' ہوں گے۔ (معاذ اللہ)

جواب۔ نہیں (۱) ایسا نہیں۔ رسول پاک ﷺ نے لوگوں کی حماقتوں پر چہرہ مبارک سے اظہار ناراضگی کے تاثرات دیئے اسمیں کوئی ایسی وجہ نہ تھی جو باعث 'عتاب' ہو حدیث لقطہ کو بغور پڑھیں (جہاں غصہ سے چہرہ مبارک سرخ ہو گیا تھا)

(تو کیا) وہاں 'عتاب' نہ آنا چاہیئے تھا (معاذ اللہ) (مفسرین کے قاعدہ کے مطابق)

(۲) مدینہ منورہ میں ابولہب کی بیٹی حضرت درہؓ نے آپ ﷺ سے شکایت کی کہ لوگ اسے کافر کی بیٹی کہتے ہیں۔ اس پر رسول کریم ﷺ غصہ میں آگئے اور چہرہ اقدس سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا "اس قوم کا کیا بنے گا جو مجھے میرے آباؤ اجداد کے حوالے سے ایذا دیتی ہے"۔ (نوٹ:۔ ان لوگوں کو سوچنا چاہیئے۔ جو آپ ﷺ کے چچا اور حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے والد ماجد حضرت ابو طالبؑ کو کافر قرار دیتے ہیں)

## کیا محبوبوں پر عتاب ہوتا ہے؟ نہیں

اس اللہ تعالیٰ نے تو اپنے محبوب رسول کریم ﷺ کے امتی جنہیں محسنین۔ مطہرین۔ صابرین۔ شاکرین۔ مقسطین۔ متقین۔ توابین۔ متوکلین کا لقب دیا اور انہیں محبوب بنایا۔ انہیں دنیا میں انعامات اور آخرت میں ثواب اور بخشش کا وعدہ فرمایا ہے۔ پھر محبوب ﷺ پر عتاب کیسا؟ (استغفر اللہ)

# بڑی غور طلب بات

## رسول کریم ﷺ کے عمل مبارک کو "خلاف اولیٰ" کہنے والو

## آپ ﷺ کے لئے غصہ کی حالت میں بھی حکم فرمانا حق تھا

آپ ﷺ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا تھا (اقوال۔ افعال۔ احوال) آپ ﷺ پر غصہ کی حالت میں بھی وہ کیفیت طاری نہیں ہوتی تھی جو ہم پر ہوتی ہے۔

## حدیث لقطہ (گری ہوئی چیز) پڑھیں۔

(۱) امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ لوگ رسول کریم ﷺ سے گری ہوئی چیز کے تعلق فتوی پوچھ رہے تھے کہ ایک شخص کے بے تکے سوال پر (جو کہ بھٹکے ہوئے اونٹ کے متعلق تھا) آپ ﷺ غصہ میں آگئے (فغضب رسول اللہ ﷺ) اور آپ ﷺ کے رخسار مبارک سرخ ہوگئے۔ آپ ﷺ نے اسی حالت میں حکم صادر فرمایا یعنی پوری امت کے لئے فتوی دے دیا۔ جو قیامت تک ایک قانون ہے۔

## (۲) آباؤاجداد کے حوالے سے ایذا رسانی کرنا

غصہ کی حالت میں آپ ﷺ کا چہرہ اقدس تو اس وقت بھی سرخ ہو گیا تھا۔ جب مدینہ منورہ میں ابولہب کی بیٹی حضرت درہ کو لوگوں نے کافر کی بیٹی کہا اور اس نے آپ ﷺ سے شکایت کی جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس قوم کا کیا بنے گا۔ جو مجھے میرے آباؤاجداد کے حوالے سے ایذا رسانی کرتے ہیں۔

**قارئین کرام۔** گویا کہ مفسرین کہ نزدیک یہ ایک قاعدہ ہے۔ کہ چہرہ اقدس پر ترش روئی اور غصہ وغیرہ وجہ عتاب ہے۔ (معاذاللہ) سوال یہ ہے کہ۔ کیا صحابی کے اس بے تکے سوال پر ناراضگی اور غصہ سے چہرہ اقدس پر تاثرات کی وجہ سے (معاذاللہ) عتاب نہیں آنا چاہئے تھا؟ یہاں تو صحابی سے گفتگو کے بعد پوری امت کے لئے فتوی دے دیا ہے حالانکہ سورۃ عبس میں تو صحابی سے بات تک نہ کی تھی اور مفسرین نے ترش روئی قرار دے کر اسے وجہ عتاب بنا دیا۔ (معاذاللہ) بلکہ آپ ﷺ کے "جی میں کیا ہے" وہ بھی آپ ﷺ سے منسوب کر دیا حالانکہ آپ ﷺ نے کچھ بھی نہ فرمایا تھا (کہ آپ کے جی میں کیا ہے)

**جواب۔** رسول کریم ﷺ کا غصہ اور رضامندی دونوں حالتوں میں فرمانا یا عمل مبارک کرنا حق ہے کیونکہ آپ ﷺ کا عمل مبارک اسوہ حسنہ ہے۔ آپ ﷺ کے اعمال مبارک ہی شریعت ہیں۔ قرآن حکم ہے آپ ﷺ حاکم ہیں۔ قانون ساز ہیں۔

(۲) جن مفسرین کے نزدیک غصہ اور ترش روئی وجہ عتاب ہے۔ (معاذاللہ) ان کو معلوم ہونا چاہئیے۔ ایسے کئی مواقع آئے جب لوگوں کی حماقتوں کی وجہ سے آپ ﷺ غصہ کی حالت میں ہوئے اور چہرہ اقدس سرخ ہو گیا۔ تو ہر دفعہ کوئی عتاب' والی بات تو نہ ہوئی تھی۔

(۳) کیا اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ پر اسلئے عتاب کرے گا۔ (معاذاللہ) کہ آپ ﷺ غصہ کی حالت میں (جو کے لوگوں کی ایذارسانی کی وجہ سے آتا تھا) تھے عتاب تو ان لوگوں پر آنا چاہئیے جو ایذارسانی کرتے تھے۔

(۴) کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں کہ میری رحمت میرے غضب پر چھا جاتی ہے۔ یہ بات عام انسانوں کیلئے ہے۔ اور یہاں تو ذات مظہر خدا کا تذکرہ ہو رہا ہے۔

(۵) اسے "خلاف اولیٰ" قرار دے کر "ذنب" کی تاویل کرنا غلط ہے مفسرین سے تسامح ہوا ہے۔

# عتاب تو قصور پر ہوتا ہے

## مفتی احمد یار نعیمی (شان حبیب الرحمٰن) فرماتے ہیں

لوگ سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ یہ رب کی ناراضگی اور عتاب ہے اپنے محبوب علیہ السلام پر لیکن بڑے غور کی بات ہے۔ ناراضی ہوتی ہے کسی قصور پر۔ یہاں یہ بتاؤ کہ حضور علیہ السلام سے معاذ اللہ کیا قصور ہوا کہ ناراضی فرمائی جائے۔ کیونکہ آپ ﷺ تو تبلیغ کا کام انجام دے رہے تھے جو آپ ﷺ کا فرض منصبی تھا۔ کیا فرض ادا کرنے پر ناراضی ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ حضرت عبداللہ ابن مکتوم سے تین خطائیں ہوئیں۔ (الف) درمیان گفتگو میں بولنا۔ (ب) ندا کر کے پکارنا۔ (ت) کلام پاک مصطفےٰ ﷺ کو بیچ سے کاٹنا۔

**سوال** :- اگر یہ آیت عتاب تھی تو حضرت عبداللہ کو عتاب ہوتا نہ کہ حضور علیہ السلام کو۔

**نوٹ** :- مولوی احمد حسین نے اپنی ۲۲۹ پیشکش میں مفتی احمد یار نعیمی کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق تو لکھ دیا۔ لیکن مندرجہ بالا عبارت گول کر گئے۔ کیسی علمی خیانت ہے۔ اس میں مفتی نعیمی صاحب فرمارہے ہیں کہ عتاب تو قصور پر ہوتا ہے۔

یعنی سارا زور اس بات پر لگ رہا ہے کہ حضور ﷺ پہ عتاب ہوا تھا (معاذ اللہ) استغفر اللہ۔ اللہ تعالیٰ ایسے مولویوں سے بچائے۔

## علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں

آغاز کلام میں ہی اعراض کا سب بصیغہ ماضی بیان کیا۔ مخاطب کا صیغہ ذکر نہیں کیا کہ اس فعل کا صدور تم سے نہیں کسی اور سے ہوا۔ تم ایسے نہیں کہ ایسا کام تم سے صادر ہو۔

اس کی توجیہ اس طرح ہوگی کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے اور رسول اللہ ﷺ کی نیت اس کی طرف سے بالکل منہ موڑنے کے نہ تھی بلکہ آپ کا مقصد یہ تھا یہ شخص تو مومن ہے ہی

اگراس کی تعلیم میں کچھ تاخیر بھی ہو جائے تو اس کا کچھ نقصان نہ ہو گا۔ نہ اس کی طرف سے انحراف اور چلے جانے کا اندیشہ ہے اور قریش کے سردار اپنی طرف سے میرے رخ کو پھرا دیکھ کر چلے جائیں گے انتظار نہیں کریں گے اور یہ سردار اگر مسلمان ہو گئے تو ان کے ساتھ بہت سے لوگ مسلمان ہو جائیں گے اور دائرہ اسلام وسیع ہو جائے گا۔

---

لعلہ یزکی۔ شاید وہ کامل طور پر پاک ہو جائے۔ شرک ظاہر اور خفی سے عیوب نفسانی سے ہوی وہوس سے بعض علماء کا قول ہے کہ لعلہ کی ضمیر کافر کی طرف راجع ہے یعنی تم میں کافر کے پاک ہونے اور نصیحت پذیر بن جانے کی حرص ہے۔

امام فخر رازیؒ ایک سوال اٹھاتے ہیں

سوال یہ ہے کہ غلطی حضرت عبداللہ سے ہوئی تھی حضور علیہ السلام کفار کو دعوت دے رہے تھے۔ انہوں نے قطع کلامی کرتے ہوئے اپنی بات چھیڑ دی۔ نیز ایک کافر کو دعوت اسلام دینا۔ ایک مسلمان کو قرآن کی تعلیم سے مقدم ہے۔ نیز بارگاہ رسالت کے جو آداب اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو سکھائے تھے وہ تو یہ تھے کہ عامیانہ انداز میں حجروں سے باہر کھڑے ہو کر حضور ﷺ کو نہ بلائیں بلکہ آمد کا انتظار کریں۔ پھر اس محفل میں تو انہیں سراپا ادب بن کر بیٹھ رہنا چاہئے تھا یہاں تک کہ حضور ﷺ تبلیغ سے فارغ ہو جاتے اور پھر یہ اپنی گزارش کرتے اس لئے عتاب تو حضرت عبداللہ کو ہونا چاہئے تھا (تفسیر کبیر)

# محبوبوں پر عتاب کیوں ہوگا؟

## اللہ تعالی تو محبت کرتا ہے۔ان سے؟

### قرآن حکیم

۱۔واحسنو الك الله يحب المحسنين(۲\۱۹۵)اور بھلائی والے ہوجاؤ بیشک بھلائی والے اللہ کے محبوب نہیں

۲۔ان الله يحب التوابين (۲/۲۲۲)بیشک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو

۳۔ ويحب المطهرين (۲/۲۲۲) اور محبوب رکھتا ہے ستھروں کو

۴۔فان الله يحب المتقين (۳/۸۶) بیشک اللہ تعالی کو متقی محبوب ہیں

۵۔ والله يحب الصابرين ۳/۱۴۶ اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں

۶۔ان الله يحب المتوكلين (۳/۱۵۹) اور بیشک توکل والے اللہ کے محبوب ہیں

۷۔ ان الله يحب المفسطين (۵/۴۲) انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں

۸۔ والله يحب المطهرين (۹/۱۰۸) اور ستھرے اللہ کو محبوب ہیں

۹۔ ان الله يحب الدين مقاتلون فی سبيله (۶۱/۴) بیشک اللہ محبت کرتا ہے انہیں جو انکی راہ میں لڑتے ہیں

### محبوبوں کے لئے انعام (محبوبیت کا جواب ہے محبت) نہ کہ عتاب

(۱) وسنجزی الشكرين (۳/۱۴۵) اور قریب ہے کہ ہم شکروالوں کو صلہ عطاکریں (۳\۱۴۵)

(۲)فاتهم الله وثواب الدنيا وحسن ثواب الاخرة والله ويحب المحسنين (۳/۱۴۸) تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی اور نیکی والے اللہ کے محبوب ہیں (۳\۱۴۸)

(۳) فسوف يأتي الله بقوم يحبهم ويحبونه (۵\۵۴) تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائیگاکہ وہ اللہ کے محبوب اور اللہ ان کا محبوب

# اللہ تعالیٰ انبیاء کرام سے محبت کرتا ہے نہ کہ عتاب

ا۔ موسیٰ علیہ سلام سے محبت والقیت علیك محبة منی وتصنع علی عینی ۲۰/۳۹

ترجمہ:۔ اور میں نے تجھ پر اپنی طرف کی محبت ڈالی اور اسلئے کہ تو میری نگاہ کے سامنے تیار ہو۔

## فرمان رسول کریم

انا حبیب اللہ ۔ میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں

## اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(۱) واصبر لحکم ربك فانك باعیننا ۵۲/۴۸ اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھیرے رہو۔ بیشک آپ ہماری نگہداشت میں رہیں۔

۲۔ محبوب ﷺ کی اتباع کرنے والوں پر انعامات (اللہ کی محبوبیت اور بخشش)

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم ط

اے محبوب آپ ﷺ فرمادیں اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار بن جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

## قارئین کرام

(۱) یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے پیمانے کہ محبوب ﷺ کے متبعین سے بھی محبت ہورہی ہے اور بخشش کی جارہی ہے۔

(۲) محبوبوں پر عتاب والی بات تو خلاف قرآن ہے۔

(۳) شاکرین اور محسنین کو صلہ۔ دنیا کا انعام اور آخرت کا ثواب مل رہا ہے۔

نوٹ : ان تمام آیات قرآنی اور رسول کریم ﷺ کی شان اور صاف حمیدہ کے خلاف والی خبرواحد جو مفسرین عموماً لکھتے رہتے ہیں یعنی عاتبنی والی حدیث رد ہوجاتی ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ خاطبنی ہو جسے عاتبنی سمجھ کر نقل میں فروگزاشت ہوگئی۔ راویوں سے لاشعوری طور پر ایسی فروگزاشتیں موجود ہیں

# رسول کریم ﷺ کا تبسم فرمانا

## پہلا موقع

(۱) غزوہ احد کے دن بھاگ جانے کے بعد حضرت عثمانؓ مدینہ منورہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ رسول کریم ﷺ سے ملے۔ ان کو دیکھ کر رسول کریم ﷺ نے **تبسم** فرمایا اور کہا (لقد ذھبتم فیھا عریضۃ) تم اس دن بہت دور نکل گئے۔

### قارئین کرام

یہ معاملہ تو سورۃ عبس والے منظر سے زیادہ سنگین تھا۔ یہاں تو سزا دینے کا وقت تھا لیکن صاحب خلق عظیم نے خلق عظیم کا مظاہرہ کیا۔ (تفسیر مفتی احمد یار خان نعیمی)

## دوسرا موقع

(۲) عبداللہ بن ابی ابن سلول (منافقین کا سردار) کی موت ہوئی رسول کریم ﷺ کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کہا گیا۔ آپ ﷺ تشریف لے گئے حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے دشمن عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں جس نے فلاں دن یہ یہ باتیں کیں تھیں۔ عمرؓ اس کے گزشتہ زمانہ کی باتیں گنوا رہے تھے اور رسول کریم ﷺ **تبسم** فرما رہے تھے جب یہ باتیں حد سے بڑھ گئیں آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے عمر ہٹ جاؤ مجھے اللہ کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے پس میں نے ایک صورت کو اختیار کر لیا ہے۔

### قارئین کرام

یہ کتنا سنگین معاملہ تھا ایک بظاہر مسلمان لیکن دشمن اسلام مر گیا حضرت عمرؓ اس کی برائیاں گناتے رہے لیکن صاحب خلق عظیم نے تبسم فرمایا اور وہ کیا جو ایک رسول اللہ کی شان کے شایاں ہے۔ (سیرت محمد رسول اللہؐ۔ شیخ محمد رضا مکینہ جامعہ فواد قاہرہ مصر)

## محب جل جلالہ تو اپنے حبیب ﷺ کو غم ناک ہوتے نہیں دیکھ سکتا :-

قرآن حکیم تو محب جل جلالہ اور محبوب ﷺ کی گفتگو ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہمارے آقا ﷺ کو غمناک حالت میں دیکھنا نہیں چاہتا چہ جائیکہ عتاب کرے۔ (معاذ اللہ) جب محبوب ﷺ کفار قریش کی اس حالت کو دیکھ کر کہتے کہ یا رب یہ قوم تو ایمان ہی نہیں لاتی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے فرماتے یاایھا الرسول لایحزنک الذین یسارعون فی الکفر

ترجمہ :- ۱۔ یا رسول اللہ آپ غم نہ کریں ان لوگوں کے متعلق جو کفر کی طرف دوڑتے ہیں۔ کیسی ڈھارس بند رہا ہے باری تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی۔

۲۔ دوسری جگہ فرمایا کہ کیا آپ اپنی جان کو ان کے پیچھے تلف کر دیں گے غم میں اگر وہ ایمان نہ لائیں اس قرآن پر۔ (کہف)

فلعلک باخع نفسک علی اثارھم ان لم یومنو ابھذالحدیث اسفا

۳۔ اس کے علاوہ قرآن حکیم میں اور کئی مقامات پر اپنے محبوب ﷺ کو تسلی، تشفی اور صبر کرنے کا کہا جا رہا ہے۔ صرف اس لئے کہ محبوب ﷺ غمزدہ نہ ہوں اگر کافروں نے کہا مال ھذا الرسول یا کل الطعام ویمشی فی الاسواق (الفرقان) یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی تو فرمایا انظر کیف ضربوالک الامثال (یاحبیب دیکھ کیسی کیسی مثالیں آپ کے متعلق مارتے ہیں۔ پھر ان کافروں کے مذاق اڑانے والے فعل پر فرمایا اناکفینک المستھزءین

ترجمہ :- بیشک ہم ان ٹھٹھہ اڑانے والوں کے لئے کافی ہیں۔ (یعنی میں ان سے نپٹ لوں گا)

نوٹ :- محبوب صرف محبوب ہے۔ معتوب نہیں ہو سکتا

# بعثت کا ایک خاص مقصد

## پسندیدہ اخلاق کا اتمام اور عمدہ اعمال کا کمال

### آپ ﷺ کا فرمان ہے

**ان اللہ بعثنی لتمام مکارم الاخلاق و کمال محاسن الافعال**

روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اخلاق کے درجات مکمل کرنے اور اچھے اعمال کے کمالات پورے کرنے کے لئے مجھ کو بھیجا (مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۲)

تشریح:۔ مکارم جمع ہے مکرمہ کی بمعنی پسندیدہ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قدر اخلاق جمع ہے خلق کی۔ بمعنی عادت و خصلت یعنی دل کی وہ حالت جس سے اچھے اعمال کرنا آسان ہوں فرمایا کہ دلی و باطنی صفات یعنی پچھلے انبیاء کرام بھی لوگوں کو اچھی عادات سکھانے تشریف لاتے تھے مگر ہم اعلیٰ درجے کے اخلاق سکھانے تشریف لائے ہیں۔ محاسن جمع ہے حسن کی۔ خلاف قیاس اس کے معنی ہیں خوبی عمدگی یا خوب' عمدہ' اعلیٰ' افعال جمع ہے فعل کی بمعنی ظاہری اعضاء کے ظاہری کام یعنی ہماری تشریف آوری اس لئے ہے کہ ہم تمام لوگوں کے دل کی عادتیں بھی اعلیٰ درجہ کی کر دیں اور ظاہری اعمال بھی حضور ﷺ نے دنیا کی نیت ارادے' عقیدے' دلی حالت بھی درست فرمائے اور ان کی عبادات' معاملات بھی ٹھیک کئے۔ انسانوں کو فرشتوں سے آگے بڑھا دیا۔ عرب کون تھے انہیں کیا کر دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتا ہے اسے صدق مقال۔ اکل حلال سائلین کی حاجت روائی' امانت کی حفاظت' حیا اور شرم پڑوسیوں سے اچھا سلوک' مہمان کی تواضع' بڑوں کا احترام' چھوٹوں کا لحاظ' ماں باپ کی خدمت نصیب فرماتا ہے۔ یہ اخلاق محمد مصطفےٰ ﷺ کا ایک کرشمہ ہے (از مرقات)

# رسول کریم ﷺ کا خلق عظیم

## وانک لعلیٰ خلق عظیم (القلم)

خالق کی زبان اپنی تخلیق کے شاہکار کی توصیف فرما رہی ہے۔

اس آیت کا ہر کلمہ اپنے اندر معانی و معارف کی ایک دنیا لئے ہوئے ہے' اس لئے ہر کلمہ کا وقت نظر سے مطالعہ کرنا پڑے گا۔ شاید لطف خداوندی پردے کو سرکا دے اور شاید معنی کی ایک جھلک نصیب ہو جائے۔

پہلے یہ سمجھیں کہ خلق کس کو کہتے ہیں امام فخرالدین رازی اس کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں یعنی خلق' نفس کے اس ملکہ اور استعداد کو کہتے ہیں جس میں وہ پایا جائے اس کے لئے افعال جمیلہ اور خصال حمیدہ پر عمل پیرا ہونا آسان اور سہل ہو جائے۔ (کبیر)

پھر فرماتے ہیں کسی اچھے اور خوبصورت فعل کا کرنا الگ چیز ہے' لیکن اس کو سہولت اور آسانی سے کرنا الگ چیز ہے کوئی کام خلق اسی وقت کہلائے گا جب اس کے کرنے میں تکلف سے کام لینے کی نوبت نہ آئے۔ (کبیر) یعنی جس طرح آنکھ بے تکلف دیکھتی ہے' کان بے تکلف سنتے ہیں' زبان بے تکلف بولتی ہے اسی طرح سخاوت' شجاعت' حیا' حق گوئی' تقویٰ وغیرہ تجھ سے کسی تردد اور توقف کے بغیر صدور پذیر ہونے لگیں تو اس وقت ان امور کو تیرے اخلاق شمار کیا جائے گا۔

عظیم :۔ بہت بڑا علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔ ای لا یدرک شاوہ احد من الخلق مخلوق میں سے جس کی سرعت رفتار یا عزم بلند کو کوئی نہ پا سکے اسے عظیم کہتے ہیں۔

علیٰ :۔ استعلاء کے لئے ہے یعنی کسی پر حاوی ہونا چھا جانا اور قابو پا لینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ پر حضور ﷺ کا قبضہ ہے یہ سب زیر فرمان ہیں۔ یہ سب مرکب ہیں حضور ﷺ ان کے راکب اور شہسوار

ہیں اس لئے حضور ﷺ کو ان امور کے لئے کسی تکلف اور بناوٹ کی ضرورت نہیں آفتاب ذات محمدی سے صفات محمدیہ اور کمالات احمدیہ کی کرنیں خود بخود پھوٹتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی حکم دیا قل لا اسئلکم علیہ اجرا وما انا من المتکلفین یا حبیب آپ اعلان کر دیں کہ میں تم لوگوں سے نہ کسی اجر کا مطالبہ کرتا ہوں اور نہ میں تکلف اور بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔

انک لعلی خلق عظیم فرما کر بتا دیا کہ حضور ﷺ کی ذات تمام کمالات کی جامع ہے۔ وہ کمالات جو پہلے نبیوں اور رسولوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے' وہ مجموعی طور پر اپنی تمام جلوہ سامانیوں اور اپنی جملہ رعنائیوں کے ساتھ اس ذات اقدس و اطہر میں موجود ہیں۔ شکر نوح' خلت ابراہیم' اخلاص موسیٰ' صدق اسماعیل' صبر یعقوب' تواضع سلیمان علیہم الصلوۃ والسلام سب یہاں جمع ہیں۔

حسن یوسف' دم عیسی ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

امام شرف الدین بوصیری نے اپنے مخصوص انداز میں کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنی ظاہری شکل و صورت اور سیرت و اخلاق کے اعتبار سے تمام انبیاء کرام سے برتر ہیں۔ کوئی نبی آپ کے مقام علم اور شان کرم کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتا۔ حضور ﷺ کی ذات بزرگی کا آفتاب ہے۔ سارے انبیاء کرام آپ کے ستارے ہیں اور وہ ستارے عہد جاہلیت کے اندھیروں میں آپ کے انوار اور تابانیوں کو ظاہر کرتے رہے ہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب کسی نے خلق مصطفوی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مختصرا اور جامع جواب دیا کان خلقہ القرآن حضور کا خلق قرآن تھا۔ یعنی جن محاسن اوصاف اور مکارم اخلاق کو اپنانے کو قرآن حکیم نے حکم دیا ہے حضور ان سے کمال درجہ متصف تھے اور جن

لغو باتوں اور فضول کاموں سے بچنے کی ترغیب دی ہے' حضور ﷺ ان سے پوری طرح منزہ و مبرا تھے۔ ایک دوسرے شخص نے جب یہی سوال کیا تو ام المومنین نے فرمایا سورہ المومنون کی پہلی دس آیتیں پڑھ لو۔ ان میں ہی حضور کے خلق کی صحیح تصویر ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے خلق سے کسی کا خلق اعلی نہیں کیونکہ حضور اپنی مرضی اور مشیت سے دستکش ہو گئے اور اپنے آپ کو کلیۃً حق تعالی کے سپرد کر دیا۔

حضرت جنید کی رائے ملاحظہ ہو سمی خلقه عظیما لانه لم تکن له ثم ہ سوی اللّٰہ تعالیٰ (قرطبی) حضور کے خلق کو عظیم اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالی کے بغیر حضور کی کوئی خواہش نہ تھی۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔ ؎

حضور نبی کریم ﷺ کی ہمتیں اور حوصلے بے شمار ہیں۔ جو ان میں سے بڑے حوصلے ہیں ان کی تو حد ہی نہیں حضور ﷺ کی چھوٹی سے چھوٹی ہمت اور حوصلہ زمانہ سے بزرگ تر ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے ادبنی ربی تادیبا حسنا اللہ تعالی نے مجھے ادب سکھایا اور اس کا ادب سکھانا بہت خوب تھا۔

جب اس عبد کریم کو موَدب' مربی اور معلم خود رب العالمین ہے تو پھر اس تلمیذ ارشد کے حسن ادب' حسن تربیت اور کمال علم کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے لگاتار دس سال حضور کی خدمت کی حضور ﷺ نے مجھے کبھی اف نہیں کہا جو کام میں نے کیا اس کے متعلق کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تو نے کیوں کیا اور جو کام نہیں کیا اس کے متعلق کبھی نہیں پوچھا کہ کیوں نہیں کیا حضور ﷺ حسن و جمال میں بھی تمام لوگوں سے برتر تھے۔ میں نے کسی اطلس یا ریشم کو حضور ﷺ کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم نہیں پایا۔ کوئی مشک'

کوئی عطر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پسینے سے زیادہ خوشبودار میں نے نہیں سونگھا۔

شاہ خوباں ﷺ صرف خود ہی ہر کمال' ہر جمال کے پیکر رعنا اور تصویر جمیل نہ تھے بلکہ اپنے نیازمندوں کو بھی ان نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔ ان کی ایسی تربیت فرمائی کہ آنے والی نسل انسانی کے لئے وہ ایک دل کش نمونہ بن گئے بے شمار ارشادات نبوی میں سے صرف چند آپ بھی سنیں جن میں صحابہ کرام کو اخلاق حسنہ کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

ا۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ حضور کریم ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے فوراً بعد نیکی کرو وہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن خلق سے پیش آیا کرو۔

۲۔ فرمایا میزان عمل میں جتنی چیزیں رکھی جائیں گی' ان میں حسن خلق زیادہ وزنی ہو گا اور اچھے اخلاق کا مالک اپنے حسن خلق کے باعث نماز پڑھنے والے روزہ رکھنے والے کے مرتبہ کو پالیتا ہے۔

مندرجہ ذیل حدیث خصوصی توجہ سے پڑھیے۔

۳۔ ترجمہ:۔ حضرت جابر سے مروی ہے حضور نے فرمایا میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور روز قیامت تم میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں گے جن کے اخلاق اچھے ہوں گے۔ پھر فرمایا میرے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور قیامت کے دن تم میں سے مجھ سے سب سے زیادہ دور بیہودہ باتیں کرنے والے' زبان دراز اور متفیقھون ہوں گے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ پہلے دو لفظوں کا مطلب ہماری سمجھ میں آگیا' تیسرے لفظ کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا متکبر لوگ۔

روح البیان میں۔ علامہ اسماعیل حقی نے یہ حدیث نقل کی ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلق کی تین سو ساٹھ صورتیں ہیں:

# آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ

آپ ﷺ نے کبھی کسی کو دیکھ کر نہ تیوری چڑھائی اور نہ منہ پھیرا۔ آپ ﷺ کے مندرجہ ذیل اوصاف حمیدہ دیکھیں۔

**رحمت :-** (الف)۔ آپ ﷺ تو رحمتہ للعالمین ہیں۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی آنے والے شخص سے تیوری نہیں چڑھائی حتی کہ بعض اوقات لوگ سرراہ حضور ﷺ سے کھڑے ہو کر گفتگو کرتے اور دیر تک حضور ﷺ کو مصروف رکھتے حالانکہ آپ ﷺ ضروری کام سے تشریف لے جا رہے ہوتے تھے۔ حتی کہ وہ یہود جو آپ ﷺ کو ازراہ شرارت بجائے السلام علیکم کہنے کے سام علیکم کہتے تھے (جس کا مطلب ہے کہ تم پر موت آئے) مگر ایسے گستاخ لوگوں کے آنے سے بھی آپ ﷺ کبھی کبیدہ خاطر نہ ہوئے اور نہ کبھی تیوری چڑھائی۔ تو کیسے ہو سکتا تھا کہ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جیسے مخلص اور محبت کرنے والے صحابی کو دیکھ کر تیوری چڑھاتے۔

(ب)۔ ایک دفعہ ایک نیم پاگل عورت گلی کے راستے میں کھڑی اور اپنی کوئی بات ہر آنے جانے والے کو بتانا چاہتی تھی لیکن کوئی اس کی بات نہ سنتا تھا۔ آپ ﷺ کا گزر ہوا تو اس نیم پاگل عورت نے اپنی بات کہنے کے لئے حضور ﷺ کو روکا۔ آپ ﷺ رک گئے اس کی باتیں سنتے رہے یہاں تک کہ اس نے بات ختم کر دی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم دور سے دیکھ رہے تھے پھر آپ ﷺ سے کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ تو نیم پاگل عورت تھی اس نے خواہ مخواہ آپ ﷺ کا وقت ضائع کیا۔ آپ اس کی باتیں نہ سنتے۔ رحمتہ للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ وہ کہتی تھی کہ اس کی بات کوئی نہیں سنتا۔ اگر میں بھی نہ سنتا تو پھر کون سنتا۔۔۔ تو یہ ہے آقا ﷺ کا خلق عظیم۔

**رؤف رحیم :۔** حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں دس سال خدمت اقدس میں حاضر رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجھے اف تک نہ کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں میں سے کسی کو نہیں مارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شفیق کسی اور کو نہ دیکھا گیا حد درجہ نرم گو۔ متبسم اور خوش خلق۔ دست شفقت رکھنے والے (عید کے دن یتیم لڑکے کو گھر لائے فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اچھی ماں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اچھی بہن اور حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ سے اچھے بھائی کہاں میسر آئیں گے۔ بچے کا حال سن کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بھی بے اختیار اشک بار ہو گئیں۔

**آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم :۔** (ا)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نجرانی چادر اوڑھی ہوئی تھی ایک بدو آیا اور آپ کی چادر کو پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا۔ جس سے آپ کے کندھے پر نشان پڑ گیا۔ وہ بدو کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس جو خدا کا مال ہے وہ مجھے عنایت کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور اس کی خواہش پوری کر دی۔

(ب)۔ حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ (جو کبار علمائے یہود میں سے تھے) فرماتے ہیں کہ نبوت کی کوئی ایسی علامت نہ تھی جسے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں مشاہدہ نہ کیا ہو۔ سوائے دو باتوں کے جن کا اب تک مشاہدہ نہ کر سکا۔ ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم کو غضب پر فوقیت حاصل ہو اور دوسرے یہ کہ شدت غضب میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم میں اضافہ ہو۔ ان دو نشانیوں کا اندازہ لگانے کے لئے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کھجوریں خریدیں اور رقم ادا کر دی۔ کھجوریں کچھ میعاد کے بعد لینی تھیں۔ ابھی اس میعاد میں کچھ روز باقی تھے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص اور چادر کے پلو پکڑ کر غضبناک

نگاہوں سے آپ ﷺ کو گھورا اور کہا۔ اے محمد ﷺ کیا آپ ﷺ میرا حق ادا نہیں کریں گے۔ بخدا اے بنو مطلب تم بڑے ہی ٹال مٹول کرنے والے ہو۔ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنی اور کہا اے دشمن خدا جو کچھ بھی میں نے سنا کیا اس کا خطاب حضور ﷺ سے ہے؟ بخدا اگر مجھے کسی چیز سے محرومی کا ڈر نہ ہوتا تو میں تلوار سے تیرا سر علیحدہ کر دیتا۔ حضرت نبی کریم ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شفقت اور محبت سے دیکھتے رہے پھر فرمایا۔ یا عمر رضی اللہ عنہ ہم دونوں کو تم سے اس سلوک کے برعکس کسی اور سلوک کی زیادہ ضرورت تھی۔ تم مجھے حسن ادا کے لئے کہتے اور اسے حسن تقاضا کے لئے۔ تم اس کا حق جو مجھ پر واجب ہے فوراً ادا کر دو اور اپنی اس درشت کلامی کے عوض اسے فوراً بیس صاع زائد دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ اس پر حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نبوت کی ہر علامت آپ ﷺ میں ملاحظہ کرتا تھا۔ سوائے دو باتوں کے جسے میں نے آج آزما دیکھا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ﷺ ہیں۔

(ت)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ہمراہ تھے کہ بنی سلیم کے ایک اعرابی کا وہاں سے گزر ہوا اس نے ایک گوہ کو شکار کر کے اپنے آستین میں چھپائی ہوئی تھی۔ اس اعرابی نے لوگوں سے پوچھا۔ یہ جماعت کس کے پاس بیٹھی ہے لوگوں نے کہا ان کے پاس جنہوں نے نبوت کا دعوی کیا ہے۔ یہ سن کر وہ لوگوں کی صفیں چیرتا ہوا حضور ﷺ کے پاس پہنچا اور کہا اے محمد ﷺ میرے نزدیک عورتیں آپ سے زیادہ جھوٹی نہیں۔ لات و عزی کی قسم میں آپ ﷺ پر اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک یہ گوہ آپ ﷺ پر ایمان نہ لے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اس گستاخ کو قتل کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

اے عمر نبی حلیم ہوتا ہے۔ اعرابی نے آستین سے گوہ نکالی اور آپ ﷺ کے سامنے پھینک دی۔ آپ ﷺ نے گوہ کو مخاطب کیا اور اس نے جواب دیا سب لوگوں نے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے گوہ تو کس کی عبادت کرتی ہے۔ اس نے جواب دیا اس اللہ تعالیٰ کی جس کا عرش آسمان میں، حکومت زمین پر، راستہ سمندر میں، رحمت جنت میں اور عذاب آگ میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں کون ہوں اس نے کہا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبین ہیں۔ جس نے آپ ﷺ کی تصدیق کی وہ نجات پا گیا۔ جس نے تکذیب کی وہ ناکام رہا۔ اس پر وہ اعرابی ایمان لے آیا۔

عفو (فتح مکہ مکرمہ) :۔ سب کو معاف کر دیا۔ اس کو بھی جس نے آپ ﷺ کے محبوب چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کروایا تھا۔ آپ ﷺ نے کبھی اپنے نفس کے لئے غصہ نہ کیا۔ ساری زندگی کسی سے بدلہ نہ لیا۔ پتھروں، گالیوں اور الزامات کے جواب میں دعائے خیر کی۔

کریم :۔ آپ ﷺ اپنی امت کے لئے سراپا کرم ہیں۔ یہ تو فرمان الٰہی کیا بلکہ حکم الٰہی ہے۔

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاوک فاستغفر واللہ واستغفر لهم الرسول

اور جب یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو آپ ﷺ کے حضور حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول کریم ان کے لئے شفاعت کرے۔۔۔ چنانچہ یہ آپ ﷺ کی شان کرم ہے کہ گنہگار آپ ﷺ کی شفاعت کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب اپنے اوپر ظلم کرو۔ تو میرے محبوب ﷺ کے در اقدس پر حاضر ہو جاؤ اور وہاں سے سفارش کراؤ میں ضرور تمہیں بخش دوں گا۔

# اخلاق کی مزید مثالیں

۱۔ حدیث پاک :۔ مسلمان ۔ مسلمان سے خندہ پیشانی سے ملاقات کیا کرے کہ یہ بجائے خود ایک نیکی بلکہ صدقہ ہے (مسلم)

۲۔ اللہ تعالیٰ کے تین سو ساٹھ اخلاق :۔ روح البیان پ ۲۹ ص ۴۴۹
رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے تین سو ساٹھ اخلاق ہیں جو توحید کے عقیدہ کے ساتھ ان میں کسی ایک سے ملقب ہو وہ بہشت میں داخل ہو گا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ان میں کوئی ایک مجھ میں ہے یا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا آپ میں وہ تمام ہیں ان سب سے اللہ تعالیٰ کو محبوب تر سخاوت ہے۔

۳۔ صفات عالیہ کا کمال :۔ قرآن حکیم کی سورۃ آل عمران فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم (۱۵۹ / ۳)

ترجمہ :۔ تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ یا محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے۔ اس کی تفسیر کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب پ ۴ ص ۳۲۰ میں لکھتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو جیسے اور صفات عالیہ میں کمال بخشا ہے۔ ایسے ہی نرمی طبیعت اعلیٰ گفتار خوش خلقی میں بھی کمال بخشا ہے۔ تفسیر کبیر نے یہاں فرایا کہ رسول کریم ﷺ قوت نظری میں نور علی نور ہیں اور یہ آیہ آپ ﷺ کی ہی شان میں ہے اور قوت عملی میں انتہائی کمال کو پہنچے ہوئے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے انک لعلٰی خلق عظیم گویا آپ ﷺ جسماً بشر اور روحاً فرشتہ ہیں (تفسیر کبیر)

۴۔ رسول کریم اپنا منہ مبارک اس کے منہ سے نہیں پھیرتے تھے

:۔ مرات ج ۸ ص ۸۰ (باب حضور ﷺ کے اخلاق و عادات

ا۔ روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص سے مصافحہ کرتے تھے تو اپنا ہاتھ نہ کھینچتے حتی کہ وہ ہی اپنا ہاتھ کھینچتا تھا اور آپ اپنا منہ اس سے نہیں پھیرتے تھے حتی کہ وہ ہی اپنا منہ حضور ﷺ کے چہرے سے پھیرتا تھا۔ (ولا یصرف وجھہ عن وجھہ)

ب۔ روایت ہے حضرت عبداللہ بن حارث سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہ دیکھا۔

۵۔ رسول کریم ﷺ ہنسنے لگے :۔ موطاء امام مالک (کتاب حسن الخلق ص ۵۷

ترجمہ :۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگی اور میں آپ کے ساتھ گھر میں تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ برا آدمی ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے اجازت مرحمت فرما دی۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ تھوڑی دیر بعد میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ ہنس رہے تھے۔ جب وہ نکل گیا تو میں عرض گزار ہوئی' یارسول اللہ! آپ نے تو یہ فرمایا تھا اور اتنی سے دیر میں آپ اس کے ساتھ ہنسنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے برا وہ ہے جس سے لوگ اس کی برائی کے باعث بچیں۔

۶۔ رسول کریم ﷺ سائل کو نہ جھڑکتے تھے :۔ سورہ عبس سے پہلی نجم اس سے پہلے سورہ کوثر اور اس سے بھی پہلے سورہ الضحیٰ نازل ہوئی جس میں یہ آیات اتری۔ واما السائل فلاتنھر اور سائل کو نہ جھڑکو چنانچہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سورۃ کے بعد جب سورہ عبس والا واقعہ پیش آیا تو کیا صاحب خلق عظیم نے اس آیتہ کے برعکس عمل کیا ہو گا (معاذ اللہ) جیسا کہ عام روایات میں مذکور ہے۔

یاد رہے :۔ انبیاء کرام معصوم ہیں۔ بھلا وہ کیسے قرآن حکیم کی آیات کے خلاف عمل کریں گے۔ اگر کوئی ایسی روایت ملے تو روای کو جھوٹا کہنا بہتر ہے۔

# مدینہ منورہ میں رسول کریم ﷺ کا درس

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ اپنے خادموں کو درس فرمارہے تھے کہ ایک مسلمان اعرابی حاضر ہوا اور قیامت کی بابت دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ خادموں کو شبہ ہوا کہ شاید آپ ﷺ نے نہیں سنا۔ یا سوال پسند نہیں اور آپ ﷺ بدستور درس دیتے رہے کہ سوال مضمون کے غیر متعلق ہے۔ پھر فارغ ہو کر دریافت فرمایا۔ سائل کہاں ہے۔ اس نے عرض کی کہ حضور خادم حاضر ہے۔ آپ ﷺ نے اسے جواب عنایت فرمایا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں اس حدیث پر باب تجویز فرما کر استدلال فرمایا ہے کہ مذاکرہ علمیہ اور وعظ و درس میں مشغول ہے تو اس سے فارغ ہو کہ کسی نئے مسائل اور سوال کی طرف توجہ کرلے کہ پہلے کا حق پیشتر اور پچھلے کا بعد میں ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں بھی وہی دستور قائم رکھا جو کہ مکہ مکرمہ میں تھا اور مسلم اعرابی سے بھی وہی معاملہ فرمایا جو کہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔ (اگر سچ مچ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ڈانٹا ہوتا تو آپ اعرابی کی طرف فوراً متوجہ ہو جاتے لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نہیں ڈانٹا (استغفر اللہ) بلکہ اسے ڈانٹا جس نے ایک مسلم کو عبوسیت سے دیکھا۔ (بخاری۔ ج اول کتاب العلم صفحہ ۱۳۱)

# علامہ اقبال اور سابق خطیب بادشاہی مسجد لاہور کا عقیدہ

## مثنوی رومی میں ذکر رسول ﷺ

خواجہ حمید یزدانی

۱۔ کافر سات انتڑیاں بھر کھاتا ہے اور مومن ایک انتڑی بھر کھاتا ہے۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو احادیث مثنوی ۱۵۔ ۲۔ ۲۱۶

۲۔ یہ اشارہ ہے سورۃ عبس کی طرف۔ جس کی پہلی چار آیات کا ترجمہ اس طرح ہے ’تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس سے کہ آیا اس کے پاس اندھا اور کس چیز نے معلوم کروایا تجھ کو شاید کہ وہ پاک ہو جاتا یا نصیحت سنتا پس فائدہ دیتی اس کو نصیحت۔ چند مترجمین و مفسرین نے بھی تیوری چڑھانے کے واقعہ کو حضور رحمتہ للعالمین ﷺ سے منسوب کیا ہے‘ لیکن مولانا غلام مرشد سابق خطیب شاہی مسجد لاہور کو اس سے اختلاف ہے۔ انہوں نے حکیم الامت علامہ اقبال سے اپنی ایک ملاقات کے ضمن میں اس پر اس طرح روشنی ڈالی ہے۔ ”ایک دفعہ (سورہ نمبر ۸۰ آیت نمبر ۱ تا ۱۲) قرآن کریم کو منگوا کر اور سامنے رکھ کر ان کا ترجمہ فرما کر حکم دیا کہ ان کے مشہور ترجموں اور تفسیروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک دن حضور ﷺ روسائے قریش کو پیغام خداوندی پہنچا رہے تھے تو اتنے میں ابن ام مکتوم آگئے اور انہوں نے آپ کی توجہ کو اپنی طرف پھیرنا چاہا جسے حضور علیہ السلام نے ناپسند کیا۔ خاکم بدھن خدا تعالیٰ نے اس ناپسندیدگی پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ خاکسار (یعنی غلام مرشد) نے عرض کیا اس سورۃ کی آیتوں میں سے چند آیتوں میں ضمیر غائب کا مرجع مفسرین نے حضور ﷺ کی ذات گرامی کو بنا دیا اور پھر جوان میں خطابات کے صیغے ہیں ان کا مخاطب حضور ﷺ کو بنا دیا تو قصہ بن گیا۔ خاکسار نے عرض کیا کہ آپ (علامہ اقبال) بتائیں کہ اس سورۃ کی کسی آیۃ میں حضور کے نام یا لقب کا تذکرہ ہے۔ علامہ

نے فرمایا کہ نہیں۔ تو خاکسار نے عرض کیا کہ حضور کو اس کا مصداق کس دلیل پر ٹھہرائے گا۔ برا منایا۔ منہ پھیر لیا۔ آخر کیوں دراصل غائب ضمیروں کا مرجع (سورہ نمبر ۶۹ آیت نمبر ۷۔ ۳۸۔ ۴۳۔ ۴۶) دین فروش اور زر پرست انسانوں کا تذکرہ ہے اور یہ غائب ضمیریں انہیں شخصوں کی طرف جاتی ہیں' ایسے لوگ بے کس مزدوروں' جو حق کی تلاش میں ان کے پاس آتے ہیں' ان کا آنا ان کو یعنی رؤسا کو ناگوار گذرتا تھا اور مخاطب بھی وہی ہیں اور ان میں عبوس' تولی' تصدی اور تلھی کے جو افعال آئے ہیں' حضور ﷺ تو نسل انسانی کو ان قبیح افعال سے روکتے ہیں اور خاکم بدھن یہی افعال آپ میں موجود تھے۔ عبوس کے معنی ہیں ترشروئی' سختی سے پیش آنا' تولی کے معنی روگردانی۔۔۔ تصدی لایعنی بات کرنا اور تلھی کسی کا مذاق اڑانا فعل کو دیکھ کر فاعل متعین کیا جاتا ہے۔ یہ افعال تو حضور ﷺ کے دشمنوں اور کافروں کے تھے' جنہیں حضور ﷺ روکنے کے لئے آئے تھے۔ چنانچہ بدترین کافروں کے اوصاف یہ بیان کئے ہیں کہ وہ قرآن کریم کو سن کر تیوریاں چڑھاتے ہیں اور پھر پیٹھ پھیر جاتے ہیں اور اپنے تکبر میں مست ہو کر حق پرستوں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں۔۔۔ انہیں گیارہ آیتوں کے بعد بارھویں آیت میں فرمایا کہ تمہیں ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ یہ میری انمٹ ہدایتیں اور ناقابل تردید صداقتیں نسل انسانی کے لئے بڑی عظیم الشان نصیحتیں ہیں۔ غریب' امیر جو نصیحت حاصل کرنا چاہیں انہیں یکساں مواقع حاصل ہیں۔ پھر ہمارے بزرگوں نے حضرت ابن مکتوم کو حق بجانب ٹھہرانے کے لئے ان کے نابینا ہونے کا عذر پیش کیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور (حضرت علامہ) یہ سن کر خوش ہوں گے کہ گفتگو سننے کا تعلق آنکھوں سے نہیں' ان بزرگوں (مفسرین) کو چاہئے تھا کہ ان کے نابینا ہونے پر زور نہ دیتے بلکہ ان کے بہرہ ہونے پر زور دیتے۔ (مجلہ نقوش جنوری ۱۹۷۹ء صفحات۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹)

# حاصل کلام (حصہ اول)

## راویاں اور روایت کی صحت کی پڑتال

۱۔ روایات میں تضاد ہے یعنی کہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے اور کہیں نہیں صرف حضرت عروہ سے۔

۲۔ بقول امام مسلم۔ مرسل روایت حجت نہیں اگر یہ رسول کریم ﷺ کے اوصاف حمیدہ کے خلاف ہو؟

۳۔ بقول ہشام ان کے والد عروہ نے یوم الحرہ ۶۴ھ میں تمام کتب جلاڈالیں اب سارا معاملہ زبانی کلامی ہے۔ حضرت عروہ ۹۴ھ میں انتقال کر گئے تھے۔

۴۔ امام بخاری نے روایت نہیں بتائی (بلکہ 'عبس' کا ترجمہ 'کلح' کر کے ثابت کیا ہے کہ اس سے مراد کافر ہے)

۵۔ اڑھائی سو سال بعد یعنی امام ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ) تک اس روایت میں عتاب والی روایت کا ذکر نہیں ملتا صرف اتنا ہے کہ ابن ام مکتوم آئے اور کہا یارسول اللہ مجھے کچھ سکھائیے۔

۶۔ غور طلب بات یہ ہے کہ آپ ﷺ محو گفتگو تھے اور اخلاقیات کا بھی تقاضا یہ ہے کہ جس سے گفتگو شروع ہو اس کے ساتھ بات چیت مکمل کرنے کے بعد دوسری طرف توجہ دینی چاہئے۔ یہ واقعہ تو بلکہ آپ ﷺ کے حسن خلق کی مثال ہے۔ چہ جائیکہ اسے منفی معانی دیئے جائیں۔

۷۔ حدیث بخاری شریف۔ من سئل علما وھو مشتغل فی حدیثه فاتم حدیثه ثم اجاب السائل جس سے علم کی بابت پوچھا جائے اور وہ گفتگو میں مشغول ہو تو وہ پہلے اپنی بات ختم کرے پھر سائل کی طرف متوجہ ہو۔

۸۔ عتاب والی بات امام ترمذی تک یعنی ۲۷۹ھ تک تو کہیں بھی مذکور نہیں ملی اور ہو گی بھی نہیں اس لئے کہ اس کی کوئی وجہ ہی نہیں بنتی۔ اگر لفظ کلا سے بعض مفسرین نے یہ معنی "نہیں ایسا ہرگز نہیں" لیا ہے تو وہ اس کے لئے جو تلھی کا فاعل ہے جو کہ کافر ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ تم جو لھو میں پڑے ہو۔ نہیں ایسا مت کرو۔ یہ تو نصیحت ہے چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔ میرا محبوب ﷺ جو بتا رہا ہے وہ لھو نہیں اور تم لھو میں پڑے ہو۔

۹۔ حضور ﷺ جو حضرت ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا اکرام کیا کرتے تھے تو وہ اس وجہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صحابی کی حمایت فرمائی اور ایک کافر پر عتاب فرمایا۔

۱۰۔ ترجمہ کرتے وقت یہ بے انتہا ضروری ہے کہ عربی زبان میں جو مفہوم ہے کیا وہی الفاظ اردو زبان میں مل سکتے ہیں۔

## عقلی دلیل

حضرت عبداللہ بن مکتوم تو نابینا تھے۔ اس لئے رسول کریم ﷺ کا چہرہ اقدس سے ناگواری کا اظہار کرنا بے معنی تھا کیونکہ یہ صحابی دیکھ نہ سکتے تھے۔ ہاں اگر نابینا نہ ہوتے تو پھر ہو سکتا ہے۔ (نابینا کے متعلق چہرے کے تاثرات دینا جس کا اسے پتہ نہ چلے بے معنی ہے)

کفار مکہ کی خواہش یہ تھی کہ ہمارے لئے علیحدہ مجلس کریں جس میں کوئی غریب صحابی شریک نہ ہو جسے حضور ﷺ نے منظور فرمایا کہ انہیں ہدایت ہو جائے (شان حبیب الرحمٰن مفتی احمد یار خان) اس لئے 'عابس' تو کافر ہے جس نے ناگواری کا اظہار کیا کہ یہ شخص کیوں آ گیا۔

صحابی بہرے تو نہ تھے۔ اگر رسول کریم ناگوار فرماتے تو اس کا اظہار "الفاظ" سے کرتے۔

# حاصل کلام (حصہ دوم)

## عبس .تولی. بسل. بسر. تلھی (کفار کے کردار)

ا۔ عبس:۔ ا۔ امام بخاری نے اس کی تفسیر میں اس کا معنی کلح کیا ہے اور واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔ کلح سے صاف ظاہر ہے کہ کافر ہی عابس ہے۔ !

ب۔ امام ابو عبیدہ معمر بن مثنی بصری (۱۰۸ھ سے ۲۰۸ھ) نے بھی کلح ترجمہ کیا بقول (حافظ صاحب کے (فتح الباری پارہ نمبر ۱۲ ص ۲۴۹) وہ بڑے عربی دان تھے۔

ت۔ ابو جعفر احمد بن سعید داؤدی (پانچویں صدی شارح بخاری) نے بھی کلح کا ترجمہ کیا۔

ث۔ (سورۃ مومنین ۲۳ / ۱۰۴) کالحون کو جہنمی قرار دیا ہے۔

ج۔ سورہ الدھر ۷۶ / ۱۰ یوما عبوسا بھی کفار کے متعلق ان کے چہروں کی حالت ہے (روح البیان پ ۲۹ ص ۲۵۹) العبوس الاسد والی مثال ہی کافی ہے۔

ح۔ عبس ایک اور جگہ سورہ مدثر میں آیا ہے۔ اس میں کافر ہی مراد ہے۔ (ولید بن مغیرہ)

۲۔ عتاب۔ کیوں۔

ا۔ رسول کریم ﷺ کے چہرہ مبارک پر غصہ یا اظہار ناراضگی کے تاثرات باعث 'عتاب' نہیں ہو سکتے۔ (معاذ اللہ) کیونکہ عتاب کے لئے گناہ کا صدور لازم ہے۔

ب۔ کئی مواقع پر آپ ﷺ نے غصہ اور ناراضگی کا اظہار کیا مثلاً (۱) حدیث لقطہ بتاتے ہوئے۔ لیکن کیا یہاں 'عتاب' آیا (معاذ اللہ) نہیں (۲) مدینہ منورہ میں ابو لہب کی بیٹی حضرت درہ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی لوگ اسے کافر کی بیٹی کہتے ہیں۔ اس رسول کریم ﷺ کا چہرہ اقدس غصہ سے سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا اس قوم کا کیا بنے گا۔ جو مجھے میرے نسب کے حوالے مجھے ایذا دیتی ہے۔

ت۔ اسلئے اگر بالفرض برائے تحقیق بقول چند مفسرین اس سورہ میں چہرے اقدس پر اظہار ناراضگی کے تاثرات مان لیں تو بھی یہ کوئی وجہ نہیں کہ یہ باعث 'عتاب' ہو (معاذ اللہ)

# حاصل کلام (حصہ سوم)

## خلق عظیم

۱۔ ترتیب نزول :۔ (قلم) انک لعلی خلق عظیم

الضحی ۔ ولسوف یعطیک ربک فترضی ۔ واما السائل فلاتنہر

کوثر ۔ انا اعطینک الکوثر

نجم ۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھوالا وحی یوحی

مقصد بعثت ۔ اتمام مکارم اخلاق و کمال حسن افعال

۲۔ اخلاق کے درجے ۳۶۰ :۔ (روح البیان پ ۲۹ ص ۴۴۹) تمام حضرت صدیق اکبر میں۔

۳۔ مسلمان مسلمان سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرے کہ بجائے خود ایک نیکی بلکہ صدقہ ہے (مسلم)

۴۔ آپ ﷺ اپنا منہ نہ پھیرتے تھے جب تک دوسرا نہ پھیرتا تھا (مشکوہ ج ۸ ص ۸۰)

سوالات :۔ ۱۔ کیا خلق عظیم ۔ فاتبعونی ۔ اسوہ حسنہ اور مقصد بعثت اتمام مکارم الاخلاق و محاسن افعال (معاذ اللہ) بے معنی ہے۔؟

۲۔ ام السائل فلاتنہر (والضحی) کے بعد بھی آپ ﷺ ایسا طرز عمل اختیار کریں گے جو روایت میں ہے۔؟

۳۔ ولسوف یعطیک ربک فترضی کہنے کے بعد کیا اللہ تعالیٰ معتوب بنائے گا؟ (معاذ اللہ)

# محبوب کبھی معتوب نہیں ہوتا

## (کیونکہ یہ خلاف عقل ہے)

فرمان رسول اکرم ﷺ - انا حبیب اللہ ولا فخر
ترجمہ - میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا

## قرآن حکیم

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب ﷺ سے کلام ہے۔ محبوبانہ گفتگو ہے۔ جہاں کفار نے کوئی دل آزاری والی باتیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بڑے پیار سے فرمایا انا اعطینک الکوثر کہیں فرمایا ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ کہیں باتیں ہو رہی ہیں تنہائی میں شب معراج فاوحی الی عبدہ ما اوحی اور قرب ہے قاب قوسین سے بھی کم تو اس کے بعد ایک معمولی سی بات پر محبوب کو معتوب کرنا خلاف عقل ہے اور شان محبوبیت کے خلاف لگتا ہے۔

سورۃ عبس سے پہلے مندرجہ ذیل سورتیں نازل ہوئیں۔ ترتیب نزول پر ذرا غور کریں۔

ا- **مزمل** - یاایھا المزمل ب- **مدثر** - یاایھا المدثر

ت- **الضحیٰ** - ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ

ث- **کوثر** - انا اعطینک الکوثر

ج- **نجم** - وما ینطق عن الھوٰی - ان ھو الا وحی یوحی

ح- **عبس** - ؟ ؟ ؟ خ- **یس** - یس والقرآن الحکیم

**نتیجہ :-** مختلف سورتوں کے شان نزول سے ظاہر ہوا کہ **عبس** میں کلام الٰہی ویسا نہیں ہے جیسا کہ ایک روایت بتا رہی ہے

# رسول کریم ﷺ کے متعلق لفظ 'عتاب' منسوب کرنا

## غلط۔ غلط۔ غلط ہے

۱) اللہ تعالیٰ کا کسی معاملہ میں آپ ﷺ سے خطاب و گفتگو تو ہو سکتی ہے۔ عتاب جھڑک مقام محب و محبوب کے لئے مناسب نہیں۔ عتاب تو گناہ پر ہوتا ہے۔

۲) عبداللہ ابن مکتوم کا فعل ہی گناہ تھا امام قسطلانی مواہب لدینہ میں لکھتے ہیں فثبت ان فعل ابن مکتوم کان ذنبا و معصیة عبداللہ کا فعل ہی گناہ (زرقانی ۶ ص ۲۷۱) تھا۔

۳) چند مفسرین کا یہ موقف غلط ہے کہ رسول کریم ﷺ نے چونکہ چہرہ اقدس سے ناراضگی کا اظہار کیا تھا اسلئے عتاب آیا (معاذاللہ) اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں پر عتاب نہیں کرتا بلکہ خطاب کرتا ہے۔

ایسے واقعات تو کئی بار ہوئے جب رسول کریم ﷺ نے غصہ اور ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔ (چہرہ اقدس کے اثرات سے) پھر تو ہر بار عتاب آنا چاہئے تھا؟ لیکن نہیں ایسی کوئی بات نہ تھی

۴) عتاب تو ان پر ہونا چاہئے جنہوں نے رسول کریم ﷺ کو ایذا پہنچا کر آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر غصہ کے اظہار کا باعث بنے۔

## قارئین کرام

جن لوگون نے رسول کریم ﷺ پر 'عتاب' ثابت کرنے کی کوشش اپنی تحریروں اور تقریروں میں کی۔ ان سے بھی روز قیامت باز پرس ہوگی۔ پھر یہ لمحہ ندامت ہوگا۔ کیونکہ امتی کو اپنے رسول ﷺ کے متعلق ایسی باتیں کہتے ہوئے شرم آنی چاہیئے۔ اگر معاذاللہ نبی پر 'عتاب' ہوتا ہے تو پھر جو اسے ثابت کرنے میں دھڑا دھڑ دلائل دے۔ رسول کریم ﷺ سے ایسے الفاظ منسوب کرے جو آپ ﷺ نے نہیں فرمائے (زبانی یا جی میں) تو اسکا جواب دینے کے لئے روز قیامت تیار رہے۔

## مخالفین (مفتی دیوبند) کا فتوی ملاحظہ ہو

ا۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی نے بھی اپنی تفسیر معارف القرآن ج اول ص ۱۹۵ میں یہی لکھا ہے کہ آئمہ اربعہ اور جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم و محفوظ ہیں۔

دار لعلوم دیوبند کے مفتی مولوی قاسم نانو توی کا یہ فتوی دیوبندیوں کے گلے میں مچھلی کے کانٹے کی طرح پھنس کررہ گیا ہے۔

نانوتوی کہتا ہے "دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے۔ ہر قسم کا حکم یکساں نہیں ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم نہیں۔ غلطی سے خالی نہیں۔" (استغفر اللہ کیسی خرافات یہ نانوتوی کہتا ہے)

فتوی

الف: "انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں۔ غلطی سے خالی نہیں۔"

العیاذ اللہ اہلسنت جماعت کا عقیدہ نہیں اس کی وہ تحریر خطرناک بھی ہے اور عام مسلمانوں کو ایسی تحریرات پڑھنا جائز نہیں۔

سید احمد نائب مفتی دار لعلوم دیوبند

ب: جواب صحیح ہے ایسے عقیدے والا کافر ہے جب تک وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کرلے اس سے قطع تعلق کریں۔

مسعود احمد عفی اللہ عنہ مہر دار الافتاء فی دیوبند

(مقالات کاظمی ج ۲ صفحہ ۲۶۰) میں علامہ کاظمی

نے بلانکیر اپنی تائید میں الحق المبین میں درج فرمایا

## رسول کریم ﷺ اور گناہ صغیرہ بھول کر کرنا (معاذاللہ)

یہ مولوی احمد حسین کا عقیدہ ہے۔ اپنی ۲۲۶ء پیشکش میں لکھتے ہیں۔

"کرنل کا یہ لکھنا کہ "چونکہ رسول کریم ﷺ معصوم ہیں اسلئے معصوم معتوب نہیں ہوسکتا۔ ان سے کوئی گناہ صغیرہ بھول کر بھی سرزد نہیں ہوتا"۔۔۔۔۔۔ سراسر باطل ہے

### قارئین کرام

(۱) مولوی احمد حسین" رسول کریم ﷺ کو صغیرہ گناہ سہوا کرنے سے پاک نہیں مانتا (معاذاللہ ۔ استغفراللہ)

(۲) جماعت اہلسنت کے عقیدہ کے مطابق رسول کریم ﷺ صغیرہ سہوا سے بھی پاک ہیں۔ بلکہ مخالفین (علمائے دیوبندیہ) کا فتویٰ بھی آپ نے پڑھ لیا۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں بلکہ اسکے مخالف عقیدہ رکھنے والے کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا فتویٰ دیا گیا ہے۔

## یا اللہ پاک

تو مجھے بتا میں کدھر جاؤں۔ یہ دین کے ٹھیکیدار جو چاہیں کہہ دیں۔ میرے محبوب ﷺ کا یہ دین نہیں کہ عالم کہلانے والے جو چاہیں آپ ﷺ سے منسوب کردیں کیونکہ (وہ مستند عالم ہیں باقاعدہ مدرسوں میں پڑھے ہوئے ہیں)

# انبیاء کرام صغیرہ گناہ سہوا بھی نہیں کرتے

تمام انبیائے کرام معصوم ہیں اور عصمت انبیاء پوری امت کا متفق علیہا عقلی قطعی اجماعی عقیدہ ہے اور حضور ﷺ خود حق ہیں فقد جاء الحق من ربکم اس پر شاہد ہے لہذا آپ کی عصمت، عظمت، اشرفیت، خاتمیت، نبوت وغیرہم ہر فضیلت حقیقت ہے اور اس پر ہر اجماع حقیقی بھی ہے اور قطعی حقیقی اجماع کا منکر کافر ہے۔ امام جلال الملۃ والدین امام سیوطی تصریح کر رہے ہیں کہ

لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر میں لفظ ذنب اپنے عام معنی گناہ میں نہیں لیا جا سکتا لعصمۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالدلیل العقلی القاطع من الذنوب (تفسیر جلالین ص ۴۲۳) یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معصوم عن الذنوب ہونا عقلی قطعی اجماع سے ثابت ہے اور قطعی اجماع کا منکر کافر ہے۔ نیز عصمت انبیاء ہر مسلمان کا فطری و یقینی عقیدہ ہے لہذا یہ ضروریات دین سے ہے اس کا منکر کافر ہے۔ فلو کان المجمع علیه من ضروریات الدین بحیث یعرفه الخاصة والعامة فیکفر جاحده (حاشیہ نور الانوار ص ۲۲۱ و مثلہ فی النبراس ص ۳۹۲)

## امام زرقانی کہتے ہیں

فانه ﷺ وسائر الانبیاء معصومون قبل النبوة وبعدھا عن الکبائر و الصغائر البتة (زرقانی ج ۶ ص ۲۵۹) حضور ﷺ اور تمام انبیاء لازمی طور پر اظہار نبوت سے پہلے اور بعد تمام بڑے چھوٹے گناہوں سے معصوم ہیں۔

## ملا علی قاری مرقاۃ میں تصریح کر رہے ہیں

فان الاصح المختار عندالمحققین ان الانبیاء صلواۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین معصومون قبل النبوۃ و بعدھا من کبائر الذنوب و صغائرھا عمدھا و سھوھا یعنی محققین کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ عمدا یا بھول کر ہر صغیرہ کبیرہ گناہ سے پاک ہیں۔ (مرقاۃ ج ۵ ص ۲۴۰ طبع ملتان)

## امام قاضی عیاض تصریح کر رہے ہیں کہ

واعلم ان الامۃ مجتمعۃ علی عصمۃ النبی من الشیطان الخ ...... (شفاء ج ۲ ص ۱۱۷) جس سے واضح ہے کہ عصمت انبیاء کا عقیدہ ما علم بالضرورۃ سے ہے' اس کا منکر مومن نہیں عصمت کی مختلف تعریفوں میں سے بعد اللتی واللتیا اصح اور جامع مانع تعریف یہ ہے۔

العصمۃ ملکۃ نفسانیۃ یخلقھا اللہ سبحانہ فی العبد فتکون سببا عادیا لعدم الخلق الذنب فیہ (نبراس ص ۵۳۲) عصمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے معصوم عبد کی ذات میں ہی ایک ایسی پکی قوت پیدا کر دیتا ہے کہ اس سبب عادی کی بنا پر اس معصوم میں گناہ پیدا ہی نہیں ہو سکتا (نبراس شرح شرح عقائد علامہ عبدالعزیز پرہاروی)

۱۔ فقہ اکبر (ص ۸۶ لذنبک) والانبیاء علیہم السلام کلہم منزھون عن الصغائر و الکبائر من جمیع المعاصی ...... ثم ھذہ العصمۃ ثابتۃ لانبیاء قبل النبوۃ وبعدھا علی الاصح (ص ۶۸ ۶۹)

۲۔ شرح المقاصد فی علم الکلام للامام العلامۃ سعد

تفتازانی ص ۲/۱۹۳) لذنبک ص ۸۲) والمذهب عندنا منع الکبائر بعد البعثة مطلقا و الصغائر عمدا لا سهوا......

۳۔ تفسیرات احمدیہ میں آیت لاینال عهدی الظالمین کی تفسیر میں ہے۔ لا خلاف لاحد فی ان نبینا علیهم السلام یرتکب صغیرہ ولا کبیرۃ طرفة عین قبل الوحی و بعده

(لذنبک ص ۸۲)

## رسول کریم ﷺ افضل اور اعلیٰ ہیں

حضور اکرم ﷺ افضل ہیں خانہ کعبہ سے تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ خانہ کعبہ سے حضور کی ذات افضل ہے اور حضور کی ذات کی تو بہت بڑی بات ہے آج میرا نبی جس روضہ شریف کے اندر جلوہ گر ہے حضور جس قبر مبارک میں تشریف فرما ہیں آج روضہ انور کے اندر وہ قبر کا حصہ جو حضور کے جسم انور سے لگ رہا ہے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ حصہ خانہ کعبہ سے بھی افضل ہے اور عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے یعنی حضور کی جو قبر مبارک ہے جہاں حضور اس وقت جلوہ گر ہیں روضہ منورہ وہ عرش سے بھی افضل ہے یعنی تمام زمین اور آسمانوں سے خانہ کعبہ سے افضل ہے۔

# عفا اللہ عنک کی تفسیر میں

## کنزالایمان

(روح البیان۔ تفسیر کنزالایمان۔ تفسیر نعیمی)

جس نے اسے عتاب قرار دیا اس نے غلطی کی۔ زبان عرب میں یہ عرف شائع ہے کہ مخاطب کی تعظیم کے موقع پر ایسے کلمات استعمال کیے جاتے ہیں۔

عفا اللہ عنک سے ابتدائے کلام وافتتاح خطاب مخاطب کی تعظیم و توقیر میں مبالغہ کی سے ہے اور زبان عرب میں یہ شائع ہے کہ مخاطب کی تعظیم کے موقع پر ایسے کلمے استعمال کیے جاتے ہیں قاضی عیاض رضی اللہ عنہ نے شفا میں فرمایا جس کسی نے اس سوال کو عتاب قرار دیا اس نے غلطی کی کیونکہ غزوہ تبوک میں حاضر نہ ہونے اور گھر رہ جانے کی اجازت مانگنے والوں کو اجازت دینا نہ دینا دونوں حضرت کے اختیار میں تھے اور آپ اس میں مختار تھے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا فاذن لمن شئت منھم آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دیجئے تو لم اذنت لھم فرمانا عتاب کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ اظہار ہے کہ اگر آپ انہیں اجازت نہ دیتے تو بھی وہ جہاد میں جانے والے نہ تھے اور عفا اللہ عنک کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تمہیں معاف کرے گناہ سے تو تمہیں واسطہ ہی نہیں اس میں سید عالم ﷺ کی کمال تکریم و توقیر اور تسکین و تسلی ہے کہ قلب مبارک پر لم اذنت لھم فرمانے سے کوئی بار نہ ہو۔ کیونکہ اللہ کی مرضی بھی یہی تھی کہ یہ منافقین غزوہ تبوک میں نہ جائیں ولکن کرہ اللہ انبعاثھم اس پر واضح دلیل ہے تو حضور ﷺ کا انہیں اذن دے دینا رضائے الہی کے مطابق ہو گیا عتاب کیسا؟

## روح البیان

عفا اللہ عنک لم اذنت لھم لم اور لھم کی لام اذنت کے متعلق ہیں اور یہ دونوں لام معنا بھی مختلف ہیں مثلاً پہلی تعلیل اور دوسری تبلیغ کے لئے ہے اور ھم ضمیر مجرور تمام مستاذنین کی طرف لوٹتی ہے یعنی اے محبوب ﷺ! آپ

نے انہیں جنگ پہ نہ جانے کی کیوں اجازت دے دی جبکہ انہوں نے آپ کو نہ جانے کے لئے مختلف علتیں اور معذرتیں کیں۔

سوال :- لوکان عرض قریبا و سفر قاصدا لا اتبعوك سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض افراد نے جنگ کے معاملہ میں حضور علیہ السلام کی اتباع سے روگردانی کی اس لئے کہ لو کا قاعدہ ہے کہ بوجہ انتفائے جواب کی نفی سے شرط کی نفی ہو جاتی ہے اور عفا اللّٰه عنك ...... الخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا جنگ پہ نہ جانا حضور علیہ السلام کی اجازت سے ہوا اور یہ غلطی گویا (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ سے ہوئی تبھی تو اللہ تعالیٰ نے عفا اللّٰه فرمایا اور خطاء عصمت نبوت کے منافی ہے۔

جواب :- حضور علیہ السلام کا منافقین کو جنگ پہ نہ جانے کی اجازت بخشنا از قبیل خطا نہیں اور اسے خطا کہنا خود خطا میں مبتلا ہونا ہے یا اسے گناہ سے تعبیر کرنا خود بڑا گناہ ہے۔

ردوہابیہ و دیوبند

وہابی مودودی، دیوبندی یہ آیت پڑھ کر عوام کو بہکاتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عتاب کیا ہے، جھڑکی دی ہے۔ (معاذ اللہ) (چند اہلسنت بھی اب یہ کہنے لگ گئے ہیں)

صاحب روح البیان ان کی اس غلطی کا ازالہ صدیوں پہلے فرما گئے۔ کما قال:

وقوله لم اذنت لهم ما كان على وجه العتاب حقيقة بل كان على اظهار لطفه به وكمال رافته فى حقه.

لم اذنت لهم بطور عتاب نہیں بلکہ در حقیقت اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے کمال شفقت و محبت کا اظہار فرمایا ہے۔

(كذافى التاويلات النجميه)

اور فرمایا:-

قال سفیان بن عیینه انظروا الٰی هذا اللطف بداء بالعفو قبل ذکرا لعفو ولقد اخطاء واساء الادب و بئسما فعل فیما قال و کتب من زعم الکلام کنایة عن الجنایة وان معناه اخطائت وبئسما فعلت کذافی الارشاد.

سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ مسلمانو! دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کے ساتھ ایسا لطف و کرم و فرمایا کہ خطاء کے اظہار کے بغیر عفو کا اظہار فرمایا اور اس شخص سے بہت غلطی ہوئی جو لکھتا ہے کہ اس میں حضور علیہ السلام کو جھڑ کا گیا ہے۔

(روح البیان ص ۹۰۷ ج ا تحت آیت ہذا)

اور فرمایا :-

ویجوز ان یکون انشاء کما قال الکاشفی فی تفسیره عفا اللّٰه عنک دعا له است حق سبحانه و تعالٰی پیغمبر خودرا می فرماید که عفو کناواز تو خدائے وعادت مردم می باشد که دعا کند کسے را بالعفو ورحمت و مغفرت بے وقوع خطا ازوے چنانچه مثلاً تشنه دهد او درجواب می گوید غفراللّٰه لک یا در جواب عاطس می گوید یرحمک اللّٰه۔ (ایضاً)

ممکن ہے کہ یہ جملہ انشائیہ ہو جیسا کہ کاشفی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ عفا اللّٰہ عنک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو مشفقانہ طور پر دعا دی ہے لوگوں کی عام عادت ہے کہ جرم و قصور کے صدور کے بغیر دعائیں دیتے ہیں مثلاً کسی کو کوئی پانی پلائے تو وہ اسے کہتا ہے غفر اللّٰہ لک۔ اسی طرح چھینک دینے والے کو کہا جاتا ہے۔ یرحمک اللّٰہ۔

# عتاب تو گناہ یا خطا پر ہوتا ہے

## (تفسیر نعیمی سورۃ توبہ)

مفتی احمد یار نعیمی صاحب فرماتے ہیں:

بعض لوگوں نے کہا کہ یہاں بمعنی گناہ بخشنا ہے حضور انور کا منافقوں کو اجازت دینا گناہ تھا رب تعالیٰ نے اس فرمان عالی سے اس کی معافی کا اعلان فرمایا۔ مگر یہ باطل محض ہے۔ اس لئے کہ گناہ کی حقیقت ہے اللہ تعالیٰ کے حکم یا ممانعت کی دانستہ مخالفت کرنا۔ رب تعالیٰ نے اجازت دینے کی ممانعت کہیں نہیں فرمائی تھی۔ قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت نہیں بلکہ اجازت ولباحت کی آیات موجود ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے فاذن لمن شئت منهم (تفسیر خازن وکبیر) بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں عفو بمعنی گناہ بخشنا ہی ہے۔ مگر یہ عفا اللہ خبر نہیں بلکہ دعا ہے۔ جو عزت افزائی کے طور پر ارشاد ہوئی۔ جیسے ہم کہتے ہیں۔ ہمارے والد اللہ بخشے بڑے ہی نیک آدمی تھے۔ ایک شاعر علی ابن جہم کو بادشاہ متوکل نے شہر بدر کرنے کا حکم دیا تو اس نے عرض کیا۔ شعر

عفا الله عنک الا حرمه
تعوذ بفضلک ان ابعدا
الم ترعبذا عدا طوره
ومولی عفا و اشهد اهوی
اقلنی افلک من لم یزل
یقبل و یصرف عنک الروی

اس شعر میں عفا اللہ دعا ہے رب تعالیٰ دعا سے پاک ہے تو یہ اعزاز و تکریم کے لئے ہے یا اظہار محبت کے لئے جیسے پیاروں سے دوران گفتگو کہتے ہیں اللہ تیری عمر دراز

کرے۔ اللہ تجھے ایمان دے وغیرہ (تفسیر کبیر وبیضاوی) مگر قوی تفسیر وہ ہے جو تفسیر خازن نے کی ہے یہاں عفو بمعنی معافی ہی نہیں بلکہ لازم نہ کرنا ہے جس کی مثال ابھی گذری عفا اللّٰہ عنکم زکواۃ الخیل یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس اجازت کی وجہ سے کچھ الزام نہ دیا آپ مالک و مختار تھے (خازن) لیم اذنت لھم. لم کا سوال انکار کے لئے نہیں نہ عتاب کے لئے۔ انکار و عتاب تو گناہ یا خطا پر ہوتا ہے۔ گناہ میں امر کی مخالفت ضروری رب تعالیٰ نے اجازت دینے کی ممانعت کی ہی نہیں فرمائی تھی۔ اس میں بھی حضور انور کی پردہ پوشی اور ستاری کی شان کا اظہار ہے کہ آپ لوگوں کے عیوب بہت چھپاتے ہیں۔

## گناہ کی شرطیں

ا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم یا ممانعت کا ہونا جس کی مخالفت گناہ ہو۔

۲۔ مخالفت دانستہ طور پر ہو۔ غلطی یا بھول سے ہو تو گناہ نہیں دیکھو رب نے حضرت آدم کو گندم کھانے سے منع فرمایا تھا۔ مگر انہوں نے ارادۃً نہیں بلکہ دھوکے سے کھا لیا تو رب نے اسے گناہ قرار نہ دیا بلکہ ارشاد فرمایا فنسی ادم و لم نجدله عزما جب ممانعت تھی ہی نہیں تو یہ افعال کریمہ گناہ کیسے بنے۔ رہا عفا اللہ فرمانا اس کی حکمتیں ابھی عرض کر چکے ہیں فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ اللّٰہ یغفر لیوسف اللہ یوسف علیہ السلام کو بخشے کہ جب ان کے پاس سائل بادشاہ کی خواب کی تعبیر پوچھنے آیا تو آپ نے بلا شرط بتادی۔ اگر کوئی اور ہوتا تو شرط لگاتا کہ پہلے مجھے جیل سے نکالو پھر تعبیر دونگا۔ دیکھو حضور صبر یوسفی کی تعریف فرماتے ہوئے فرماتے ہیں اللہ انہیں بخشے (روح المعانی)

# عفا اللہ عنک

علامہ شامی فرماتے ہیں۔

عفا اللّٰہ عنک لم اذنت لھم الایۃ فان ظاھرہ ایضا موھم ولیس بمراد بل ھو استفسار عن العلۃ و قدم قولہ عفا اللّٰہ عنک لئلا یتوھم التوبیخ۔ (رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۳۱۲)

اس عبارت کے مفہوم کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ غزوہ تبوک میں منافقین کے عذر پیش کرنے اور غزوہ میں شریک نہ ہونے کی اجازت طلب کرنے کی خبر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو پہلے ہی دے دی تھی کہ وہ جھوٹی قسمیں کھائیں گے اور معذرت پیش کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع نہیں فرمایا کہ ان کو اجازت نہ دینا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں اجازت دے دی اس کے بعد رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "عفا اللّٰہ عنک لم اذنت لھم۔" اللہ تمہیں معاف کرے تم نے انہیں کیوں اذن دے دیا۔ اب رسائل ابن عابدین کی مذکورہ عبارت کو سمجھیں۔

قرآن پاک کے الفاظ مبارکہ سے بظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ شائد ان الفاظ سے نبی کریم ﷺ کو کسی غلطی پر ڈانٹا گیا ہو حالانکہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہ تو پیار و محبت سے اس وجہ کے متعلق سوال کیا جارہا ہے کہ اے حبیب وہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے ان کو اجازت دے دی تھی۔ "عفا اللّٰہ عنک" کے الفاظ پہلے ذکر کر کے اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ ﷺ پر کوئی توبیخ تو نہیں۔ البتہ! آپ ﷺ سے وجہ کا سوال کیا جاتا ہے تاکہ آپ کی امت اس پر مطلع ہو جائے۔

علامہ رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لاتسلم ان قوله عفا الله عنک یوجب الذنب ولم لایجوز ان یقال ان ذالک یدل علی مبالغة الله فی تعظیمه و توقیره کما یقول الرجل لغیره اذا کان معظما عنده عفا الله عنک ماصنعت فی امری فلایکون من هذا الامزید التبجیل و التعظیم۔(کبیر)

ہم یہ ہرگز تسلیم نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "عفا الله عنک" سے نبی کریم علیہ ﷺ کا کوئی گناہ ثابت ہو رہا ہے۔ کیوں کہ جائز نہیں کہ یہ کہا جائے کہ یہ الفاظ مبارکہ تو اس پر دلالت کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بہت بڑی تعظیم و توقیر کا ذکر فرمایا ہے۔ جس طرح ایک شخص کسی آدمی سے کہے جو اس سے عمر اور مرتبے میں بڑا ہو اور اسے کہے اللہ آپ کو عافیت دے آپ نے میرے معاملہ میں کیا کیا ہے؟ اس میں تو زیادہ اس کی عظمت اور بزرگی کا ذکر ہے۔ یہ تو نہیں کہ تم بہت بڑے قصوروار ہو اللہ تمہیں معاف کرے تم نے میرے معاملہ میں کیا کیا ہے؟

## نتیجہ

قارئین کرام! عفا الله عنک کی تفسیروں سے معلوم ہوا کہ یہ کلمے تعظیم و توقیر کے لئے ہیں۔ نہ کہ کسی گناہ کی معافی کا تذکرہ۔ انسان کو بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے جب اس طرح کے کلمات کی تشریح کر رہا ہو۔

(نوٹ:۔ بندہ دو سال مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہا۔ عرب لوگ اب بھی ایسے کلمات اچھے مفہوم میں کہتے ہیں۔ تمہیں کیا پتہ مدینہ منورہ کیا ہے)

# رسول کریم ﷺ اور اجتہادی غلطی (معاذ اللہ)

## سوال :-

ا۔ جب نبی ﷺ گناہ سے پاک ہیں تو پھر غلطی کیسی؟

۲۔ جب رسول کریم ﷺ مالک کل بہ عطائے الٰہی ہیں تو پھر کیسا اجتہاد؟

## جواب :-

حضرات انبیائے کرام کے متعلق خطائے اجتہادی کا لفظ غلط ہے۔ اس لئے کہ یہ مسئلہ اصول فقہ سے تعلق رکھتا ہے اور اصول فقہ کی سب سے اول پڑھائی جانے والی مستند اول کتاب نور الانوار میں لکھا ہے کہ اجتہاد کا مرتبہ سنت کے بعد ہے کہ اس میں رائے کا دخل ہے رائے میں خیال چلتا ہے اور خیال کی دو قسمیں ہیں۔ خیال متصل اور خیال منفصل خیال متصل میں فیصلہ دماغ کرتا ہے جو غلط بھی ہو سکتا ہے۔ اسی کو اجتہاد کہتے ہیں یہ امت کے کرنے کا کام ہے نبی کا خیال منفصل ہوتا ہے کہ دماغ کا اس میں دخل نہیں ہوتا بلکہ نبی کا تعلق عالم حقائق و عالم تقدیر سے ہوتا ہے۔ نبی کے خیال میں سب کچھ عالم حقائق سے وارد ہوتا ہے وہ غلط نہیں ہو سکتا ہے۔ عام لوگ اسے ناسمجھی کی وجہ سے اجتہادی رائے سمجھ لیتے ہیں اور اسے خطائے اجتہادی بھی قرار دے دیتے ہیں یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ نبی جب دماغ کی طرف لوٹتا ہے تو اس میں عالم تقدیر و حقائق سے صحیح ورود ہوتا ہے۔ یہ اجتہاد نہیں بلکہ استنباط ہے یعنی حقیقت کے مطابق ملہم ہو کر سنت جاری کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے آپ اس کی بجاو اس پر رکھ سکتے ہیں کہ نبی کا فعل سنت ہوتا ہے اجتہاد نہیں۔ اس لئے نبی ہر صورت میں صحیح ہوتا ہے مخطی نہیں ہو سکتا لھذا آپ ﷺ کے لئے خطا اجتہادی کا لفظ غلط ہے۔ پہلا درجہ کتاب اللہ تعالیٰ کا ہے پھر نبی کا سنت کا پھر قیاس و اجتہاد ہے۔ لھذا نبی کے فیصلہ کو اجتہاد کہنا ہی غلط ہے۔

نوٹ :- نبی کا تو خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ تم اجتہاد سے غلطی کے ارتکاب کی بات کرتے ہو۔

# "حسنات الابرار سئیات المقربین" اصطلاح کے متعلق

(جو نیکوں کے کام ہیں وہ مقربین کے حق میں گناہ ہیں)

## ا۔ قارئین کرام!

یہ اصطلاح مفسرین نے قرآنی کی آیہ 'ذنب' کی تشریح و تاویل کرتے وقت استعمال کی ہے یہ نہ تو قرآن مجید میں کسی آیہ کا حصہ ہے اور نہ ہی اس کے متعلق کوئی حدیث ہے۔ بلکہ یہ ایک صوفی ابو سعید خراز کا موضوعہ مقولہ ہے اور نبیوں کے لئے نہیں بلکہ امت کے ابرار و مقربین کے لئے ہے انبیاء کو اس کا مصداق بنانا درست نہیں ہے اس لئے اس میں جو نظریہ پیش کیا گیا ہے اس میں لفظ "سیئہ" سخت خطرناک ہے کیونکہ اسکا معنی منفی ہے یعنی گناہ۔ برائی۔ فعل بد۔ عتاب۔ منصب سے گرا ہوا کام۔ اب دیکھنا ضروری ہے کہ قرآن حکیم میں سیئہ ابرار اور مقربین کے متعلق ذکر کس طرح آیا ہے۔ بلکہ سورۃ مطففین میں تو ابرار اور مقربین کا مقام ایک ہی بتایا ہے بلکہ یہ مقولہ فنی لحاظ سے بھی غلط ہے اس کی تفصیل کے لئے کتاب معرکۃ الذنب ص ۱۰۱ تالیف مولانا غلام مہر علی آف چشتیاں شریف ملاحظہ فرمائیں۔

## ۲۔ بہت بڑا سوال

ا۔ کیا رسول کریم علیہ کے افعال محاسن کو اپنی نظر (مفسر کی) میں کوئی منفی پہلو نکال کر (معاذ اللہ) اس کی تاویل کرنے کے لئے یہ الفاظ یعنی "حسنات الابرار سئیات المقربین" کہنا درست ہے۔

۲۔ اگر مفسرین حضرات نے ایسا لکھ ہی دیا ہے تو کیا ان کے الفاظ پتھر پہ لکیر ہیں ؟ کہ ان کو ایک اتھارٹی کے طور پر حوالہ دیا جائے اور پھر یہ کہا جائے کہ یہ بالکل صحیح ہے ایسا ہرگز نہیں کیونکہ مفسرین کی تفاسیر میں بہت سے غلط اقوال بھی درج ہے جیسا امام رازی

کی تفسیر کبیر میں ووجدك ضالاً کی تفسیر میں ایک یہ قول بھی مذکور ہے کہ معاذ اللہ حضور علیہ چالیس سال تک کافر رہے تھے (نقل کفر کفر نہ باشد)

۳۔ کیا مفسرین حضرات سے غلط تشریح و تاویل نہیں ہو سکتی؟

۴۔ کیا مقربین حضرات ابرار نہیں؟

۵۔ نیکیاں تو نیکیاں ہی ہوتی ہے اسے وہ گناہ کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ مقربین بھی تو ابرار ہی ہیں۔

۶۔ کیا کوئی ایسی حدیث پاک ہے جس میں فرمان رسول کریم علیہ سے یہ بات معلوم ہو کہ جو نیکیوں کے کام ہیں وہ مقربین کے حق میں گناہ ہیں۔ یہ تو صرف ابو سعید خراز کا بنایا ہوا مقولہ ہے۔

## ۳۔ سئیات کو تو نیکیاں مٹا دیتی ہیں

قرآن ۱۱/۱۱۳ ان الحسنات یذھبن سئیات

ترجمہ :- بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

(الف) مقربین کو اگر ابرار حضرات سے رتبہ میں زیادہ مقام ہے تو پھر ان کی نیکیاں بھی تعداد میں زیادہ ہوں گی۔ اس رو سے تو کوئی سئیہ (برائی) بچے گی ہی نہیں۔

## ۴۔ مومنوں کی توبہ (عام امتیوں) سے اللہ ان کی سئیات بدل کر حسنات بنا دیتا ہے

قرآن حکیم ۲۵/۷ الامن تاب و امن و عمل عملا صالحاً فاولئک یبدل اللہ سیا تھم حسنت ط

ترجمہ :- مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور صالح عمل کرے تو ایسوں کی برائیوں کو

اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔

## قارئین کرام!

یہاں تو رسول کریم ﷺ کے امتی لوگوں کے عمل صالح کے بدلے ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔۔۔۔ حدیث پاک ہے۔ روز قیامت ایک شخص حاضر کیا جائے گا۔ ملائکہ بحکم الٰہی اس کے صغیرہ گناہ ایک ایک کر کے اس کو یاد دلاتے جائیں گے وہ اقرار کرتا جائے گا اور اپنے بڑے گناہوں کے پیش ہونے سے ڈرے گا۔ اس کے بعد کہا جائے گا کہ ہر بدی کے عوض تجھ کو ایک نیکی دی گئی۔ یہ بیان فرماتے ہوئے رسول پاک کو اللہ کی بندہ نوازی اور شان کریمی پر خوشی ہوئی اور تبسم کے آثار نمایاں ہوئے۔

## ابرار اور مقربین کا ایک ہی مقام ہے "علیین" (قرآن حکیم)

کلا ان کتب الابرار لفی علیینo وما ادرئک ماعلیونo کتب مرقومo یشھده المقربونo ان الابرار لفی نعیمo .... تاالایه عینا یشرب بها المقربونo (۲۸/۸۳)

ترجمہ :- ہاں ہاں بیشک نیکوں کی لکھت سب سے اونچے محل علیین میں ہے تو تو جانتا ہے کہ علیون کیا ہے وہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے۔ دیکھتے رہتے ہیں اسے مقربین بیشک نیکو کار چین میں ہیں۔ تاوہ چشمہ جس سے مقربین بارگاہ پیتے ہیں۔

## قارئین کرام!

(الف) ابرار اور مقربین کا مقام کتنا بلند ہے۔ فرق مراتب میں جب مقربین کا رتبہ ابرار سے بلند ہے تو ان کے حسن عمل کا اجر بھی دوگنا چگنا ہوگا۔ تو ابرار کی حسنہ سے مقربین کی وہی نیکیاں زیادہ حسن ہوگی۔ وہاں سئیہ کا کیا کام؟ اس کی تفصیل (معرکۃ الذنب ص ۱۰۱)

(ب) انبیاء کرام تو ملائکہ سے بھی افضل ہیں جنہیں مقربون کیا گیا ہے۔

(ت) بلکہ حضور ﷺ توبوجہ تجلی ذات ہونے کے وجود مطلق ذات کے لئے تعین قرب اور خود مقرب الیہ ہیں آپ ﷺ کو عام مقربین کی فہرست میں شمار کرنا ہی بے ادبی ہے۔

## حاملین عرش کی دعا سے مومنوں کی سئیات سے نجات

الذین یحملون العرش ومن حوالہ سے وقھم السیات تک (۸/۴۰)

قارئین کرام!

۱۔ فرشتوں کی دعا سے رسول کریم ﷺ کے امتی مومنوں کے گناہوں یعنی "سئیات" سے اللہ تعالیٰ نجات دے دے اور پھر اللہ تعالیٰ اُسے 'فوز العظیم' بڑی کامیابی قرار دے۔ مطلب یہ ہے کہ 'سئیات' سے نجات ایک بڑی کامیابی ہے اور جو سئیات سے نجات کو رحمت الٰہی (ومن تق اسیئات یومئذ فقد رحمتہ) قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ جن کی "سئیات" دور نہ ہوں گی یا جو "سئیات" میں پھنسے رہیں گے یہ ان کی بڑی ناکامی ہو گی۔

۳۔ فرمان رسول کریم ﷺ لی وقت مع اللہ لا یسعنی فیہ مقرب ولا نبی مرسل.

ترجمہ :- میرا ایک وقت اللہ کے ساتھ ہوتا ہے جس میں کوئی مقرب فرشتہ اور نہ کوئی نبی رسول علیہ السلام وسعت رکھتا ہے رسول کریم ﷺ کے مقام و مرتبہ تک تو (آپ کے علاوہ) کوئی مقربین نہیں پہنچ سکتے۔

## حاصل کلام

۱۔ سئیات کا مطلب گناہ۔ برائی۔ منصب سے گرا ہوا کام ہے۔ اس کا تعلق 'فجار' سے ہے نہ کہ ابرار یا مقربین سے۔

۲۔ مومن لوگوں کی نیکیاں تو گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ حاملین عرش بھی دعا کرتے رہتے ہیں کہ یا اللہ مومنوں کو سئیات کی شامت سے بچائے۔

۳۔ ''حسنات الابرار سئیات المقربین'' نامی اصطلاح قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔

۴۔ یہ عقیدے کا مسئلہ ہے اور عقائد میں تقلید جائز نہیں۔ جن مفسرین نے یہ باتیں کہیں وہ جانیں اور ان کا کام۔۔۔

۵۔ رسول کریم ﷺ کے اوصاف حمیدہ و محاسن اعمال پر نکتہ چینی کرنے لئے جواز پیدا کرنے کی تاویلیں دینا کہاں کی دانشمندی ہے؟

# آخر کلام

۱۔ روایات میں یہ ہے کہ سورۃ عبس و تولیٰ صحابی ابن مکتوم کے بارے میں نازل ہوئی۔

۲۔ روایات میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ رسول کریم ﷺ نے عبس و تولیٰ کیا۔

۳۔ کفار مکہ کی شرط تھی جب وہ مجلس میں ہوں تو کوئی اور دخل اندازی نہ کرے دوران مجلس صحابی نے دخل اندازی کی تو اس پر کفار کے سرداروں نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا۔

۴۔ رسول کریم ﷺ نے اس دخل اندازی کی طرف توجہ نہ کی اور اخلاقیات کا درس دیا کہ جو بات پہلے سے جاری ہے اسے مکمل کر کے کسی تیسرے کی طرف توجہ دی جائے۔

۵۔ عبس۔ کلح۔ بسل۔ بسر۔ تولی۔ لھو۔ جیسے الفاظ قرآن حکیم میں کفار کے لئے ہیں۔

۶۔ علامہ خازن اور ابن کثیر نے ایسے الفاظ لکھے ہیں جو ان کے ذہن ہی کی پیداوار ہیں مثلاً رسول کریم ﷺ نے اپنے دل میں کہا (قال فی نفسه) اور رسول کریم ﷺ نے چاہا کہ کاش یہ گھڑی رک جائے حالانکہ ایسی کوئی احادیث نہیں۔ آپ ﷺ نے تو خاموشی اختیار رکھی۔ آپ ﷺ سے ایسی باتیں منسوب کرنا جو آپ ﷺ نے نہیں کہیں کتنی غلطی ہے۔

۷۔ رسول کریم ﷺ سے 'عتاب' منسوب کرنا غلط ہے۔ یہ تو کافروں کے لئے ہوتا ہے۔

۹۔ رسول کریم ﷺ کا تو خواب بھی وحی ہے اس لئے اجتہادی غلطی وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کرنا غلط ہے اجتہادی غلطی کی بات امتیوں کے لئے ہے۔

۱۰۔ رسول کریم ﷺ اعلیٰ اولیٰ اور افضل ہیں۔ خلاف اولیٰ اور ترک افضل جیسی فقہاء کی اصطلاحات امت کے لئے ہیں۔ آپ ﷺ کے لئے نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کے افعال و اقوال ہی شریعت ہیں۔ آپ ﷺ حاکم ہیں۔ قانون ساز ہیں۔

۸۔ آپ ﷺ معصوم ہیں اور معصوم معتوب نہیں ہوتا۔ کیونکہ عتاب کے لئے گناہ کا صدور چاہئے۔۔۔ آپ ﷺ سے گناہ صغیرہ سہوا بھی نہیں ہوا۔ کبھی نہیں

۱۱۔ رسول کریم ﷺ نے خلق عظیم کا درس دیا۔ آپ نے تو غزوہ احد کے دن میدان چھوڑ کر چلے جانے والے صحابی جب بعد میں مدینہ منورہ میں سامنے آئے تو دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا "تم اس دن بہت دور چلے گئے" حالانکہ یہ سزا دینے کا موقع تھا نہ کہ تبسم فرمانے کا۔

# رسول کریم ﷺ کا غصہ کرنا بھی حق ہے

## 'عتاب' والی بات۔ کا اس سے کیا تعلق

۱۱۔ "عتاب" محض اسلئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ (جو کہ اللہ کی ذات کے مظہر ہیں) کو صرف چہرہ اقدس پر ناگواری یا غصہ کے اثرات ظاہر کرنے پر کردے۔

۱۲۔ کیا اللہ تعالیٰ کے پاس صرف 'عتاب' ہی رہ گیا ہے (معاذ اللہ) اور وہ بھی اپنے حبیب ﷺ پر ہی کرے۔ حالانکہ محبوب ﷺ کے متبعین محسنین۔ شاکرین۔ صابرین۔ متوکلین مقسطین۔ توابین۔ متقین مطہرین؟ سے محبت کرتا ہے۔ ان کے گناہ بخشنے کا وعدہ کرتا ہے بلکہ انہیں دنیا میں انعام اور آخرت میں ثواب کا وعدہ فرماتا ہے۔

۱۳۔ آپ ﷺ کا ہر فعل حق ہے چاہے۔ حالت غصہ میں ہی کیوں نہ ہو۔

## قارئین کرام

(۱۴) فرمان رسول کریم ﷺ۔

صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط پر کئی صحابہ میں اضطراب پایا گیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی بے تابی کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا۔ انا عبداللہ ورسولہ لن اخالف امرہ

ترجمہ:۔ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں میں اسکے حکم کے خلاف ہرگز نہ کروں گا۔

(۱۵) ماہنامہ البعید اپریل 2000ء میں عبس و تولی کو ایک ناپسندیدہ فعل کہہ کر رسول ﷺ سے لاعلمی کی بنا پر ہونا منسوب کیا ہے (استغفر اللہ۔ نعوذ باللہ) امتی کو ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ اور توبہ کرنی چاہئے۔

(۱۶) عبس و تولی کو "ذنب" کی دلیل بنانا غلط ہے۔

# سوالات

۱۔ کیا یہ تفسیر اصول تفسیر کے مطابق یعنی تفسیر بالقرآن نہیں؟

۲۔ روایات میں الفاظ عبس وتولی کا تعلق کریم ﷺ سے نہیں پھر کیا مجبوری ہے کہ ان الفاظ کو رسول کریم ﷺ سے منسوب کیا جائے۔

۳۔ کیا عبس ۔ کلح ۔ بسل ۔ بسر ۔ تولی ۔ تلھی والے الفاظ کفار کے لئے نہیں آئے۔

۴۔ عربی کا ترجمہ عربی میں کلح ہے۔ (سورہ مومنین ۲۳/۱۰۴) قرآن میں تو کالحون جہنمی ہیں۔ جھٹلانے والے ہیں۔ گمراہ ہیں اللہ تعالی کہتا ہے کہ میں ان سے کلام نہ کروں گا۔ پھر رسول کریم ﷺ کو عابس کیوں کہہ رہے ہو۔

۵۔ کیا ایسا شخص جس میں لھو ہو نبی ہو سکتا ہے؟ کیا نبی میں لھو ہوتا ہے؟ کیا (معاذاللہ) آپ ﷺ نے اس مجلس میں لھو کیا تھا؟

۶۔ عتاب والی روایت کو قرآن حکیم پر فرمان نبوی کے مطابق پرکھیں۔ تو کیا یہ عتاب والی روایت خلق عظیم فاتبعونی اسوہ حسنہ اور اخلاق ومحاسن افعال کے سامنے بے معنی نہیں ہو جاتی؟

۷۔ محبوبوں کے لئے تو ثواب اور انعامات ہیں۔ کیا عتاب کافر کے لیے نہیں ہوتا؟ یقیناً عتاب کافروں کے لئے ہی ہے۔

۸۔ ایک نابینا شخص جو دیکھ نہیں سکتا۔ کیا اس کے متعلق چہرے کے اتار چڑھاؤ دینے سے اس نابینا شخص کو حضور ﷺ کی ناراضگی کا پتہ چل جاتا (جبکہ آپ ﷺ نے منہ مبارک سے کچھ نہ فرمایا تھا) کیا یہ بات بڑی عجیب نہیں؟

۹۔ کفار کے سرداروں کا مطالبہ تھا کہ جب وہ بات کر رہے ہوں تو دوسرا کوئی اور مجلس میں نہ آئے اس لئے کفار کے ایک سردار نے عبس

وتولی کیا۔۔۔ سوال یہ ہے کہ اگر رسول کریم ﷺ نے عبس وتولی کیا تو کیا معاذاللہ وہ کافر حاضرین مجلس کو خوش کرنے کے لئے تھا؟ (نہیں ایسا نہیں)

۱۰۔ صحابی نابینا تھے لیکن بہرے تو نہ تھے۔ سن تو رہے تھے۔ اس لئے کیا یہ درست نہیں کہ اس معاملے سے یعنی عبس وتولی کی حرکت سے رسول کریم ﷺ بری ہیں۔

۱۱۔ جب رسول کریم ﷺ نے زبان مبارک سے کچھ نہ فرمایا تو مفسر (علامہ خازن) کا یہ لکھنا "قال فی نفسه" رسول کریم نے اپنے دل میں کہا۔ اور ابن اثیر کا لکھنا (وودالنبی) یہ کیسے درست ہے؟ کیا کوئی ایسی حدیث ہے؟ جس سے رسول کریم کے دل کی بات کا پتہ مفسر کو لگ گیا۔

۱۲۔ کیا رسول کریم ﷺ اجتہادی غلطی کر سکتے ہیں؟ (جبکہ آپ ﷺ کے افعال واقوال مبارک ہی شریعت ہیں) نبی کا تو خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ تم غلطی کی بات کرتے ہو؟

۱۳۔ آپ ﷺ تو معصوم ہیں۔ "گناہ صغیرہ سہوا بھی نہ کیا تھا"۔ کیا یہ سراسر باطل ہے؟ بقول احمد حسین تو باطل قرار دیتا ہے

۱۴۔ دو اصطلاحیں خلاف اولی اور ترک افضل تو قرآن وحدیث کے خلاف ہیں خصوصا جب انہیں رسول کریم ﷺ سے نسبت کریں۔ کیا ان موضوع اصطلاحات کو رسول کریم ﷺ کے اعمال مبارک پر پیمانہ بنا کر لاگو کرنا اور عبس کی مثال دینا غلط نہیں؟ جبکہ آپ ﷺ اعلی۔ اولی اور افضل ہیں۔

۱۵۔ ماہنامہ السعید (۲۰۰۰ء اپریل) نے عبس وتولی کو ناپسندیدہ فعل کہہ کر رسول کریم ﷺ سے لاعلمی کی بنا پر کرنا منسوب کیا ہے کیا یہ شان رسول میں گستاخی نہیں؟ (اسوہ حسنہ اور علم کی نفی)

# قربِ قیامت کی نشانیاں

## بدمذہب مولویوں کا رسول کریم ﷺ کے اعمال مبارکہ پر نکتہ چینی کرنا

قارئین کرام

(۱) رسول کریم ﷺ کا فرمان مبارک (الف) میرے دین کو سب سے زیادہ نقصان علمائے سو پہنچائیں گے۔

(ب) میں تمام مکارم اخلاق و کمال محاسن افعال کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں

(۲) لیکن۔ 'السعید' کے مولویان **عبس و تولی** کو رسول کریم ﷺ کا 'ناپسندیدہ فعل' قرار دیکر (معاذ اللہ) 'لاعلمی' کی بنا پر کرنا منسوب کر رہے ہیں اور اپنی موضوع اصطلاح بظاہر خلاف اولی کے پیمانے سے اعمال مبارکہ پر نمبر لگا رہے ہیں (استغفر اللہ)

نوٹ۔ جب اللہ تعالیٰ حق فہمی کی صلاحیت سلب کر لیتا ہے تو اسی قسم کے دلخراش الفاظ انسان کی زبان سے نکلتے ہیں۔ جس سے اس کا ایمان برباد ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان۔ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید و جئنابک علی ھٰؤلاء شھیدا ٥

ترجمہ۔ تو کیسی ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب آپ کو ان سب پر گواہ اور نگہبان لائیں۔ (حاظر و ناظر اور کلی علوم کے حامل۔ رسول کریم ﷺ)

### مولانا احمد سعید کاظمی کا فتویٰ

(۱)۔ انبیاء علیہم السلام کل امور میں برگزیدہ و پسندیدہ ہوتے ہیں (مقالات کاظمی ص ۷۸)

(۲)۔ عرش سے فرش تک تمام مخلوقات و ممکنات کے حقائق لطیفہ پر حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔ (تسکین الخواطر)

(۳)۔ حضور علیہ السلام اپنے غلاموں کا تزکیہ فرماتے ہوئے قیامت کے دن ان کے تمام افعال و اعمال ایمان و اعتقادیات ظواہر و بواطنی کی گواہی دیں گے (تسکین الخواطر)

# خلاف اولیٰ اور ترک افضل کیا ہیں؟

## لغت میں خلاف کے معانی

الخالف: بے سمجھ۔ ہونق۔ ادراک اور فہم سے عاری۔ کم فہم۔ نادان۔ بے وقوف۔ کم عقل۔ احمق۔ مخالفت کرنا

خالف: مخالفۃ، خلافا اطاعت شعاری۔ فرماں برداری۔ تعمیل اور اتباع سے عاری اور حکم برداری سے عاری۔ قانون شکنی۔ عہد شکنی۔ تجاوز۔ انحراف۔ خلاف ورزی

**فیروز الغات**

خلف: خلافۃ خلوفا بیوقوف ہونا ہٹ جانا

خلف خلفا: بیوقوف ہونا۔ بائیں ہاتھ ہونا

خالف: نافرمانی کرنا۔ قانون کو توڑنا۔ خلاف ورزی کرنا۔ موافقت نہ کرنا

خلفة خلف: عیب۔ بیوقوفی۔ خالف، خالفہ بیوقوف، جھگڑالو

خلاف: ناموافقت۔ علاوہ۔ اخلف: بے وقوف۔ بائیں ہاتھ ہونا

مخلاف: مخالیف بہت وعدہ خلاف

**المنجد (لغت)**

خلف (س) خلفا: بائیں ہاتھ ہونا۔ بیوقوف

خالفہ خلافاہ و مخالفة: مخالفت کرنا۔ خالف عن کذا: پیچھے رہنا

الخالف فا: احمق الخلاف: ناموافقت

المخلاف: بڑا وعدہ خلاف آدمی۔ مخالف: مخالف، خطا کار، قصوروار، مرتکب خطا

## لغت میں اولیٰ کے معانی

اولی اولون: زیادہ حقدار۔ زیادہ مستحق۔ زیادہ قریب۔ زیادہ لائق

موزوں۔ موافق۔ مناسب۔ خوش آئند۔ درست

اولی معروفا (فعل۔ عمل۔ کارنمایاں)

نیک یا کردار کے لحاظ سے بہترین کرنا۔ تسلی بخش یا عمدہ کرنا

ذمہ دارانہ یا قابل اعتماد کرنا۔ ظاہر خوبصورت یا پرکشش۔ قانونی طور پر جائز

## خلاف اولیٰ کا مطلب

مندرجہ ذیل معانی نکلتے ہیں۔

1: کردار کے لحاظ سے حکم برداری سے عاری کام

2: زیادہ لائق کام کی مخالفت کرنے والا کام (یعنی غیر لائق کام۔ غیر مستحق کام)

3: زیادہ حق کی خلاف ورزی والا کام

4: زیادہ قربت کو پیچھے چھوڑنے والا کام

5: ناموافق کام

6: درست قانون کو توڑنے والا کام

7: عمدہ کام کرنے سے انحراف

8: احمقانہ طرز عمل والا کام

9: غیر ذمہ دارانہ کام

10: اعتماد کے ناقابل کام

11: بظاہر عیب والا کام

12: بظاہر خوبصورت کے علاوہ کام

13: موزوں سے ہٹ کر جانے والے کام

نوٹ: جب اسے رسول کریم ﷺ سے منسوب کریں تو منصب کے لحاظ سے گراہوا کام کہلائے گا یا منصب کی مناسبت سے نامناسب کام کہلائے گا (معاذ اللہ) یعنی مقام رسالت کے ساتھ اس کی کوئی مطابقت نہ ہوگی۔ (استغفر اللہ)

# لغت میں ترک اور افضل کے معانی

ترک: چھوڑنا، نظر انداز کرنا (فیروز اللغات) غافل کرنا (المنجد)

دست بردار ہونا۔ لاتعلقی ۔ بے وفائی کرنا۔ دغا دینا۔ ذاتی خواہشات و احساسات کے آگے جھک جانا۔ چھوڑ بیٹھنا۔ باز آنا۔ کنارہ کش ہونا۔ دب جانا۔ غیر ذمہ دارانہ کردار کے باعث مشتبہ بنانا۔ چوکنا۔ تغافل۔ فروگزاشت۔ بے دھیانی۔ بے التفاتی۔ چوک۔ صرف نظر۔ اجتناب کرنا۔ خارج کر دینا

## افضل

فیروز اللغات: بہتر۔ زیادہ فضیلت والا۔ بہت خوبی والا۔ اعلیٰ۔ ترجیح۔ خوبی۔ بلند

المنجد: صاحب فضل ہونا۔ صاحب فضیلت ہونا۔ بڑھنا۔ بھلائی کرنا۔ مہربانی کرنا۔ ترجیح دینا

# ترک افضل کا مطلب

1: بلند مرتبہ والے کام کو چھوڑنا 2: زیادہ فضیلت والے کام کو نظر انداز کرنا

3: بہتر کام سے غافل ہونا یا باز آنا 4: اعلیٰ کام سے دست بردار ہونا

5: بہت خوبی والے کام سے التفاتی کرنا 6: ترجیح دینے والے سے اجتناب کرنا

نوٹ:

ترک افضل جان کر ہوتا ہے بھول چوک کر نہیں۔ اس میں ثواب کم ملتا ہے۔ اسے رسول کریم ﷺ سے منسوب کرنا سخت بے ادبی ہے۔ کیونکہ مقام رسالت کا تقاضا یہ ہے کہ اعمال مبارکہ افضل ہوں اور کسی عمل مبارک میں ترک افضل کا شائبہ تک نہ ہو۔

## لفظ "بظاہر" کا معنی

1: ظاہری طور پر جو چیز نظر آئے۔

2: ظاہر کا تعلق آنکھ سے ہے۔

3: اچھا یا برا ہونے کا تعلق آنکھ سے ہے اور دل و دماغ سے بھی۔

4: گویا کہ انسان کو خود بھی پتہ لگے کہ اس کا فلاں فعل ظاہری طور پر اچھا یا برا تھا۔

5: شک یا وہم کا بھی دخل ہو سکتا ہے۔

6: تنقیص کی کمی یا کردار کی پستی کا بھی دخل ہو سکتا ہے اگر اسے برا کہیں۔

قارئین کرام:

1: مندرجہ بالا معانی کی روشنی میں ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ کے اعمال مبارکہ کو اپنے پیمانے سے ناپنا کتنا خطرناک ہے۔

2: تفسیر البیان کا ترجمہ آیات ذنب کتنا غلط ہے کہ الفاظ بظاہر "خلاف اولیٰ" مفسر کے اپنے ذہن کا پیمانہ ہے۔ جس سے رسول کریم ﷺ کی عصمت پاک پر دھبہ لگا ہے۔ (معاذ اللہ)۔

3: علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب کا وفاقی شرعی عدالت میں فتویٰ ان کے ترجمہ پر لاگو ہو رہا ہے۔ جس میں سے توہین رسالت کی بو آتی ہے۔

4: لیکن ان کے شاگردان اقبال سعیدی مولوی اللہ بخش نیر ڈاکٹر الطاف حسین عبدالمجید رحیم یار خانی اور پسران کاظمی اس ترجمہ کو درست ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

# لفظ "بظاہر" کا پیمانہ کس نے بنایا ہے

## •حکایت:

روزنامہ دن مورخہ 29 اگست 2000ء کالم گوشہ عافیت میں لکھتا ہے۔ حضرت محمد منتشر کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمرؓ سے کہا مجھے اللہ کی کتاب میں ایک ایسی آیت معلوم ہے جو کہ بہت سخت ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اس کی طرف بڑھے اور اسے کوڑا مارا اور فرمایا کہ ظاہری طور پر الفاظ "بہت سخت" ہیں قرآن کے ادب کے خلاف ہے اور فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا۔ کیا تم نے اس آیت کی گہری تحقیق کر لی ہے۔ جس سے تمہیں اس آیت کے بہت سخت ہونے کا پتہ چل گیا۔ آدمی چلا گیا۔

## قارئین کرام!

آج کل مولوی لوگ جو بڑے جاہل ہیں رسول کریم ﷺ کے اعمال مبارکہ پر الفاظ "بظاہر خلاف اولیٰ" کے پیمانے لگا کر ناپ رہے ہیں۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور ہوتا تو انہیں کم از کم کوڑے پڑنے تھے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کے یہ کہنے پر کہ "آیت بہت سخت ہے" اسے کوڑا مارا۔

## مدعیان علم سے بہت بڑا سوال:

1: کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ لفظ "بظاہر" کا پیمانہ کس نے بنایا ہے؟

2: اگر کسی مولوی نے بنایا ہے تو پھر ایسے پیمانے ابو جہل نے بھی نہ بنائے ہوئے تھے؟

3: بظاہر کا تعلق نظر سے ہے۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ابو جہل کی نظر میں کیا فرق تھا؟

## شریعت "ظاہر" افعال پر لاگو ہوتی ہے

## یہ کہنا کہ "بظاہر گناہ" دراصل "حقیقتاً گناہ" نہیں کم از کم جہالت اور سنگین غلطی ہے

قارئین کرام!

1: آیت ذنب کا ترجمہ گناہ کرنا اور پھر اس کے ساتھ لفظ "بظاہر" لگانا انتہائی درجے کی حماقت ہے۔ یاد رہے شریعت تو "ظاہر" افعال پر فتویٰ دیتی ہے۔

2: ایک غلطی کر کے پھر دوسری غلطی کرنا اور بھی جہالت اور کم علمی ہے یعنی یہ کہنا کہ بظاہر گناہ دراصل حقیقتاً گناہ نہیں۔

عقل کے اندھے جو ظاہر ہے وہی حقیقت ہے

**جنگ بدر:**

رسول کریم ﷺ نے ظاہر الفاظ پر حکم فرمایا تھا۔ جنگ کے دوران حضرت اسامہ بن زیدؓ نے ایک کافر پر حملہ کیا اور ابھی وار کرنے ہی والے تھے کہ اس کافر نے "اسلمت للہ" پکارا۔ لیکن صحابی نے اسے قتل کر دیا۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جب اس شخص نے اسلام کا اقرار کیا تو تم نے اسے کیوں قتل کیا۔ صحابی بولا کہ اس نے جان جانے کے ڈر سے کہا تھا۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔

**نتیجہ:**

**رسول کریم ﷺ نے "ظاہر" الفاظ پر حکم فرمایا تھا**

# بظاہر "خلاف اولیٰ" کا رد

## میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہرگز نہ کروں گا

رسول کریم کا فرمانا انا عبد الله و رسوله لن اخالف امره

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں میں اس کے حکم کے خلاف ہرگز نہ کروں گا۔

قارئین کرام! رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہرگز نہ گئے یعنی کبھی بھی خلاف اولیٰ نہ کیا لیکن! مولوی صاحبان "خلاف اولیٰ" کے پیمانے لگا کر آپ ﷺ کے اعمال مبارکہ پر نمبر لگا دیتے ہیں کہ فلاں فعل میں ترک افضل کیا اور فلاں فعل میں خلاف اولیٰ کیا۔

## اولیٰ کام کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے خود دیا ہے

و یقول الذین امنوا لو لا نزلت سورة فاذا انزلت سورة محكمة و ذكر فيها القتال رايت الذين فى قلوبهم مرض ينظرون اليک نظر المغشى عليه من الموت فاولى لهم طاعته و قول معروف (محمد 19-2)

ترجمہ: اور مسلمان کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نہ اتاری گئی۔ پھر جب کوئی پختہ سورۃ اتاری گئی اور اس میں جہاد کا حکم فرمایا گیا تو تم دیکھو کہ انہیں جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ تمہاری طرف ان کا دیکھنا دیکھتے نہیں جس پر مردنی چھائی ہو۔ تو ان کے حق میں بہتر تھا کہ اطاعت کرتے اور اچھی بات کہتے۔

قارئین کرا! معلوم ہوا کہ اولیٰ کا تعلق اطاعت (طاعته) اور فرمانبرداری سے ہے۔ اولیٰ کا تعلق اچھی بات کہنے سے ہے

نوٹ: یہ فرمان کریم ﷺ نبی کی اجتہادی غلطی کا نتیجہ رکھنے والوں کے رد میں ہے

نتیجہ۔ (۱) اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا پیانہ 'اولی' بنا رکھا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے 'اچھی بات کہنے کو اولیٰ کا دوسرا پیانہ بنایا ہے۔

جب۔ (۱) رسول ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت (من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ) ہے تو رسول کریم ﷺ کیلئے خلاف اولیٰ والی باتیں کرنا متقیاس ذہانت کی کمی ہے۔

(۲) رسول کریم تو اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے (وما ینطق عن الھوی ان ھو الاوحی یوحی)۔اولیٰ کا پیانہ "اچھی بات" ہونے کی وجہ سے رسول کریم کے متعلق خلاف اولیٰ کہنا کتنی غلطی ہے۔

## انبیائے کرام خلاف اولیٰ نہیں کرتے

مفتی احمد یار خاں نعیمی سورۃ ھود کی آیۃ نمبر ۸۸ میں لکھتے ہیں" وما ارید ان اخالفکم الی ما انھکم عنہ

ترجمہ۔اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں خود اس کے خلاف کرنے لگوں۔

تشریح۔انبیاء کرام گناہ تو در کنار ارادہ گناہ سے بھی معصوم ہیں نہ وہ گناہ پر قادر (یہ فائدہ ما ارید کی تفسیر سے حاصل ہوا) بلکہ انبیاء کرام کی طرف سے شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے شروع ہی سے کہہ دیا تھا ان عبادی لیس لک علیھم سلطان اے ابلیس میرے بندوں پر تیرا کوئی داؤ نہیں چل سکتا۔

ارادہ گناہ بھی ابلیسی داؤ ہے لہذا انبیائے کرام اس سے معصوم ہیں شیطان کو خود بھی پتہ ہے کہ انبیائے کرام پر میرا فریب نہیں چل سکتا لہذا جو شخص یہ کہے کہ انبیائے کرام "گناہ" کر سکتے ہیں مگر کرتے نہیں وہ شیطان سے بدتر ہے۔(تفسیر نعیمی پ ۱۲)

حضرت شعیب علیہ السلام کی مثال حاضر ہے

## حضرت شعیب نے اپنی قوم سے کہا

وما ارید ان اخالفاکم الی مآ انھکم عنہ (۸۸. ۱۱ ھود)

اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں کے اس کے خلاف کرنے لگوں۔

ان ارید اللہ الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ ھلیہ توکلت والیہ انیب (۸۸ ھود)

میں تو جہاں تک بنے سنوارنا ہی چاہتا ہوں اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔

### قارئین کرام

انبیائے کرام "خلاف حق" نہیں کرتے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول کریم ﷺ اولیٰ اور افضل کے خلاف کریں گے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ جو ایسا کہے وہ شیطان کے زیر اثر ہے۔

### خلاف حق جانا۔ منافقین کی نشانیاں ہیں

بمآ اخلفو اللہ ما وعدوہ (توبہ ۷۷)

تشریح۔ منافقین مدینہ نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں فضل سے دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور بھلے آدمی ہو جائیں گے۔ تو جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اس میں بخل کرنے لگے۔ اور منہ پھیر کر پلٹ گئے۔ تو اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انہوں نے اللہ سے وعدہ کے خلاف کیا اور بدلہ اس کا کہ جھوٹ بولتے تھے۔

## قارئین کرام

خلاف حق کرنا منافقین کا شیوہ تھا رسول کریم ﷺ سے وعدہ خلافی کرنا رب تعالیٰ سے وعدہ خلافی ہے ایسی باتیں کہ رسول کریم ﷺ اولیٰ اور افضل کے خلاف کرتے تھے۔ غلط ہے امتی کو ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔

## آخر کلام

(۱) رسول کریم ﷺ کا عمل مبارک حکم الٰہی کے مطابق ہے۔

(۲) رسول کریم ﷺ کا ہر عمل مبارک ہی شریعت ہے۔

(۳) رسول کریم ﷺ کا ہر قول مبارک ہی شریعت ہے۔

(۴) انبیائے کرام خلاف اولیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف نہ کرتے تھے۔

(۵) اولیٰ کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دیا ہے۔

## قارئین کرام

آیات ذنب میں سعیدیوں کی تفسیر البیان میں لفظ "ذنب" کا معنی "گناہ" اور پھر اسکی تاویل بظاہر خلاف اولیٰ کی گئی ہے اور "عبس وتولیٰ" کو اسکی مثال قرار دیا ہے جو قرآن پاک اور حدیث پاک کے خلاف ہے بلکہ ماہنامہ السعید اپریل ۲۰۰۰ء نے تو اسے "ناپسندیدہ کام" لکھا ہے اور اسے رسول کریم ﷺ سے "لاعلم" ہونے کی وجہ سے منسوب کیا ہے (معاذ اللہ) یعنی رسول کریم ﷺ نے یہ ناپسندیدہ فعل اپنے علم کی نفی کی وجہ سے کیا۔ (استغفر اللہ)۔ جاننا چاہئے کہ رسول کریم ﷺ ماکان ومایکون کے علوم کے حامل ہیں۔۔(صاحب کلی علم غیب ہیں)

# لفظ "بظاہر" کا معنی

(۱) ظاہری طور پر جو چیز نظر آئے۔

(۲) ظاہر کا تعلق آنکھ سے ہے۔

(۳) اچھا یا برا ہونے کا تعلق آنکھ سے ہے اور دل و دماغ سے بھی۔

(۴) گویا کہ انسان کو خود بھی پتہ لگے کہ اس کا فلاں فعل ظاہری طور پر اچھا یا برا تھا۔

(۵) شک یا وہم کا بھی دخل ہو سکتا ہے۔

(۶) یقین کی کمی یا کردار کی پستی کا بھی دخل ہو سکتا ہے اگر اسے برا کہیں۔

## قارئین کرام

(۱) مندرجہ بالا معانی کی روشنی میں ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ کے اعمال مبارکہ کو اپنے پیمانے سے ناپنا کتنا خطرناک ہے۔

(۲) تفسیر البیان کا ترجمہ آیات ذنب کتنا غلط ہے کہ الفاظ بظاہر "خلاف اولی" مفسر کے اپنے ذہن کا پیمانہ ہے۔ جس سے رسول کریم ﷺ کی عصمت پاک پر دھبہ لگا ہے (معاذ اللہ)

(۳) علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب کا وفاقی شرعی عدالت میں فتویٰ خود ان کے ترجمہ پر لاگو ہو رہا ہے جس میں سے توہین رسالت کی بو آتی ہے۔

(۴) لیکن ان کے شاگردان اقبال سعیدی مولوی اللہ بخش نیر ڈاکٹر الطاف حسین اور پسران اس ترجمہ کو درست ثابت کرنے کے لئے جو کر رہے ہیں وہ آگے ملاحظہ فرمائیں۔

## لفظ "بظاہر" کا پیمانہ کس نے بنایا ہے

حکایت۔ روزنامہ دن مورخہ 29 اگست 2000ء کالم گوشہ عافیت میں لکھا ہے:۔
حضرت محمد منتشرؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمرؓ سے کہا مجھے اللہ کی کتاب میں ایک ایسی آیت معلوم ہے جو کہ بہت سخت ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اس کی طرف بڑھے اور اسے کوڑا مارا (اور فرمایا کہ ظاہری الفاظ "بہت سخت ہے" قرآن کے ادب کے خلاف ہے)۔ اور فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا۔ کیا تم نے اس آیت کی گہری تحقیق کر لی ہے جس سے تمہیں اس آیت کے بہت سخت ہونے کا پتہ چل گیا۔ آدمی چلا گیا۔

قارئین کرام۔ آج کل مولوی لوگ جو بڑے جاہل ہیں رسول کریم ﷺ کے اعمال مبارکہ پر الفاظ "بظاہر خلاف اولیٰ" کے پیمانے لگا کر ناپ رہے ہیں اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور ہوتا تو انہیں کم از کم کوڑے پڑنے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کے یہ کہنے پر کہ "آیت بہت سخت ہے" اسے کوڑا مارا۔

### مدعیان علم سے بہت بڑا سوال۔

۱۔ کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ لفظ "بظاہر" کا پیمانہ کس نے بنایا ہے؟
۲۔ اگر کسی مولوی نے بنایا ہے تو پھر کیا ایسے پیمانے ابوجہل نے بھی نہ بنائے ہوئے تھے؟
۳۔ بظاہر کا تعلق نظر سے ہے۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو جہل کی نظر نظر میں کیا فرق تھا؟

# معصومیت (گناہوں سے پاک)

## اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سمیت تمام انبیاء کرام معصوم ہیں بالخصوص آقا صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے اعلان نبوت سے قبل نہ بعد نہ صغیرہ نہ کبیرہ۔ نہ قصداً۔ نہ سہواً۔ الغرض کبھی بھی کسی قسم کا کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا آقا صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ہر قسم کے گناہ معصیت اور خطاء سے بالکل پاک اور معصوم ہیں۔ یہ ایسا عقیدہ ہے جس پر سلف و خلق کا اجماع ہے اور صحابہ کرام سے لے کر آج تک ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے۔ ایمان اور یقین اور اس میں کسی مسلمان کو کبھی بھی کسی دور میں ذرہ برابر کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہا۔

قارئین کرام۔ بندہ کی کتاب لذنبک و من ذنبک پڑھیں

## دعائے مصطفےٰ ﷺ

**عمر بن ہشام یا (حضرت) عمر بن خطاب میں سے کوئی ایک اسلام لے آئے :-** جب کفار مکہ کے ظلم کی تیزی بڑھتی گئی اور نئے نئے مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جانے لگے تو آقا ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ عمرو بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے کوئی ایک ایمان لے آئیں تو اسلام کو بڑی تقویت پہنچے گی یہ اس وجہ سے تھا کہ آقا ﷺ چاہتے تھے کہ یہ دونوں اشخاص کفار کے گروہ کے سرکردہ لوگوں میں سے ہیں اور ان سے ایک بھی اسلام لے آیا تو اس سے کفار کو سخت دھچکا لگے گا۔ چنانچہ مشیت ایزدی کا فیصلہ عمر بن خطاب ؓ کے حق میں ہوا جو بعد میں شان اسلام اور فاروق اعظم ؓ لقب سے مشہور خلیفہ دوم ہیں اور واقعی آپ کے ایمان لانے کے بعد اسلام کی تبلیغ کھلم کھلا ہونے لگی جب کہ اس سے پہلے چھپ چھپ کر ہوتی تھی۔

**کفار مکہ کے سردار ان کی طرف التفات :-** مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں معلوم ہوا کہ جب سرداران کفار مکہ مکرمہ آقا ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو عین اس خواہش کے مطابق کہ یہ لوگ بھی دولت ایمان سے مالا مال ہو جائیں۔ آپ ﷺ ان روسائے کفار کی طرف متوجہ ہوئے اور بعض اکابر نے فرمایا کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے اکابر قریش کی عزت افزائی اس لئے فرمائی کہ اعزاء از مخلوق مظاہر العزۃ الالہیہ ہیں ان کی تقدیم علی الفقراء اہل الصفہ کی عادت سے ہے تاکہ صفت کبریائی کا حق ادا ہو سکے جب اس میں اس کو صفت کبریائی مشارکانہ سمجھے بلکہ مظہر سمجھے چنانچہ قریش کی طرف متوجہ ہونا کوئی خلاف عقل بات نہ تھی۔

# قرآن حکیم پڑھنا

## رسول کریم ﷺ کی شان اقدس کا مذاق اڑانا "لھو" اور ھزل ہے

## گستاخ لوگ: (مفتی احمد یار نعیمی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں)

نماز میں بھی وہی آیتیں پڑھتے ہیں جن میں یہ اپنی کوتاہ سمجھ کے مطابق حضور ﷺ کی توہین سمجھتے ہیں (معاذ اللہ) حالانکہ پورا قرآن حکیم رسول کریم ﷺ کی شان اقدس کا مجموعہ ہے۔ انہیں سورۃ حجرات، طٰہٰ اور سورۃ فتح وغیرہ یاد ہی نہیں ہوتیں۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق حدیث شریف میں آیا کہ وہ قرآن مجید پڑھیں گے۔ قرآن ان پر لعنت کرے گا۔ جب قرآن حکیم لانے والے کی عظمت دل میں نہ ہو تو قرآن پڑھنا بیکار ہے۔ قرآن پاک پڑھنا، دیکھنا، چھونا سب عبادت ہے۔ جب کہ اچھی نیت سے ہو۔ بری نیت سے یہ تمام کام گناہ بلکہ کبھی کفر ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کی اہانت ثابت کرنے کو قرآن پڑھنا گناہ ہے (مفتی احمد یار نعیمی)

## قرآن کریم ہنسی مذاق نہیں

فرمان الٰہی ہے انه لقول فصل ○ ما هو بالهزل ○ بلاشبہ یہ قرآن قول فیصل ہے اور یہ ہنسی مذاق نہیں ہے۔

جو لوگ رسول کریم ﷺ کے اقوال و افعال مبارکہ پر اپنے خود ساختہ پیمانے لاگو کرتے ہیں وہ "لھو" میں مبتلا ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ فلاں وقت آپ ﷺ نے ترک افضل کیا۔ یا خلاف اولیٰ کیا۔ یا صغیرہ سہو کا صدور ہوا۔ یہ سب بے دینی ہے۔ رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس، صفات، کمالات کا انکار، کفار و مشرکین کا وطیرہ تھا۔ آج کل سعیدی مولویان رسول کریم ﷺ سے بظاہر گناہ منسوب کر رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ○

# منافقین کو دل کا کینسر(Cancer)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی تو دل کو اس کا مرکز بنایا۔ روح و جسم کے ملاپ کی علامت دل ہے۔ ہر بات کا اختتام دل پر ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں دل کی بیماریوں کا ذکر ہے اور بہت سی ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔

(۱) دلوں میں شک۔ فان کنت فی شک مما انزلنا الیک اگر تجھے شک ہوا ہو اس میں جو ہم نے اتار۔ (۱۰ / ۹۴)

(۲) دلوں میں مرض۔ افی قلوبھم مرض کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ (۲۴ / ۵۰)

(۳) دلوں پر مہر۔ طبع اللہ علی قلوبھم اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی۔ (۹ / ۹۳)

(۴) دلوں کو پلٹ دیا۔ صرف اللہ قلوبھم اللہ نے ان کے دل پلٹ دیئے۔ (۹ / ۱۲۷)

(۵) دل بے نور۔ من لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ (۲۴ / ۴۰)

(۶) دلوں پر غلاف۔ انا جعلنا فی قلوبھم اکنہ ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیئے۔ (۱۸ / ۵۷)

(۷) دل اندھے۔ فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور آنکھوں کا اندھا ہونا نہیں لیکن دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (۲۲ / ۴۶)

(۸) دل ٹیڑھے۔ فاما الذین فی قلوبھم زیغ وہ جن کے دل ٹیڑھے ہیں۔ (۳ / ۷)

(۹) دل مردہ۔ فانک لاتسمع الموتی اس لئے کہ تم مردہ دلوں کو نہیں سناتے۔ (۳۰ / ۵۲)

(۱۰) دل بہرے۔ ولا تسمع الصم الدعا اور نہ بہروں (دلوں) کو پکارنا۔ (۳۰ / ۵۲)

(۱۱) دل نا سمجھ۔ لھم قلوب لا یفقھون بھا ان کے دل ہیں جو سمجھتے نہیں۔ (۷/۱۷۹)

(۱۲) دل پتھر۔ ثم قست قلوبکم پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے۔ (۲/۷۴)

دل کے مریض کیا کرتے ہیں :۔ اللہ تعالیٰ نے ان گنت بیماریاں بتائیں۔ اب ان بیماریوں کا اثر جو ہوا وہ یہ ہے۔

(۱) ان الذین یلحدون فی ایتنا لا تخفون علینا (۴۱ / ۴۰) وہ جو ہماری آیتوں میں ٹیڑھے چلتے ہیں ہم سے چھپے نہیں۔

(۲) وما یجحد بایتنا الا لکفرین (۲۹ / ۴۷) ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر کافر

(۳) ما یجادل فی ایت اللہ الا الذین کفروا (۴ / ۴۰) اللہ کی آیات میں نہیں جھگڑا کرتے مگر کافر

(۴) والذین سعو فی ایتنا معجزین (۵ / ۳۴) وہ جو ہماری آیتوں کو ہرانے کی کوشش کرتے ہیں

منافقین نے قرآن کو تکے بوٹی کیا :۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی دل کی بیماریوں کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا۔ پھر دل کے کینسر کی وجہ سے ان کی کارکردگی بتائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں۔ ٹیڑھے چلتے ہیں۔ انکار کرتے ہیں اور اللہ کی آیات کو عاجز کرنے (ہرانے) کی کوشش کرتے ہیں گویا کہ ان منافقین نے قرآن کو تکے بوٹے کر دیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔

الذین جعلوا القران عضین فوربک لنسئلنھم اجمعین عما کانو ایعملون (۹۱ - ۹۲ / ۱۵)

ترجمہ :۔ جنہوں نے قرآن کو تکے بوٹی کیا۔ تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سے پوچھیں گے۔ جو کچھ وہ کرتے تھے آج کے بدعقیدگی کے دور میں کلمہ گو منافقین قرآن کی آیات میں آقاﷺ کی شان کا انکار کرتے ہیں۔

## جھوٹے پیروں کے فوٹو کی پرستش ہوتی ہے (مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں)

اس کی صورت یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے کو مسلمان سمجھتے ہوئے بت پرستی کریں گے لہٰذا یہ جملہ مکرر نہیں ہم نے دیکھا کہ بعض لوگ اپنے پیروں کے فوٹوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ انہیں چومتے انہیں سجا کر رکھتے ہیں یہ ہے اس حدیث کا ظہور پیروں کے ان فوٹوؤں کو وہ لوگ کہتے ہیں مرقع شریف یہ ان کا خاص لفظ ہے بعض کلمہ گو تعزیہ کو سجدہ کرتے دیکھے گئے قبروں کو تو بہت لوگ سجدے کرتے ہیں۔ بعض زندہ پیروں کو سجدے کرتے ہیں یہ ہے بت پرستی نعوذ باللہ

## جھوٹے مرید۔ جھوٹے پیروں کی بڑائیاں بتاتے ہیں (مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں)

ایک یہ کہ جو شخص کسی مشہور شریف آدمی کی پگڑی اچھالے اس کا مقابلہ کرے تاکہ اس مقابلہ میں میری شہرت ہو دوسرے یہ کہ جو کسی شخص کو دنیا میں جھوٹے طریقہ سے اچھالے تاکہ اس کے ذریعہ مجھے عزت و روزی ملے جیسے آج کل بعض جھوٹے پیروں کے مرید اس کی جھوٹی کرامتیں بیان کرتے پھرتے ہیں تاکہ ہم کو بھی اس کے ذریعہ عزت ملے کہ ہم اس کے بالکے ہیں۔ (اشعہ) تیسرے یہ کہ جو شخص دنیا میں نام و نمود چاہے نیکیاں کرے مگر ناموری کے لئے یا جو شخص کسی کے ذریعہ سے اپنے کو مشہور و نامور کرے قیامت میں ایسے شخص کو عام سوا کیا جاوے گا کہ فرشتہ اسے اونچی جگہ کھڑا کر کے اعلان کرے گا کہ لوگو یہ بڑا جھوٹا مکار فریبی تھا (مرقات، لمعات مرآۃ)

## بیچ کھاتے ہیں اسلاف کے مدفن تم ہو

## خود ساختہ القابات صاحبزادہ، جگر گوشہ وغیرہ کے حامل

## اولیائے اللہ کے نالائق (دھرتی کا کوڑھ) پسماندگان کے متعلق

## اسلام کو نقصان پہنچانے والے

ہمارے ہاں اکثر لسانی، علاقائی، قوم پرست اور صوبائی پریشر گروپس مقامی ایجنسیوں ہی کی ایجاد و اختراع اور دریافت ہیں۔ ان کی قیادتوں کا خمیر غرض پرستی اور مفاد پرستی سے اٹھا، مہم جوئی اور طالع آزمائی کی آب و ہوا میں یہ پروان چڑھیں۔ گویا ان فتنوں کو قیادت بنانے میں کرم فرما ایجنسیوں کی شفقت ارزانیوں نے نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ پریشر گروپس مخصوص مفادات اور بسا اوقات غیر ملکی طاقتوں کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کیلئے شیر و شکر ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ اتحاد و اتفاق ہمیشہ چند دنوں کیلئے اکٹھے ہوتے ہیں اور پھر دنیا کو چند دنوں بعد ان کی دال جوتیوں میں بٹتی نظر آتی ہے۔ وقت نے ثابت کیا ہے کہ ان کے تخلیق کردہ، تشکیل کردہ اور تجویز کردہ اتحاد ریت کی دیوار، تمک کے قلعے اور پانی کے بلبلے کی طرح ناپائیدار ہوتے ہیں۔

اسی طرح وطن عزیز میں سیاسی اتحادوں کا عمومی حشر بھی عموماً خوفناک اور المناک ہی ہوا کرتا ہے۔ قومی اتحاد ہو یا عوامی اتحاد، ایم آر ڈی ہو یا اے آر ڈی، یونم ہو یا جہنم ---- ہر سیاسی اتحاد کانٹے کی نوک پر تھرکنے والی اوس کی بوند کی طرح چند لمبے بہار جانفزاء دکھانے کے بعد صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح معدوم ہو جایا کرتا ہے۔ متضاد نظریات اور متخالف سیاسی عزائم کی حامل جماعتیں کسی وقت ضرورت کے تحت چند دنوں چند ہفتوں چند عشروں اور چند مہینوں کیلئے سر جوڑ کر بیٹھتی ہیں لیکن پھر دیکھتی آنکھوں ایک دوسرے سے

یوں دست و گریباں ہوتی ہیں محسوس ہوتا ہے جیسے ان میں کبھی کسی قسم کا کوئی رابطہ، تعلق رشتہ اور علاقہ تھا ہی نہیں۔ سیاسی اتحادوں کا کچھ کباڑا تو ان میں شامل بڑی جماعتیں خود کرتی ہیں اور رہی سہی کسر سرکار والاتبار کی وہ مجہز جماعتیں اور قائدین پوری کر دیتے ہیں جن کا وجود صبح تخلیق سے شامل فنا تک عنایات سرکار ہی کا مرہون منت ہوتا ہے۔

جب بھی کوئی نیا سیاسی اتحاد بنتا ہے تو ایسی ایسی جماعتوں اور قیادتوں کے نام دفعتاً سننے اور پڑھنے کو ملتے ہیں کہ زمیں پر ان کے وجود کو چراغ رخ زیبا، شاہینی نگاہ اور خوردبین کا عدسہ بھی ڈھونڈنے سے قاصر رہتا ہے۔ نادریافت شدہ سیارے کی ماورائی مخلوق کی طرح یہ جماعتیں اور قیادتیں غیر مرئی اور نادیدہ ہی رہتی ہیں نہ یہ خلائی جماعتیں اور ہوائی قیادتیں نہ جانے کہاں سے نزول اجلال فرماتی ہیں۔ یا ان سرپل تو ان جماعتوں اور تنظیموں کو نفرت اور حقارت سے لیٹر پیڈ تنظیمیں قرار دیتے ہیں۔ ان تنظیموں کے عناصر اربعہ اور حواس خمسہ کا سراغ لگانا بوئے گل کی تصویر اتارنے کے مترادف ہوتا ہے۔ جارح قسم کے سیاسی نقاد تو ان سیاسی مشائخ کو بعض حکومتوں بعض بڑی جماعتوں اور بعض نادیدہ ایجنسیوں کے دم چھلے قرار دیتے ہیں۔ ان حکومتوں ان جماعتوں اور ان ایجنسیوں کو جب کھیل کھیلنے کا موقع ملتا ہے تو ان دم چھلوں کی بن آتی ہے۔ ان سیاسی مشائخ اور درباری و سرکاری "علماء" کو راتب اور وظیفہ ہی اس بات کا ملتا ہے کہ وہ مختلف ادوار میں اپنے بیرونی آقاؤں کے اشاروں پر اپنا وزن کبھی اس پلڑے میں ڈال دیتے ہیں۔ اور کبھی اس پلڑے ہیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ مشائخ عظام جن کا شمار حکومت کے انتہائی شدید مخالفین میں ہوتا ہے راتوں رات ایسی قلابازی کھاتے ہیں کہ اگلی صبح کا سورج انہیں سرکار کی دہلیز پر سجدہ ریز پاتا ہے۔

سادہ لوح عوام منہ میں انگلیاں دابے رہ جاتے ہیں کہ دیکھتی آنکھوں یہ کیا طرفہ تماشا ہوا۔ وہ خطیب شہر جو کل کسی جماعت کی ہم نوائی کرنے والے شہریوں کے نکاح ٹوٹ جانے کا فتویٰ داغ رہے تھے۔ جب اسی جماعت کو زمام اقتدار سنبھالنے کا موقع ملا تو انہوں نے اپنے فتوے سے رجوع کرنے میں اتنی دیر بھی نہ لگائی جتنی دیر میں غالب کے ہاں بندھا ہوا بستر

کھلا کرتا تھا۔

ان سرکاری و درباری مولویوں، مخدوموں، صاحبزادوں خطیبوں پیروں اور فقیہوں کی کرتوتوں کی وجہ سے اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ سرکار والا تبار کے آستانے پر جبین نیاز کے سجدہ ہائے ارادت پیش کرنے والے یہ بندہان بے دام، ان خدمات کا صلہ کر اپنے پلازوں کوٹھیوں اور پلاٹوں کی تعداد میں اضافہ کرتے رہے۔ ان کی اطلسی عباؤں، حریری قباؤں اور ریشمی دستاروں سے صرف وہ طبقہ مرعوب رہا جن کے مفادات اقتدار سے وابستہ تھے جبکہ دین کا حقیقی شعور رکھنے والے دیندار گرامی حلقوں کی نگاہ میں حکومتوں کے ان ثناء خوانوں کی حقیقت کبھی پر کاہ سے زیادہ نہ رہی یہ حیلہ ساز فقیہہ اور یہ جواز تراش مفتی جنہوں نے اقتدار اور اختیار کے چشم و ابرو کے ادنیٰ اشاروں پر فقہ کی کتابوں میں ''باب الحیل'' قائم کیا ان میں اور دربارے وابستہ کسی بھانڈ اور میراثی میں بال برابر فرق نہیں ہوتا دونوں اقتدار کی کرسی پر متمکن تاجدار کے ہونٹوں کی لرزش اور نگاہوں کی جنبش دیکھ کر کٹھ تیلوں کی طرح اپنا زاویہ اور رائے بدل لیتے ہیں۔ یہ کسی مسئلہ کے متعلق حقیقی رائے پیش کرنے سے قبل یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ ''ظل سبحانی'' کا نقطہ نظر اس ضمن میں کیا ہے؟ ان مفت خورے مفتیوں کی ٹکسال کبھی بی بی کی حماعت اور کبھی میاں کی طرفداری میں فتوؤں کے سکے ڈھالتی رہی۔ آج یہ اسلام کو مشرف پرویزیت کرنے کے لئے ڈاکٹر عامر حسین لیاقت کی قیادت میں ہذیانات وخرافات کے طومار باندر ہے ہیں۔ ان کی ٹکسال میں آج بھی چھن چھٹن چھن فتوے ڈھل رہے ہیں۔ فتوؤں کے سکوں کی جھنکار ان کیلئے کبھی رویت ہلال کمیٹی کبھی بیت المال، کبھی اسلامی نظریاتی کونسل اور کبھی وزارت کی طشتریاں سجا رہی ہے۔ یہ جھنکار سیم وزر کے دروازوں کو کھولنے کیلئے آج وہی کردار ادا کر رہی ہے جو علی بابا کیلئے کھل جا سم سم کا منتر کیا کرتا تھا۔

یہ حرص گزیدہ سجادہ نشین ۔۔۔۔اور۔۔۔۔ یہ ہوس رسیدہ صاجبزادگان ہر دور مس اپنی پیشانیوں پر شجرہ نسب برائے فروخت کا لیبل چسپاں کر کے اقتدار واختیار کے گلی کوچوں

کی خاطر چھانتے نظر آتے ہیں۔ ارباب دل اور ارباوصفا ان کی مذموم سرگرمیوں اور بھونڈی حرکات کو دیکھتے ہیں تو دل ہی دل میں کڑھتے ہیں۔

''شجرہ'' فروختند وجہ ارزاں فروختند

عارفان حقیقت کے نزدیک یہ بیوپاری سجادہ نشین اور یہ کاروباری صاجزادے دور جدید کے پسران نوح ہیں ان کے چہروں پر پڑے تقدیس وتکریم کے نقابوں کونوچنا افضل ترین جہاد ہے۔ ان کی اکلوتی کوالیفکیشن یہ ہے کیہ وہ ''فلاں ابن فلاں'' ہیں جبکہ اسلام انسانی قدر ومنزلت کا تعین حسب ونسب کی بجائے رعنائی اعمال اور زیبائی کردار کی بنیاد پر کرتا ہے۔ ایک مصلی جو باکردار اور باعمل ہے کسی شیخ العسیر کے اس پوتے سے افضل واعلیٰ ہے جو امریکی وہ مغربی سفارت کاروں سے ملاقات کے بعد اسرائیل کو تسلیم کرنے کی تجویز پیش کرتا ہے۔ ایک عام مسلمان جس کی شریانوں میں روح جہاد کے انگارے دھکتے اور جس کی جبیں میں شوق شہادت کی خوشبو مچلتی ہے کسی بھی مفکر اسلام کے اس صابزادے سے کھرب درجہ بہتر ہے جو مقبوضہ کشمیر میں مسلم حریت پسندوں کے جہاد کو ''ڈبل فراڈ'' قرار دیتے ہوئے یہ فتویٰ اغتا ہے کہ اسلام کشمیریوں کو ہرگز اس امر کی جازت نہیں دیتا کہ وہ بھارتی حکومت کیخلاف ہتھیار اٹھائیں۔ نیک نہاد بزرگوں کی یہ بن نہاد نسلیں دھرتی کے وجود پر کوڑھ کی حثیت رکھتی ہیں۔ جانے دھرتی کو اس کوڑھ سے کب نجات ملے گی؟ وہ شعاطین الانس ہیں جن سے پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

(روزنامہ دن: کالم نگار حافظ شفیق الرحمٰن)

قارئین کرام! ان کے جبے اور جثے دیکھ کر حیران نہ ہو۔ علمی لحاظ سے ان کی اکثریت جاہل ہے۔ صرف اپنے نسب کو کیش کرانے کے لیے بازار میں لیے پھرتے ہیں۔ ڈالر۔ پونڈ۔ پجارو، پلازے وغیرہ ان کا مطمع نظر ہوتا تھا۔ گرمیاں گزارنے کے لیے یورپ چلے جاتے ہیں۔ پتہ کریں تو بتایا جاتا ہے کہ تبلیغی دورے پر ہیں۔

# بزرگان دین کے نالائق پسماندگان (جانشین)

## کے متعلق فرمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

## ان کی بے عملی کے خلاف جہاد کریں

۱۔ عن عبدالله بن مسعود قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مامن نبی بعثه الله تعالی فی امة قبلی الا کان له من امة حواریون واصحاب یا خذون بسنته ویقتدون بامره ثم انها تخلف من بعد هم خلف یقولون ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یوء مرون ویفعلون فمن جاهدهم بیده فهو مومن ومن جاهدهم بلسانه فهو مومن ومن جاهدهم بقلبه فهو مومن ولیس وراء ذالك من الایمان حبة خردل۔ (رواه مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے جو پیغمبر بھی مجھ سے پہلے کسی امت میں بھیجا تو اس کے کچھ حواری اور لائق اصحاب ہوتے تھے۔ جو اس کے طریقے پر چلتے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے' پھر ایسا ہوتا تھا کہ ان کے نالائق پسماندگان ان کے جانشین ہوتے تھے اور ان کی حالت یہ ہوتی تھی کہ وہ کہتے تھے جو خود نہیں کرتے تھے' (مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو تو اچھے کام کرنے کو کہتے تھے اور خود وہ کام نہیں کرتے تھے' یا مطلب یہ ہے کہ کرنے کے جو کام وہ نہیں کرتے تھے ان کے متعلق لوگوں سے کہتے تھے کہ ہم کرتے ہیں گویا اپنی مشیخیت اور اپنا تقدس قائم رکھنے کے لئے وہ جھوٹ بھی بولتے تھے) اور جن کاموں کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا ان کو کرتے تھے (یعنی اپنے پیغمبر کی سنتوں اور اس کے اوامر واحکام پر تو وہ عامل نہ تھے' مگر وہ معصیات و بدعات جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا ان کو خوب کرتے تھے۔

تو جس نے ان کے خلاف اپنے دست و بازو سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور جس نے (بدرجہ مجبوری) صرف زبان ہی سے ان کے خلاف جہاد کیا وہ بھی مومن ہے، اور جس نے (جہاد باللسان سے بھی عاجز رہ کر) صرف دل ہی سے ان کے خلاف جہاد کیا (یعنی دل میں ان سے نفرت کی اور ان کے خلاف غیظ و غضب رکھا) تو وہ بھی مومن ہے، لیکن اس کے بغیر رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

تشریح:۔ حدیث کا مطلب اور اس کی روح یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین کے جانشینوں اور نام لیواؤں میں جو غلط کار اور بد عقیدہ ہوں جو دوسروں کو تو اعمال خیر کی دعوت دیتے ہوں، لیکن خود بے عمل اور بد عقیدہ ہوں، ان کے خلاف حسب استطاعت ہاتھ سے یا زبان سے جہاد کرنا اور کم از کم دل میں اس جہاد کا جذبہ رکھنا، ایمان کے خاص شرائط اور لوازم میں سے ہے، اور جو شخص اپنے دل میں بھی اس جہاد کا جذبہ نہ رکھتا ہو اس کا دل ایمان کی حرارت اور اس کے سوز سے گویا بالکل ہی خالی ہے ----- لیس وراء ذالك من الایمان حبة خردل ---- کا یہی مطلب ہے اور اگلی حدیث میں اسی کو "اضعف الایمان" (ایمان کا ضعیف ترین درجہ) فرمایا گیا ہے۔

ملحوظ رہے کہ اس حدیث میں انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین کے ناخلف اور نالائق جانشینوں کے خلاف جہاد کا جو حکم ہے، اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان کو درست کرنے کی اور صحیح راستے پر لانے کی کوشش کی جائے اور اگر اس سے مایوسی ہو تو ان کے برے اثرات سے اللہ کے بندوں کو بچانے کے لئے ان کی جھوٹی مشیخیت اور ان کے موروثی اثر و اقتدار کو ختم کرنے کی جد و جہد کی جائے۔

# آسمان کے نیچے بدترین مخلوق

۶۔ عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ یوشک ان یاتی علی الناس زمانہ لایبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ مساجد ھم عامرۃ وھی خراب من الھدی علماء وھم شرمن تحت ادیم السماء من عندھم یخرج الفتنۃ وفیھم تعود۔ (مشکوۃ ج ا ص ۲۲۹)

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب لوگوں پر وہ وقت آئے گا جب اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف رواج ہی رہ جائے گا۔ ان کی مسجدیں آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے ان سے فتنہ نکلے گا اور انہیں میں لوٹ جائے گا۔ یعنی بے دین علماء کی کثرت ہو گی جن کا فتنہ مسلمانوں کو گھیر لے گا۔۔۔۔ یہ فرمان اس ذات اقدس کا ہے جو "صاحب کلی علم غیب" ہے۔ جس ذات پاک نے قیامت کی نشانیاں بتلا دیں چودہ سو سال پہلے۔ آج کل ہو بہو یہی ہو رہا ہے۔ علماء سو یعنی ان پڑھ جاہل علماء کی کثرت ہے۔ قرآن سمجھ میں نہیں آتا' بصیرت سے عاری اور شرک کے فتوؤں کے دفتر کھولے ہوئے ہیں۔ دنیاوی مفاد کے لئے اللہ تعالیٰ کے دین کو بیچ رہے ہیں۔

## ۷۔ ریاکار علماء

قیامت کے دن وہ جس نے علم سیکھا' سکھایا اور قرآن پڑھا' اسے لایا جائے گا۔ اپنی نعمتوں کا اقرار کرلیا جائے گا۔ وہ اقرار کرلے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے شکریہ میں عمل کیا کیا؟ عرض کرے گا علم سیکھا' سکھایا' تیری راہ میں قرآن پڑھا۔ اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے (قال کذبت) تو نے علم اس لئے سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے۔ اس لئے قرآن پڑھا تھا کہ قاری کہا جائے۔ یہ کہہ دیا گیا تو پھر حکم ہو گا اوندھے منہ کھینچا جاوے حتی کہ آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مشکوۃ ج ا باب العلم ص ۱۹۱)

## عالم کا امراء اہل اقتدار کے در پہ جانا کتنا خطرناک ہے

وعن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ان انا سامن امتی سیتفقھون فی الدین ویقرء ون القران یقولون ناتی الامراء فنصیب من دنیا ھم ونعتزلھم بدیننا ولا یکون ذلک کما لایجتنی من القتاد الا الشوک کذلک لایجتنی من قربھم الا قال محمد بن الصباح کانہ یعنی الخطایا (رواہ ابن ماجہ) وعن عبد اللہ ابن مسعود قال لو ان اھل العلم صانوا العلم ووضعوہ عند اھلہ لسادوا بہ اھل زمانھم ولکنھم بذلوہ لاھل الدنیا لینالوا بہ من دنیا ھم فھا توا علیھم (مشکوۃ ج ۱، ص ۲۲۳)

ترجمہ:۔ (داری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میری امت کے کچھ لوگ علم دین سیکھیں گے اور قرآن پڑھیں گے کہیں گے کہ ہم امیروں کے پاس جائیں ان کی دنیا لے آئیں اپنا دین بچالائیں لیکن ایسا نہ ہو سکے گا جیسے ببول کے درخت سے کانٹے ہی چنے جاتے ہی ایسے ہی امیروں کے قرب سے (محمد بن اصباح نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ) خطائیں ہی چنی جائیں گی (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ اگر علماء علم محفوظ رکھتے اور اسے لائق ہی پر پیش کرتے تو اس کی برکت سے اپنے زمانہ والوں کے سردار ہو جاتے مگر انہوں نے علم دنیا داروں کے لئے خرچ کیا تاکہ اس سے ان کی دنیا کمائیں۔

مختصر تشریح:۔ امراء کے پاس علماء کا آنا جانا دین کے لئے خطرناک ہے۔ اہل اقتدار عالموں اور پیروں کو اپنے سیاسی عزائم حاصل کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں اور یہ عالم اور پیر تھوڑے سے دنیاوی فائدے کے لئے اپنا دین بیچ دیتے ہیں۔ کتنی بڑی خریداری ہے (فبئس مایشترون)

# درویشی کے لبادے اوڑھ کر

## دنیاوی مال۔ پونڈ۔ یجارو۔ ڈالر نذرانے کمانے والو

### ۴۲۔ دین کے نام پر دنیا کمانے والے ریاکاروں کو سخت تنبیہ

۔عن ابی هريرة رضى الله عنه قال رسول الله ﷺ يخرج فى اخر الزمان رجال يختلون الدنيا بالدين يلبسون للناس جلود الضان من اللين السنتهم احلى من السكرو قلوبهم قلوب الذياب يقول الله ابى يغترون ام على يجترئون فبى حلفت لا بعثن على اولئك منهم فتنة تدع الحكيم فيهم حيران۔

(رواہ الترمذی)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخری زمانہ میں کچھ ایسے مکار لوگ پیدا ہوں گے جو دین کی آڑ میں دنیا کا شکار کریں گے' وہ لوگوں پر اپنی درویشی اور مسکینی ظاہر کرنے اور ان کو متاثر کرنے کے لئے بھیڑوں کی کھال کا لباس پہنیں گے' ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی' مگر ان کے سینوں میں بھیڑیوں کے سے دل ہوں گے (ان کے بارے میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کیا یہ لوگ میرے ڈھیل دینے سے دھوکہ کھا رہے ہیں یا مجھ سے نڈر ہو کر میرے مقابلے میں جرات کر رہے ہیں' پس مجھے اپنی قسم ہے کہ میں ان مکاروں پر انہی میں سے ایسا فتنہ کھڑا کروں گا جو ان میں کے عقلمندوں اور داناؤں کو بھی حیران بنا کر چھوڑے گا۔ (جامع ترمذی)

## تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ریاکاری کی یہ خاص قسم کہ عابدوں زاہدوں کی صورت بنا کر اور اپنے اندرونی حال کے بالکل برعکس ان خاصان خدا کی سی نرم و شیریں باتیں کر کے اللہ کے سادہ لوح بندوں کو اپنی عقیدت کے جال میں پھانسا جائے اور ان سے دنیا کمائی جائے' بدترین قسم کی ریاکاری ہے اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی تنبیہ ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اس دنیا میں بھی سخت فتنوں میں مبتلا کیے جائیں گے۔

## Hadith

Abu Harayra narrated that the Prophet (ﷺ) said Towards the end of time, there will come people who will seek the world in the name of religion, who will put on lambskins for the sake of appearances, with tongues sweeter than sugar and hearts like those of wolves. Allah would say; Are they deluded by My Kindness, or are they defying Me? (Allah says:) Swearing by My own Name, I shall raise against them people from amongst them who wil create such strife that it ill shock the forbearing amongst them.

*(Al - Tirmidhi)*

## نوٹ

ریاکار۔ خود پسند۔ متکبر اور بدگمانی و منافرت پھیلانے والے علماء کے لئے اتنی حدیثیں ہی کافی ہیں۔

# لباس خضر میں کیسے کیسے لوگ

وعظ فروش مولویوں کے متعلق شاعر مشرق کا کہنا ہے

واعظوں میں وہ تکبر کہ الٰہی توبہ
اپنی ہر بات کو آواز خدا کہتے ہیں

بغض للہ کے پردے میں عداوت ذاتی
دین کی آڑ میں کیا کرتے ہیں کیا کہتے ہیں

تیرے بندوں کو یہ جو حال ہے اے شافع محشر
میرے جیسوں کو تو کیا جانئے کیا کہتے ہیں

(شاعر مشرق علامہ اقبال)

## لباس خضر میں کیسے کیسے لوگ (وعظ فروش)

حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:

**اس مرشد تھیں زن بہتر باہو جو پھند فریب لباسی ہو**

پڑھ پڑھ عالم کرن تکبر حافظ کرن وڈیائی ہو
گلیاں دے وچ پھرن نمانے وتن کتاباں چائی ہو
جتھے ویکھن چنگا چوکھا اوتھے پڑھن کلام سوائی ہو
دوہیں جہانیاں سوئی مٹھے باہو جہاں کھادھی ویچ کمائی ہو

پڑھ پڑھ علم کریمن تکبر شیطان جیہے اوتھے مسدے ہو
عاشقاں دے گل چھری ہمیشاں باہو اگے محبوباں دے کسدے ہو

پڑھ پڑھ علم مشائخ سواون کرن عبادت دھری ہو
اندر جھگی پئی لٹیوے تن من خبر ناں موری ہو

الف اللہ پڑھیوں پڑھ حافظ ہویوں ناں گیا حجابوں پردہ ہو
پڑھ پڑھ علم فاضل ہویوں بھی طالب ہویوں زر دا ہوا
سیئے ہزاراں کتاباں پڑھیاں پر ظالم نفس نہ مردا ہو
باجھ فقیر کسے نہ ماریا باہو اے چور اندر دا ہو

عاشقوں کے متعلق فرماتے ہیں:

پڑھ پڑھ علم ہزار کتاباں عالم ہوئے بھارے ہو
ایک حرف عشق دا پڑھ نہ جانن بھلے پھرن وچارے ہو
اک نگاہ جے عاشق ویکھے لکھ ہزاراں تارے ہو
لکھ نگاہ جے عالم ویکھے باہو کسے نہ کدی چاہڑے ہو

عاشق ہویں تے عشق کماویں دل رکھیں وانگ پہاڑاں ہو
لکھ لکھ بدیاں تے ہزار الاہمے کر جانیں باغ بہاراں ہو
منصور جیسے چک سولی وتے جیہڑے واقف کل اسراراں ہو
سجدیوں سر نہ چائیے باہو توڑیں کافر کہن ہزاراں ہو

غ غوث قطب ہمیں ارے اریرے، عاشق جان اگیرے ہو
جیہڑی منزل عاشق پہنچن اوتھے غوث نہ پاندے پھیرے ہو
عاشق وچ وصال دے رہندے جتھاں لا مکانی ڈیرے ہو
میں قربان تنہاں تو باہو جتھاں ذاتوں ذات بسیرے ہو
ش شریعت دے دروازے اچے راہ عاشق دا موری ہو
عالم، فاضل لنگھن نہ دیندے جو لنگھدا سو چوری ہو

کیوں ہویائیں شکل جلاداں دی
کیوں پڑھنا ایں گڈ کتاباں دی
سر چاناں ئیں پنڈا عذاباں دی
اگے پینڈا مشکل بھارا اے
ایویں متھا زمین گھسائی دا
پا لما محراب دکھائی دا
پڑھ کلمہ لوک ہسائی دا
دل اندر سمجھ نہ لائی دا

بس ملاں چھوڑ علم کتاباں دا
کیوں چایا ای بار عذاباں دا
وضو کرے شوق شراباں دا
تیرے اندر باہر پلیتی اے

محبوب نال نیوں لائی ہوئی ملامت رکھ
تینوں کافر آکھدے توں آہو آہو آکھ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

**ما دعا دلی ولی فقد اذنعہ بلحرب**

جس نے میرے ولی سے عداوت کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے

# حضرت بلھے شاہ وعظ فروش مولویوں کے متعلق فرماتے ہیں

بلھے شاہ بذات خود ایک جید عالم، فلسفی اور صاحب طریقت بزرگ تھے انہوں نے بھی اپنے سے پہلے مسلم صوفیا کی تقلید کرتے ہوئے کبھی اولیاء اللہ اور علماء حق کی حیثیت کو چیلنج نہیں کیا۔ ہاں البتہ ان کے کلام میں ظاہرداری، ریاکاری اور دنیاداری کی بھرپور مذمت ملتی ہے۔ اسی حوالے سے وہ مذہبی آڑھتیوں اور کاروباری ملاؤں کو معاف نہیں کرتے۔

ایک دوہڑے میں کہتے ہیں:

ملاں اتے شالچی دوہاں اکو چت
لوکاں کر دے چانناں آپ ہنیرے نت

یا ان کی ایک مشہور کافی کے کچھ حصے دیکھیں

پڑھ پڑھ شیخ مشائخ کہاویں
اُلٹے مسلے گھروں بناویں
بے علماں نوں لُٹ لُٹ کھاویں
جھوٹے سچے کریں اقرار
علموں بس کریں او یار
پڑھ پڑھ نفل نماز گزاریں
اچیاں بانگاں چانگاں ماریں
ممبر تے چڑھ وعظ پکاریں
کیتا تینوں علم خوار علموں بس کریں او یار
پڑھ پڑھ ملاں ہوئے قاضی

## کالی کملی پوش رحمۃ للعالمین رؤف رحیم ﷺ کا کرم و رحمت

کیا خبر کیا سزا مجھ کو ملتی میرے آقا ﷺ نے عزت بچالی
فرد عصیاں مری مجھ سے لیکر کالی کملی میں اپنی چھپا لی
نعت محبوب اور سند ہو گئی مجھ سا عاصی بھی دامانِ رحمت میں ہے
فرد عصیاں میری مسترد ہو گئی یہ بھی بندہ نوازی کی حد ہو گئی
یہ تیری بندہ نوازی یہ کرم ہے تیرا مجھ گنہ گار کے عیبوں کو چھپا رکھا ہے
میں تو نادان تھا دانستہ بھی کیا کیا نہ کیا لاج رکھ لی میری سرکار ﷺ نے رسوا نہ کیا
کیا خبر کیا سزا مجھ کو ملتی میرے آقا ﷺ نے عزت بچالی
فرد عصیاں میری مجھ سے لے کر کالی کملی میں اپنی چھپالی

آخری کلام: حضرت بابا بلھے شاہؒ کے بقول بات ختم کرتا ہوں

عاشق ہو یوں محبوب دا ہوئی ملامت لاکھ
تینوں کافر کافر آکھدے تو آہو آہو آکھ

بندہ رسول کریم ﷺ
کرنل (ر) محمد انور مدنی

# صاحب خلق عظیم ﷺ کا عمل مبارک

## فرمان مبارک فرمان رسول کریم ﷺ

فرمان مبارک: من سئل علماً و هو مشتغل فی حدیثه فاتم حدیثه ثم اجاب السائل

ترجمہ۔ جس سے علم کی بابت پوچھا گیا اور وہ پہلے ہی گفتگو میں مشغول ہو اسے چاہئے کہ پہلے جاری گفتگو مکمل کرے پھر بعد میں سائل کی طرف توجہ دے (بخاری شریف)

(۱)۔ رسول کریم ﷺ نے تو اخلاقیات کا نمونہ پیش کیا۔ کیونکہ یہ معاملہ ہی اخلاق کا تھا۔

(۲)۔ تمام روایات میں کہیں بھی ذکر نہیں کہ رسول کریم ﷺ نے عبس کیا بلکہ اتنا ہے کہ سورت عبس وتولی / ابن ام مکتوم کے بارے میں نازل ہوئی۔

(۳)۔ قرآن پاک کے مطابق عبس . کلح . بسل . بسر . تولی . تلھیٰ . اور لھو کفار و مشرکین کی بداخلاقی کی بدترین مثالیں تھیں۔

(۴)۔ امام ابو یوسف ؒ کا فتوی۔ رسول کریم ﷺ کی پسندیدہ ترکاری 'کدو' کو ناپسند کہنے والے کو کافر کہا اور اگر توبہ نہ کرے تو وہ واجب القتل تھا۔ اعمال مبارکہ کو 'ناپسندیدہ فعل' جو کہ لاعلمی کی بنا پر ہوا۔ رسول کریم ﷺ سے منسوب کرنے والے مولوی کتنی بڑی توہین رسالت کے مرتکب ہیں؟ ایسے تمام مولوی امام یوسف کے فتوی کی زد میں ہیں۔

(۵)۔ اللہ تعالی اپنے محبوب ﷺ کے امتی محسنین۔ توابین۔ مطھرین۔ متوکلین۔ صابرین۔ مقسطین۔ متقین۔ شاکرین سے محبت کرتا ہے اور انہیں دنیا کے انعام و آخرت کی خوشخبری دی۔ محبوبوں پر عتاب نہیں ہوتا کیونکہ عتاب کے لئے گناہ کا صدور لازم ہے تو پھر حبیب اللہ پر 'عتاب' (معاذاللہ۔ استغفراللہ) یہ خلاف قرآن کریم ہے۔

(۶)۔ البیان کی تفسیر ماہنامہ السعید اپریل ۲۰۰۰ء میں عبس و تولی کو رسول کریم ﷺ کا ناپسندیدہ فعل قرار دیا ہے اور رسول کریم ﷺ سے اسکا علم نہ ہونا منسوب کیا گیا ہے۔ (استغفراللہ۔ معاذاللہ)۔ امتی کو رسول کریم ﷺ کے متعلق ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ اور توبہ کرنی چاہئے۔

(۷)۔ عبس و تولی کو ذنب کی تاویل کرنا غلط ہے۔

# کفار مکہ کی خصلتیں

## تیوری چڑھانا (عَبَسَ) اور منہ پھیرنا (تَوَلّٰی)

ا۔ یہ ایسی بری خصلتیں ہیں جو کسی اکھڑ مزاج، سرکش، برائی میں جلدی کرنے والا، مغرور، گردن کش Violent بدخلق Rude قسم کے شخص میں ہوتی ہیں۔ سورۃ القلم میں ولید بن مغیرہ کے متعلق جو دس برائیاں مذکور ہیں ان میں ''عُتُلٍّ'' کا لفظ بھی ہے یعنی سرکش، اکھڑ مزاج، بدخلق، گردن کش، تند خو وغیرہ۔ چنانچہ ''تیوری چڑھانے'' اور ''منہ پھیرنے'' والا ولید بن مغیرہ ہی تھا۔ اس بدکردار متکبر شخص نے کسی مجمع میں تیوری چڑھائی تھی جس کا ذکر سورۃ المدثر میں ہے۔ ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ وَ اسْتَکْبَرَ ۝ اب اس میں کوئی شک نہیں کہ سورۃ عبس میں جس شخص کا ذکر ہے وہ ولید بن مغیرہ ہی تھا۔

## ''عتاب'' تو کافر (ولید بن مغیرہ) پر ہوا تھا

۲۔ اللہ تعالیٰ نے عتاب تو کافر پر کیا جس نے ایک صحابی کی آمد پر چہرے کی کرختگی دکھائی، پیشانی کو بیچ میں سکیڑا، دونوں ہونٹوں کو اوپر نیچے کر کے دانت ظاہر کر کے شکل کو ایسا ڈراونا بنایا جیسے عبوس الاسد ہوتا ہے۔ پھر منہ موڑا۔

۳۔ عَبَسَ، کَلَحَ، بَسَرَ، بَسَلَ، تَلَهّٰى، تَوَلّٰى کفار مکہ کی خصلتیں تھیں۔

**نوٹ: رسول کریم ﷺ سے منسوب کرنا اُسوہ حَسَنہ کا انکار ہے (معاذ اللہ)**

**(عربی گرامر سے ناسمجھ ہونے کی بنا پر لوگ ٹھوکریں کھا گئے)**